یه کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرونِ ملک مقیم ھیں

مو منین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ھیں.

منجانب .

سبیلِ سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدرآباد پاکستان

بعونہ

اسکو نہ سنوگے جو محمدؐ کی زبانی ؛ رہجائیگا قرآن فقط ایک کہانی
قرآن سے عترت کو جدا کرکے تو دیکھو ؛ ہر لفظ کہیگا ہیں بہتر مرے معنی

مؤلفہ

مولانا السید علی حسن صاحب اختر امروہوی
۷۶۵ - بی - سٹلائٹ ٹاؤن راولپنڈی

ناشر
محفوظ بک ایجنسی، مارٹن روڈ، کراچی

# تعارف

علم دوست مومنین باتمکین نے "فاطمہ کا چاند" کے مطالعہ کے بعد مجھ سے اصرار فرمایا کہ ایسی تقاریر بھی اپنے ذہین طلبا ء و طالبات کے لئے لکھوں جو معصومین علیہم السلام کی سوانح حیات بھی ہوں اور محافل میلاد و مجالس میں ہر معصوم کے کارناموں کی ایک ایسی خطیبانہ پیشکش بھی ہو۔ جو ہمارے مبتدی مقررین طلباء و طالبات کے لئے تذکرۂ محمدؐ و آل محمدؐ میں ممد و معاون ہو سکے الحمد للہ علی احسانہ کہ یہ خدمت بھی انجام پاگئی۔ میں نے اس تذکرہ میں ثانی زہرا جناب زینب سلام اللہ علیہا اور سرکار قمر بنی ہاشم حضرت ابو الفضل العباس علیہ السلام کو اس یقین کے ساتھ شریک کیا ہے کہ ان کے تذکرہ کے بغیر ذکر اسلام تشنہ رہ جاتا۔

تقاریر ولادت و شہادت دونوں محافل اور مجالس کیلئے موزوں ہیں۔ ولادت کی محفل میں فضائل پر تقریر ختم کر دی جائے۔ اور شہادت کی مجلس میں مصائب کو بھی شامل کر لیا جائے۔ تو پرسا

---

بار دوم .......... ایک ہزار

تاریخ اشاعت ........ ماہِ محرم سنہ ۱۴[illegible] ھ

مطبع .......... سندھ آفسٹ پریس کراچی

ناشر .......... محفوظ بک ایجنسی

قیمت .......... تیرہ روپے صرف

---

بھی مکمل ہوجائے گا۔ حدیث کسا۔ معجزہ سیدۂ عالم۔ معجزہ امیرالمومنین علیہ السّلام کا منظوم ترجمہ مومنین نے پسند فرمایا۔ "ناطمہ کا چاند" کے لئے اصرار ہے کہ دوسرا اڈیشن چھپے انشاءاللہ تعمیل کی سعادت کی کوشش کروں گا۔

"خطبات راشدہ" کے عنوان سے۔ خطبہ غدیر۔ سیدۂ عالم شقشقیہ امام حسین روز عاشورہ۔ ثانی زہرا۔ سیّد سجاد اور معاویہ ابن یزید کا لفظاً لفظاً منظوم ترجمہ شائع ہوچکا ہے۔ جو ہمارے علم دوست مومنین کے لئے ایک عجیب دینی سرمایا ہے۔ مجھے توقع ہے کہ محمد و آل محمد کا یہ تذکرہ ذکر معصوم طلباء اور طالبات کے لئے مفید ثابت ہوگا۔ میں دست بدعا ہوں کہ خداوند عالم بحق محمّد و آل محمّد میری اس ادنیٰ خدمت کا اجر میرے والدین اور میرے استاد محترم الحاج مولانا السّیّد مرتضیٰ حسین صاحب قبلہ امروہوی اعلیٰ اللہ تعالیٰ مقامہ کو عطا فرمائے۔ (آمین)

احقر الزمن

السّیّد علی حسن اختر امروہوی

# محافل و مجالس

# قطعۂ تاریخ

کوثر مرا کوثر ہے جنّت مری جنّت ہے
مولا مرا جنّت کا جب سرور و سیّد ہے
اختر کی یہی جنّت اور بس یہی دولت ہے
اک ذکر محمّد ہے اور آل محمّد ہے

۱۳۹۴ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

# فضائل

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وآلہ الطیبین الطاہرین اما بعد فقد قال اللہ تبارک و تعالیٰ فی کتاب المبین وھو اصدق الصادقین ۔

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللہِ الْاِسْلَامُ

خلاق کلام نے اپنے پاک کلام میں بُطلان ادیان عالم کے لئے واضح اور صاف الفاظ میں اعلان فرما دیا۔ کہ بیشک دین اللہ کی نظر میں اسلام اور صرف اسلام ہے۔ تقاضائے فطرت ہے کہ ہر کارساز کو اپنا شاہکار ہر صانع کو اپنی پسندیدہ صنعت ہر معمار کو اپنی دلکش عمارت ہر مُربّی کو اپنی تربیت یافتہ شے سے نہ صرف محبّت اور الفت ہی ہوتی ہے بلکہ اس کی بقا اور ثبات ۔ قیام واستحکام کے انتظام میں اپنی تمام امکانی کوششیں صرف کی جاتی ہیں۔ آیئے دیکھیں خالق کائنات نے قائل عند اللہ الاسلام نے اپنے اس پسندیدہ دین کے واسطے کیا انتظام فرمایا۔ انتظام فرمایا۔ قیامت کا انتظام فرمایا۔ ظہور دین کے بعد نہیں ظہور دین سے ہزاروں سال قبل اس دین کی بقا اور اشاعت کا انتظام ہوا اور سب

سے پہلے اوّلُ ما خلق اللہ نوری۔ کو بنایا۔ پھر زمین کا فرش بچھا کر۔ آسمان کا شامیانہ لگا کر۔ چاند سورج کی قندلین جلا کر ؎

کہا حضرت آدم سے جنت سے جاؤ ۔۔۔ فسانہ فلک کا زمین پر سناؤ

مسجود ملک نے زمین پر آ کر فسانہ سنایا۔ راستہ چلنے والوں سے پہلے رہنما آیا۔ قدرت نے نورِ اولین و آخرین کو عرش پر کرسی پر بٹھایا۔ اولیت کا تاج سر پر رکھا۔ سروری کا لباس پہنایا۔ اور کہا اس کرسی پر بیٹھ کر ہدایت کے راز اور ہادیوں کے انداز دیکھتے رہو۔ ہر روز کے سبق اور ہر زمانہ کے ورق پر منظر رہے۔ آخری سبق تمہیں پڑھانا ہے۔ کتاب ہدایت کو ختم کرانا ہے اور اس کی بقا اور حفاظت کا قیامت تک کے لئے انتظام کر کے آنا ہے۔ ادوار بدلتے رہے۔ ہادی آتے رہے۔ چھوٹے بڑے سبق پڑھاتے رہے۔ تکمیل کتاب کا کام باقی رہ گیا۔ نورِ اوّل منتظر بیٹھا رہا کہ دیکھئے کب باری آئے۔ باری تعالیٰ کی آواز آئی۔ جاؤ میرے ہادیٔ کامل جاؤ اور اکملت لکم دینکم کی آواز سناؤ۔ ۱۷ / ربیع الاوّل دوشنبہ کا دن تھا کہ یہ نورِ اوّل پیدا ہوا مگر ؎

پیدائش رسول کا ہرگز یہ دن نہیں ۔۔۔ ہاں عالم وجود میں روزِ ظہور ہے

بہر حال یہ نورِ اوّل خلوت کدہ ازل سے عرش و کرسی کی سیر کرتا اصلابِ طیبہ میں ہوتا آغوشِ آمنہ میں اسطرح آیا۔ کہ قصر شاہی کے در ہلے۔ ایوان کسریٰ کے کنگرے گرے فارس کے آتش کدے بجھے۔ کعبہ کے بت جھکے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی صدائیں فضائے عالم میں گونجیں عرش والوں نے کہا عرش کا مکیں آیا۔ فرشتوں نے کہا نورِ اوّلین آیا۔ انبیاء پکارے خاتم النبیین آیا۔ جبریل

نے کہا قرآن مبین آیا۔ اسلام پکارا شہنشاہ دنیا و دین آیا۔ گنہگاروں نے کہا شفیع المذنبین آیا۔ کافروں نے کہا صادق و امین آیا۔ ربّ العالمین نے فرمایا رحمت للعالمین آیا۔

یہ تھی حور و ملک سر گوشی حسینوں کا حسین آیا — گماں تھا ماہ کو شاید کہ خورشید مبین آیا
یہ دھوکا مہر کو تھا نور رب العالمین آیا — خدا کو ناز تھا کیا خوب نقش اولین آیا

دکھاتا شان رحمت محسن دنیا و دین آیا

عرب کے شریف قبیلوں کا دستور تھا۔ کہ ایام رضاعت کے لئے کسی دایہ کا انتخاب ہو۔ یہ سعادت حلیمہ کی قسمت میں لکھی تھی قدرت نے کہا اس شریف ترین قبیلہ کے افضل ترین شجاع کو حلیمہ تم اپنے دودھ کی پرسکون دھاروں سے حلیم بنا دو۔ باپ کا سایہ قبل از ولادت ہی سر سے اٹھ چکا تھا۔ حلیمہ نے ایام رضاعت پورے کئے۔ آفتاب رسالت آغوش آمنہ میں پھر آیا۔ ابھی عمر کی چھ منزلیں بھی نہ طے کی تھیں کہ شفیق ماں کا سایہ بھی سر سے اٹھ گیا۔ ماں کے انتقال کو ابھی دو سال بھی نہ گذرے تھے کہ مربی دادا عبد المطلب نے بھی داعی اجل کو لبیک کہا۔ وقت رحلت اس در یتیم کی حفاظت اپنے بیٹے ابوطالب کے سپرد کر گئے۔ ابوطالب نے اپنے پیارے بھتیجے کی حفاظت اور تربیت اپنی اولاد سے بھی زیادہ کی رسول جسطرف اور جہاں جاتے ابوطالب ساتھ ساتھ جاتے یا یوں کہیے کہ ابوطالب جسطرف اور جہاں جاتے رسالت ساتھ ساتھ جاتی۔ رسالت کا شاداب نونہال مہربان چچا کے ظل عاطفت میں نصف صدی پروان چڑھتا رہا مکہ کی بڑی دولت مند صاحب ثروت

* نیک سیرت خاتون خدیجہ بنت خولد کی خواہش پر ابوطالب نے بھتیجے کا عقد اس مقدس خاتون سے پڑھا کر تولیت کا حق ادا کر دیا۔ اور حق پرست خاتون نے اپنی ساری دولت کا مالک دمختار احمد مختار کو بنا دیا۔ ؎

نبی کے قدموں پہ دولت بہادی ❊ خدا کے دین کی قسمت جگادی

یہ پہلی خاتون ہیں جنکا قیامت تک اسلام زیر باراحسان رہے گا

ابوطالب وہ سب سے پہلے دیندار ہیں جس نے رہبر دین کی حفاظت میں پورے پچاس سال سر دھڑ کی بازی لگادی انسان احسانمند نہ ہو لیکن ھل جزاء الاحسان الاالاحسان کہنے والا قیامت تک اس احسان کو نہیں بھول سکتا۔ ؎

ہم محافظ ہیں محمدؐ کے کہے خود یہ خدا ❊ اور حفاظت کرے تازیست محمدؐ کا چچا

فعل کو جسکے خدا فعل بتائے اپنا ❊ اسکے ایمان میں ادر شک ہو عیاذاً باللہ

اس نور ازلی نے چالیس سال ظل عاطفت ابوطالب میں رسالت کی خاموش تبلیغ عملی صورت میں اسطرح انجام دی جیسے عالم لاہوت میں قبل تخلیق آدم عالم سکوت میں رہا۔ یہ نور محمدؐی کب بنا تھا آدم سے پوچھو کہینگے کہ میرا تو پتلہ بھی نہ بنا تھا۔ اس نور کے مقام کا اور محمدؐ کے کام کا اگر اندازہ لگانا ہو تو ظلمت کدہ عرب کی گھٹا ٹوپ تاریخ پر ایک طائرانہ نظر ڈالنی ہوگی۔ دور جاہلیت سے بڑھکر دنیا میں نہ کبھی ایسا تاریک دور آیا نہ شاید آئے۔ کفر و شرک کی گھنگور گھٹائیں۔ فسق و فجور کی موسلا دھار بارشیں ظلم و ستم کی تاریک آندھیاں بے رحمی اور سرکشی کی بجلیاں دختر کشی کی لرزہ خیز داستانوں کو چھوڑ یے۔ ایک

انقلاب عظیم یہ تھا کہ فطرت کا بنایا ہوا اصول مٹ رہا تھا۔ خدا کا بنایا ہوا انسان
اشرف المخلوقات ارذل مخلوقات اور ارذلِ مخلوقات جمادات اشرف المخلوقات
بن چکا تھا۔ مقصد تخلیق فنا ہو رہا تھا۔ قدرت نے یہ دیکھکر کہ تخریب کا یہ آخری دور
ہے تعمیر کے آخری ایسے معمار کو بھیجا جو تخریب عالم کی بدلتی ہوئی کروٹیں ایسی
ہزاروں دیکھ چکا تھا۔ اللہ کے پسندیدہ دین کے اس رہبر نے اپنی ذمہ داری
کو محسوس کیا بڑی احتیاط سے چالیس سال اپنی کرداری زندگی کو بہت قریب
سے دکھایا اور سوچا کہ پہلے یہ مجھے دیکھ لیں پھر میں انہیں دیکھونگا۔ رہبر کامیاب
ہوا۔ جھوٹے کافر خائن۔ ساری چیخ اٹھے۔ اَنْتَ صَادِقٌ وَانْتَ اَمِیْن۔
صداقت اور رسالت کی دشمنوں سے سند لیکر توحید کی امانت اور رسالت
کی صداقت کو پیش کیا۔ جنہوں نے صادق وامین دل سے مانا تھا انہوں نے
توحید و رسالت کو بھی دل سے قبول کیا ہزار دنکی تعداد داخل دین خدا ہوئی
ختم اللہ علی قلوبہم جب بھی قسمت کو روتے اور آج بھی رو رہے ہیں۔

نبی کی شان نبی کا مقام کیا کہنا۔ خدا کا آیا درود و سلام کیا کہنا لے بصیرت
آج بھی کہہ رہے ہیں۔ وہ تو جناب ہم ہی جیسے بشر تھے۔ ہم پوچھتے ہیں کیا
آپ بھی کبھی عرش پر گئے ہیں جواب دیا جاتا ہے معراج نور روحانی تھی انسان
کامل میں نقائص کی تلاش ہے کوئی کہتا ہے۔ عالم الغیب نہیں تھے کوئی کہتا
ہے مردوں کو زندہ کرنے کی انکی طرف نسبت دنیا کفر ہے۔ اگر ان سے یہ پوچھا
جائے کہ تمہارے رسول از روئے قرآن اور انبیاء سے افضل تھے یا کمتر تو
سینہ تان کر کہیں گے جناب ہمارے رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم تو تمام

انبیاء ماسبق سے افضل تھے سید الانبیاء تھے اشرف المرسلین تھے تمام انبیاء کے صفات حضور میں جمع تھے۔ اگر پوچھو کہ حضرت سلیمان سے بھی افضل تھے تو کہتے ہیں کہ ضرور افضل تھے۔ اچھا حضرت سلیمان تو مع جسم کے فضا میں پرواز کرتے تھے اور آپ کے رسول مع جسم کے فضا میں نہیں جا سکتے تھے تو پھر تمہارے رسول افضل ہوئے یا حضرت سلیمان اسپر تو ایمان ہے کہ حضرت یوسف نے ایک قیدی کو بتلایا کہ تو کل رہا ہو جائیگا اور ایک سے کہا تو قتل کیا جائیگا مصر میں ایک عظیم قحط رونما ہونے والا ہے اور رسول کی غیب دانی کا اقرار نہیں تو پھر کہیئے کہ حضرت یوسف افضل تھے۔ حضرت عیسیٰ تو مردوں کو چلائیں اور اگر رسول کی طرف کوئی ایسا اعجاز منسوب کر دیا جائے تو کفر ہے۔ پھر عیسیٰ افضل ہوئے یا رسول اگر تمہارا رسول ایسا ہی مجبور تھا تو رسول سے تو ملک الموت افضل ہیں جو روز ایک اشارہ میں ہزاروں ذی حیات کو بے حیات بنا دیتے ہیں۔

اگر خدا کا یہ برگزیدہ رسول تمام انبیاء سے افضل و برتر تھا تو ماننا پڑیگا عالم الغیب بھی تھا۔ صاحب معراج جسمانی بھی تھا۔ مردوں کو زندہ بھی کر سکتا تھا۔ زمانہ نے ہی ان الدین عند اللہ الاسلام ہی کی حقیقت کو نہیں سمجھا۔ دین کی دلال کو دنیا میں دیکھکر یہ سمجھ گیا کہ بس یہی دین ہے۔ دین کو وہ کیا سمجھے جو رہبر دین ہی کو نہ سمجھا ہے

بڑا مشکل ہے عرفان محمد ﷺ سمجھ لے جو وہی مشکلکشا ہے۔

خدا کے رسول نے خدا کے سچے دین کے لئے کیا کیا ثبوت پیش نہیں کئے۔ سورج کو پلٹا کر۔ چاند کے دو ٹکڑے کر کے درخت کو اشارہ سے بلا کر۔ سنگ ریزوں

سے گواہی دلواکر بتلایا کہ یہ دین اور دین کا لانیوالا سچا ہے جواب ملا بڑا جادوگر اور عظیم ساحر ہے۔ خدا کی صفات بتلائیں۔ جنت اور دوزخ کی باتیں سنائیں۔ معاد اور آخرت کا ذکر کیا۔ سننے والوں نے سنا اور ہنسے۔ کہا معاذ اللہ دیوانہ اور مجنوں ہے قدرت نے منکروں کے انداز دیکھئے۔ دین کے بگڑے ہوئے اطوار دیکھئے۔ سحر و جنون کے بہتان دیکھے۔ ہذیان کی تصویر سامنے آگئی۔ رسول کی صداقت اور اطاعت پر بھرپور زور لگا دیا۔ بار بار کہا رسول جو کچھ دے وہ لے لو جس سے منع کرے رُک جاؤ۔ رسول کی اطاعت میری اطاعت ہے۔ اس کے ہاتھ پر بیعت میرے ہاتھ پر بیعت ہے۔ جو کچھ یہ کرتا ہے۔ یہ نہیں میں کرتا ہوں جو کچھ یہ کہتا ہے یہ نہیں کہتا میں کہتا ہوں دیکھو اگر تمہیں یہ حالت نماز میں بھی بلائے تو لبیک کہو۔ ایسا نہ ہو کہ یہ بلائے اور تم واپس نہ آؤ۔ کافر نہیں بلکہ رسول کے ماننے والے جن معجزات اور صفات سے انکار کر رہے ہیں وہ صرف رسول کے اعجاز کا انکار نہیں بلکہ قادر مطلق کی قادریت کے منکر ہیں۔ یہ کون کہتا ہے کہ خدا ہی عالم الغیب نہیں بلکہ یہ صفت رسُول میں بھی تھی کون کہتا ہے کہ خدا ہی مردہ کو زندہ نہیں کرسکتا بلکہ یہ قدرت رسول میں بھی تھی۔ مقصد صرف یہ ہے کہ رسول جو کچھ کرتا ہے۔ حکم خدا سے کرتا ہے اور ہر وہ چیز کرسکتا ہے۔ جس کی قدرت رسول کو بنانیوالے نے دی ہے وہ خود فرماتا ہے،

عبدی اطعنی اجعلک مثلی فقل بشئٍ کن فیکون۔ میرے بندے میری اطاعت کر تجھے میں اپنا جیسا بنالونگا جب تو کسی چیز کو کہیگا ہوجا فوراً

ہو جائے گی رسول والو رسول کو سمجھو،

معاشرہ کا جو لیکر نظام آتا ہے ؎ وہ لے کے ساتھ خدا کا کلام آتا ہے،
پھر اسکے اوج کا اک وہ مقام آتا ہے ؎ جہاں خدا کا درود و سلام آتا ہے،
بر محمد و آل محمد صلوٰۃ

# مصائب

خدا کا یہ برگزیدہ حبیب کیونکہ افضل الانبیاء تھا۔ اسلئے افضل الاتقیاء بھی تھا۔ تقوے کی راہ میں محبت کے خارزار ہیں بڑی صعوبتیں اور مصیبتوں کے پہاڑ ہیں۔

جنکے رتبے ہیں سوا انکو سوا مشکل ہے۔

زبان وحی کا ارشاد ہے لا اوذیا نبیًا کما اوذیتُ جتنی مجھ پر مصیبتیں پڑیں کسی نبی پر نہیں پڑیں۔ ختمی مرتبت کے مصائب کا سلسلہ تو لامتناہی ہے اگر کربلا ہی تک جاکر ہم رک جائیں تو ان مصائب کی مثال نہیں ملتی۔ چند واقعات کا ذکر مقصود ہے۔ شعب ابو طالب کی مسلسل تین سال کی قید و بند کی تکالیف آب و طعام کی محتاجی کوئی معمولی مصیبت نہ تھی کفار قریش خاتمہ نبوت کے منتظر تھے۔ دشمن تو مہر بھی دشمن تھا۔ قریب والے بھی دور بیٹھے اطمینان سے دیکھتے رہے مگر ابوطالب زندہ تھے رسول کو دامن حفاظت میں چھپائے پھر مکہ میں لا بٹھایا۔ ابوطالب کا سایہ سر سے اٹھا اور مصائب کا طوفان آگیا۔ ایک روز خدا کا حبیب خانہ خدا میں مشغول نماز تھا۔ دشمن

خدا ابوجہل کا گذر ہوا۔ اونٹ کی ایک بڑی بھاری اوجڑی حالت سجدہ میں پشت رسول پر لار کھی۔ رسول کی پیاری بیٹی فاطمہ جسکو آپ ام ابیہا فرماتے خبردار ہوئی۔ بےتاب ہوگئیں۔ مسجد میں پہونچیں باپ کو اس حالت میں دیکھکر روئیں چلائیں صدائے فریاد بلند کی سامنے سے رسول کے چچا امیر حمزہ کا گذر ہوا۔ فاطمہ کے رونے کی دل سوز آواز سنی۔ قریب گئے اوجڑی بھتیجے کی پشت سے اٹھائی اور حالت غیظ و غضب میں خانہ ابوجہل پر جاکر دق الباب کیا۔ دشمن خدا نکلا اور جناب امیر حمزہ نے گوشہ کمان اس زور سے سر پہ مارا کہ زخمی ہوگیا۔ فرمایا۔ ظالمو کب تک میرے بھتیجے کو ستاتے رہوگے۔ لو آج سے میں بھی مسلمان ہوتا ہوں اب محمدؐ کی طرف کسی نے گھور کر بھی دیکھا تو آنکھیں نکال لونگا۔ جناب امیر حمزہ کے اس اعلان سے کافروں کے دل بیٹھ گئے جناب امیر حمزہ بڑے بہادر اور مغلوب الغضب انسان تھے

اگر کوئی کافر قتل رسول کے ارادہ سے آتا اور امیر حمزہ کو قریب رسول دیکھ پاتا تو قتل کو بھول جاتا اور کہتا قبول اسلام کیلئے بندہ حاضر ہوا ہے شہادت جناب امیر حمزہ کے بعد جنگ احد کا مصیبت ناک واقعہ بھی کچھ کم نہ تھا قتل رسول کی خبر اوڑی اور دم کے دم میں فراریوں نے مدینہ پہونچا دی مگر خدا کا رسول لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار کی مسلسل صدائیں سنکر گو دندان مبارک شہید ہوچکے تھے مطمئین تھا۔ فاطمہؑ نے مدینہ میں یہ خبر

چادر سر پر ڈالی باحال پریشان کچھ مستورات کے ساتھ احد کی پہاڑی تک پہونچیں رسول نے دیکھا بیٹی آرہی ہے۔ دوڑکر اپنی عبا بیٹی کے سر پر ڈالی رسول کو شاید ثانی زہرا زینب کی بے پردگی یاد آگئی ہو۔ بیٹی سے فرمایا فاطمہ تم کیوں چلی آئیں۔ کہا بابا اس خبر کے بعد فاطمہ زندہ رہکر کیا کرتی یہ ریش مبارک پر خون کیسا ہے۔ علی ڈھال میں پانی لائے بیٹی نے ریش مبارک دھوئی۔ میں عرض کرونگا۔ بی بی ایک ریش خون علی اصغر سے بھی رنگین ہوگی اس کے دھونے کے لئے بھی تیاری کر لیجئے۔ بے شک وہاں ثانی زہرا زینب موجود ہوگی مگر پانی کہاں سے لائے گی جو ریش حسین دھلواتے۔

آخری مصیبت۔ رسول کی اس عالم فانی سے عالم جاودانی کی طرف رحلت تھی۔ فاطمہ باپ کی زبانی زندگی میں بہت باتیں سن چکی تھیں۔ کبھی یہ کہتے سنا تھا کہ فاطمہ میرا ٹکڑا ہے۔ جس نے اسے ستایا اس نے مجھے ستایا کبھی یہ کہتے سنا کہ میں دو چیزیں چھوڑے جاتا ہوں ایک اللہ کی کتاب دوسری میری عترت دیکھو ان دونوں کو نہ چھوڑنا کبھی یہ کہتے سنا کہ میں تم سے اجر رسالت کچھ نہیں چاہتا مگر میرے اقربا سے محبت رکھو۔ فاطمہ سوچتی تھیں کہ خدا کا رسول بار بار تاکیداً یہ کیوں کہہ رہا ہے۔ کیا کسی نبی یا رسول کی امت نے ایسا بھی کیا ہے کہ رسول کو رسول مانتے ہوئے اس کی پیاری اولاد کو ستایا ہو۔ شاید رسول نے بتلایا ہو فاطمہ جو کچھ میں جانتا ہوں تم نہیں جانتیں بیٹی تجھ پر میرے

بعد بڑا سخت وقت آنیوالا ہے۔ رسول رخصت ہو رہے تھے اصحاب رسول جہاد ترک کر کے آبیٹھے تھے کہ رسول نے دوات و قلم مانگا۔ اِک دم شور ہوا۔ ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ رسول کو زحمت مت دو مرض کی شدت سے ہذیان ہو گیا ہے۔ ہذیان کا لفظ سنکر رسول نے آنکھیں کھول دیں اور فرمایا قوموا عنی اُٹھ جاؤ میرے پاس سے۔ فاطمہ نے یہ منظر دیکھا آنیوالے واقعات کی تصویر منظر کے سامنے کھچگئی بہت روئیں۔ بابا اب آپ کے بعد ہمارا کیا ہوگا۔ رسول نے بیٹی کو سینہ سے لگایا فاطمہ نہ رو۔ باپ کو نہ رولا بیٹی کے کان سے منہ لگا کر فرمایا فاطمہ صبر و شکر سے وقت گذار دے عنقریب تو میرے پاس آنیوالی ہے۔ فاطمہ نے یہ فقرہ سنا اور مسکرا دیں۔ مسلمانو شہنشاہ کونین کا قبلہ و کعبہ دارین کا ۲۸ صفر کو بڑی دھوم سے جنازہ اٹھا۔ چند ہاشمی اور ایک علی اور رونے والوں میں ام سلمہ اور ایک بنت نبی۔

الا لعنۃ اللہ علی قوم الظالمین۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# فاطمہ زہرا صلواۃ اللہ علیہما

# فضائل

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسّلام علی سید المرسلین و آلہ الطیبین الطاھرین اما بعد فقد قال اللہ تعالیٰ وتبارک فی کتاب المبین وھو اصدق الصادقین۔

انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطہرکم تطہیرا

خدا تو ارادہ کر چکا ہے کہ اے اہل بیت رسالت تم سے ہر رجس اور برائی کو اسطرح دور رکھے جو دور رکھنے کا حق ہے ——— تاریخ کی متفقہ رائے ہے کہ یہ پنج حرفی تطہیر صرف پنجتن پاک کی شان میں آئی ہے۔ عجیب آیت ہے قدرت نے اسمیں طہارت کا حق ادا کر دیا ہے۔ اس انداز سے اور اس اہتمام سے یہ کس کی طہارت کا اعلان کیا جا رہا ہے۔ نبی اور امام عقلاً اور شرعاً طاہر [illegible] ہیں اگر نبوّت اور امامت سے عصمت کو جدا کر لو تو سوائے شک کے [illegible] ہی نہیں رہتا۔ نبوّت اور امامت کی باتوں پر یقین کے لئے عصمت ضروری ہے۔ پھر یہ کسکی طہارت کی یقین

دہائی ہو رہی ہے۔

معصوم نبوت تھی معصوم امامت تھی ❊ تطہیر کے آیہ کی کیا انکو ضرورت تھی
تطہیر کے پردہ میں دکھلائی تھی معصومہ ❊ یہ عصمت زہرا کی مخصوص شہادت تھی

کون زہرا جو حسن انسانیت کے عصمت کدہ میں محسن نسوانیت بنکر آئی۔ جمادی الثانی کی ۲۰ تاریخ جمعہ کا مبارک دن تھا کہ رسول کے گھر میں بتول آئی (جناب مریم۔ جناب آسیہ ام کلثوم خواہر جناب موسیٰ اور جناب سارا نے قابلہ کا سارا کام انجام دیا) خدیجہ کبریٰ کی پاک آغوش میں صدیقہ کبریٰ نے آنکھیں کھولیں۔ خانہ رسالت میں عید تھی رسول نے خدیجہ کو مبارک باد دی خدیجہ یہ دختر نہیں قدرت نے بشکل دختر جواب ابتر بھیجا ہے۔ رسول خوش تھے۔ کائنات خوش تھی۔ اظہار تہنیت میں ہر چیز پیش پیش تھی تحائف کا ایک سلسلہ تھا۔ خاتون جنت کی خدمت میں حوران جنت نے عقیدت پیش کی۔ فرشتوں نے عبادت پیش کی جبرئیل نے خدمت پیش کی انبیاء نے مسرت پیش کی صبر نے قناعت پیش کی ایمان نے دولت پیش کی دین نے استقامت پیش کی۔ سورۂ دہر نے سخاوت پیش کی آیۂ مباہلہ نے صداقت پیش کی آیۂ تطہیر نے طہارت پیش کی حسن نے صورت پیش کی رسول نے سیرت پیش کی خدا نے محبت پیش کی قیامت نے امامت پیش کی (صلواۃ)

تحائف کا انبار لگ گیا۔ سلسلہ قیامت تک جا پہونچا۔ فاطمہ ایک

خدا کے رسول نے حکم خدا کی تعمیل کی۔ علی کی رضا مندی لی۔ فاطمہ کی رضا جوئی کو گئے۔ بیٹی نے باپ کی زبانی علی کے مقام شجاعت امام کی بہت کچھ داستانیں سنی تھیں مگر ابھی کوئی تصویر آئینہ ظہور میں قریب سے نہ دیکھی تھی ہاں ہجرت کی رات کی جانبازی کا منظر اور بحفاظت نرغہ اعدا سے نکال کر فاطمہ کو باپ سے ملانا جب یاد آیا تو مسکرا دیں۔ اصحاب کی طلبی ہوئی۔ عروسی کی تیاری ہوئی۔ معصومین کا عقد معصوم نے پڑھایا۔ علی نے زرہ بیچکر مہر ادا کیا شہنشاہ دو عالم نے عرب کی ثروتمند بیٹی کا سامان جہیز کیا۔ سنا ہے ایک چکی اور ایک اونٹ کی کھال کا بستر۔ یہی اوڑھنا اور یہی بچھانا۔ ہرگز نہیں فاطمہ کے جہیز کا یہ سامان ہرگز نہیں تھا۔ رسول دنیاوی بادشاہ نہ تھا اگر رسول دنیوی حکمران ہوتا تو پھر دنیا دیکھتی کہ ہاں بادشاہوں کی لڑکی اور اکلوتی لڑکی کا سامان جہیز اور سامان عیش و نشاط کیسا ہوتا ہے۔ الفقر فخری کہنے والا روحانیت کا شہنشاہ تھا۔ اسکا خزانہ قارون کے خزانہ سے کہیں زیادہ اخلاقیات کے زر و جواہر سے لبریز تھا۔ اپنی عزیز اور مقدس بیٹی طاہرہ کو اسی خزانہ سے سامان جہیز دیا۔ عصمت کا آئینہ دیا۔ طہارت کا شانہ دیا صداقت کی مستی ہونٹوں پر لگائی۔ حیا کا سرمہ آنکھوں میں لگایا۔ عبادت کا ٹیکہ ماتھے پر سجایا۔ عفت کا ہار گلے میں ڈالا کانوں میں وعظ و نصیحت کے

گوشوارے لٹکائے۔

مساوات کے کنگھن ہاتھوں میں پہنائے۔ تقوے اور پرہیزگاری کی پوشاک دی۔ سر پر ولایت کا جھومر رکھا۔ قناعت کی لازوال دولت دیکر فرمایا فاطمہ خدا حافظ سپردم بخدا و سپردم بہ مرتضےٰ۔ اشرف المرسلین کی بیٹی فخر نساء العالمین بنکر امام المتقین کے گھر آئی نماز شکر ادا ہوئی۔ طاہرہ کی چادر پر تطہیر کے شریک نے سجدۂ شکر ادا کیا۔ زمین جھک گئی۔ آسمان جھکے فرشتوں نے پیشانیاں سجدہ میں گرائیں۔ ہر زرہ سے تسبیح و تہلیل کی صدائیں آئیں۔ ستاروں کی آنکھیں مسکرائیں خدا نے کہا علی کو بتول ہوئی۔ خلیل نے کہا میری دعاء امامت قبول ہوئی۔ دونوں معصوموں کے دست دعا بلند ہوئے آیۂ تطہیر کو عطا کرنے والے تو نے ہی عصمت کی عزت سے سرفراز ا ہے اے علی و فاطمہ کو ملانے والے اس عصمت کے دامن کو قیامت کے دامن سے ملا دے حضرت عیسیٰ نے سنا۔ کہا آمین یارب العالمین یا رسول کی بیٹی نے گو ماں کی ثروت و دولت کے خزانے نہ دیکھے تھے۔ مگر داستانیں ضرور سنی تھیں مگر تربیت رسول نے بیٹی کو صبر و قناعت کے وہ خزانے دکھائے تھے کہ وقت عروسی شکوہ کیسا فاطمہ کبھی اپنے جہیز کی بے سروسامانی کا تذکرہ بھی زبان پر نہیں لائیں۔ شوہر کے گھر بھی عسرت و عزبت کا دریا بہہ رہا تھا۔ کبھی فاقوں کی بھی نوبت آجاتی۔ مگر کیا ممکن کہ حرف شکایت زبان پر آئے۔ دنیا عزبت کے افسانے

اور فاقوں کے شناخسا نے سنکر اس غلط فہمی میں مبتلا ہے کہ یہ انکا کیسا امام اور مختار کل پیشوا ہے جو خود دانہ دانہ کو محتاج تھا جو خود محتاج ہو جو خود حاجتمند ہو وہ دُسروں کی حاجت کیا روا کریگا۔ گویا یہ الفاظ دگر امام یا پیشوا کو دولت مند اور غنی ہونا چاہیئے۔ اگر دولت ہی پر منظر ہے تو چھوٹے موٹے دولت مند چھوڑ کر حضرت قارون کو پیشوا کیوں نہیں بنا لیتے دولت پر جان دینے والو پیشوا کا غنی نہیں بلکہ علی ہونا ضروری ہے۔ یہ عزبت اسلئے نہیں تھی کہ یہ خود محتاج تھے۔ نہیں حاجتمندونکی حاجت روائی انکو عزیب بنا دیتی تھی ورنہ یہ وہ گھر تھا کہ اس گھر کی کنیز اگر دست دُعا بلند کر دے تو جنّت سے طعام جنّت آجاتے۔ فاطمہ کے معلم نے فاطمہ کو یہ سبق ہی نہ پڑھایا تھا۔ ان کے دروازہ پر تو اگر سائل آگیا اور گھر کے افراد کے سامنے ایک ایک روٹی رکھی ہے تو سب نے اپنی اپنی روٹیاں اٹھا کر سائل کو دیدیں۔ روزہ پانی سے افطار ہوا دوسرے روزے کی پھر نیت کرلی۔ سائل کو دینے والے ہمیشہ تہی دست رہتے ہیں اور سائلوں سے چھیننے والے ہمیشہ دولت مند رہتے ہیں۔ بہر حال دولت و ثروت میں عسرت و عزبت میں فاطمہ نے ہر حال میں علی کا ساتھ دیا۔ اگر عورتوں پر جہاد واجب ہوتا تو دنیا دیکھتی کہ یہ جعفر طیار کی بھتیجی خیبر گیر کے دوش بدوش لڑتی۔ شریک جنگ اب بھی تھیں مگر عنوان بدلا ہوا تھا۔ علی کی

مددگار ہر جنگ میں تھیں مگر تیر و کمان بدلا ہوا تھا۔ علی جنگ میں مصروف کارزار ہوتے تو فاطمہ مصلئے عبادت پر اشکبار ہوتیں اُدھر دست کرار میں ذوالفقار اٹھتی اِدھر دست دعا پیش پروردگار اُٹھتے ؎

چل رہی تھی اسطرف بدر و احد میں ذوالفقار

چل رہا تھا اسطرف تیر دُعائے فاطمہ

نہیں مینے غلط کہا کہ فاطمہ کبھی جہاد میں نہیں گئیں۔ گئیں اور بڑے عظیم جہاد میں۔ خدا کے حکم سے گئیں۔ یہ عجیب جہاد تھا۔ اُدھر نصرانیوں کی کثیر تعداد اِدھر صرف پانچ افراد۔ اور اسمیں بھی دو کمسن بچے اور ایک برقع پوش خاتون۔ رسول نے یہ جنگ کبھی لڑی ہی نہ تھی رحمت للعالمین نے بد دعا کبھی کی ہی نہ تھی۔ بڑا عظیم معرکہ تھا۔ تیر و کمان کی لڑائی نہ تھی شرک و ایمان کی جنگ تھی۔ لشکر و ہتیار کی جنگ نہ تھی صداقت گفتار کی جنگ تھی۔ نصاریٰ کے سپہ سالار نے محمدؐ کے ساتھ ایک برقعہ پوش خاتون کو دیکھا۔ معلوم ہوا کہ یہ رہبر اسلام کی بیٹی ہے اور محمدؐ کی آغوش میں اسکے دو چھوٹے چھوٹے بچے ہیں۔ لشکر نصاریٰ کا سپہ سالار جناب مریم کا پرستار تھا۔ ثانی مریم اور دو عیسیٰ نفس بچوں کو دیکھکر گھبرا گیا۔ مباہلہ ختم ہوا جزیہ کا اقرار ہوا۔ فاطمہ کی منزلت عیسائیوں نے پہچانی مگر رسول کے نبیدا یوں نے نہ پہچانی۔ رسول کا ذہن پر لعنت کرنے کو آج جسکو ساتھ لائے

تھے خدارا بتلائیے کہ وہ معاذ اللہ کاذب تھے یا صادق۔ کہنا پڑیگا کہ کاذبین کے مقابلہ میں صادقین کو لائے۔ پھر اب مسلمان کو لوامع الصادقین کی تفسیر میں کیوں پریشاں ہیں۔ اور کیوں صادقین کو اِدھر اُدھر ڈھونڈتے پھر رہے ہیں۔ فاطمہ صدیقہ ہی نہیں وہ مجسمہ صدق تھیں کہ رسالت تعظیم کو اٹھتی تھی۔ خدا کا برگزیدہ رسول فاطمہ کے دروازہ پر یا اہلبیت النبوہ یا معدن الرسالتہ کہکر سلام احترام پیش کرتا تھا۔ اگر دنیا صرف فاطمہ ہی کو سمجھ لیتی تو صراط مستقیم سمجھ میں آجاتی۔

خود چلی آتی تجسس میں صراط مستقیم
گر سمجھ لیتا زمانہ کاش کیا ہیں فاطمہ

———— (مصائب)

رسول تو یہ فرمائیں۔ کہ الفاطمۃ بضعۃ منی۔ فاطمہ میرا ٹکڑا ہے۔ جسنے اسے ستایا اس نے مجھے ستایا۔ اور رسول کے ماننے والے رسول کی آنکھیں بند ہوتے ہی رسول کی اس پارۂ جگر پر مصائب کے پہاڑ ڈھا دیں۔ کہ بیٹی کو باپ سے یوں فریاد کرنی پڑے کہ بابا آپ کے بعد مجھ پر وہ مصیبیں آئیں کہ اگر دلوں پر پڑتیں تو دن رات ہوجاتے۔ میں اُن ناقابل برداشت مصائب کا ذکر ہرگز نہ کرونگا اگر آپ سنا چاہتے ہیں تو دربار میں فاطمہ کے خطبہ سے سنئے۔ انہدام در سے سنئے فاطمہ کی شکستہ

کمر سے سنئے۔ محسن کی بطن مادر میں شہادت سے سنئے۔ مصائب کا طوفان
تھا۔ علی کی مجبوریاں تھیں۔ اور وقت امتحان تھا۔ مصائب طاقت جرأت
سے باہر ہوگئے۔ ابھی باپ کی مفارقت کو ڈھائی مہینے بھی نہ ہونے پائے
تھے کہ شفیق باپ نے مصیبت زدہ بیٹی کو پکارا۔ فاطمہ اچھا اگر مصائب
ختم نہیں ہوتے تو بیٹی اب چلی آؤ۔ فاطمہ نے چلنے کی تیاری کی۔ حسنین
کی پوشاک بدلوائی۔ بالوں میں شانہ کیا دونوں کو سامنے بٹھایا اور نا
دیر نہ معلوم کیا دیکھتی رہیں۔ خدا معلوم طشت میں جگر کے ٹکڑے نظر
آئے یا کسی تخت کے سامنے طشت میں سر نظر آیا۔ بچوں سے کہا جاؤ
بیٹا ابوالحسن کو بلا لاؤ۔ بچے اسطرف گئے۔ ماں نے بچوں کے لئے کھانا
تیار کیا اور اسما سے فرمایا۔ اسمار مجھے یہاں کے عورتوں کے
جنازہ اٹھانے کا دستور کچھ اچھا نہیں معلوم ہوتا۔ کیونکہ عورتوں
کی میت بھی تخت پر اٹھائی جاتی ہے جس سے اسکا قد وقامت نظر آتا
ہے۔ اسمار نے کہا حبش میں جنازہ کو تابوت میں رکھکر اٹھاتے ہیں
جس سے میت نظر نہیں آتی اور بتلایا۔ بنت رسولؐ وہ تابوت اس شکل کا
بنا ہوا ہوتا ہے۔ فاطمہ خوش ہوئیں اور رحلت رسولؐ کے بعد پہلی مرتبہ
ہنسیں فرمایا اسمار بس تم نے میرے پردہ کا انتظام کر دیا خدا تمہارا ہمیشہ
پردہ رکھے۔ پھر فرمایا اسمار میں حجرہ میں جاتی ہوں تم آگے سے دروازہ

بند کر لو جب تک میری پڑھنے کی آواز آتی رہے دروازہ نہ کھولنا جب
آواز آنی بند ہو جائے تو حسنین کو بلا کر پہلے کھانا کھلا دینا پھر دروازہ
کھولنا۔ اسماء کہتی ہیں کچھ دیر کے بعد آواز آنی بند ہو گئی میں نے
حسب وصیت بچوں کو بلایا اور کھانا فاطمہ کے جگر پارو کھانا تیار ہے
کھا لو حسین نے اسماء کی طرف دیکھا فرمایا اسماء کبھی ہم نے امی جان
کے بغیر کھانا کھایا ہے ہر چند اصرار کیا حسین نہ مانے اتنے میں اخی رسول
شوہر بتول تشریف لے آئے میں نے حجرہ کی طرف اشارہ کیا مولا
کو بین سمجھ گئے۔ حجرہ کھلا اور زینب وام کلثوم کا سر کھلا۔ بچوں کی فریاد نے
لنے عزیز ونکو جمع کر لیا مولا نے پانی طلب کیا اور خود بنت رسول کو غسل
دیا اسماء کہتی ہیں میں وہاں موجود تھی کہ یک لخت مولا کی چیخ نکلی حیران
ہوئی دیکھا مولا کی نظر فاطمہ کے اس پسلی کے نیل پر ہے جو انہدام در
کی یادگار رہ گیا تھا۔ معصوم غسل معصومہ سے فارغ ہوا۔ رسول کی بیٹی
نے آخری لباس پہنا۔ حجرہ کا در کھلا۔ زوج بتول نے حسین زینب
و کلثوم کو آواز دی حسن آؤ حسین آؤ۔ زینب آؤ۔ ام کلثوم آؤ،
تمہاری ماں کو آخری رخصت کا انتظار ہے، کیا کہوں کہ کیا ہوا۔ یہ
الوداعی منظر کس قیامت کا منظر تھا بچوں کے ساتھ در و دیوار روئے
سارا گھر رویا۔ زمین و زمن روئے خیبر شکن روئے اور عجب نہیں

حسینؑ اور زینب کو روتا دیکھکر خود فاطمہ روئی ہوں بچے باری باری آگے بڑھے۔ سینوں پر ہاتھ رکھکر ماں کو آخری سلام کیا جھک جھک کر ہچکیاں لینے والی ماں کی صورت دیکھی۔ بعض راویوں نے کہا ہے اور میرا بھی یہ ایمان ہے کہ صحیح ہی ہوگا کہ جب حسین بڑھے تو کفن سے دو ہاتھ بڑھے حسین اور بڑھے ہاتھ بھی اور بڑھے حسین کے گلے میں دونوں ہاتھ تھے اور حسین کا گلا ماں کے ہونٹوں پر تھا یہ منظر دیکھکر علی روئے امام حسن روئے۔ گلہ بوسی کا مفہوم سمجھے مگر زینب کی سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ سمجھی سوچتی کربلا تک چلی گئیں۔ حسین آخری رخصت کو آئے اور بہن نے بھائی کے گلے میں ہاتھ ڈالے اب سمجھ میں آیا کہ ماں نے حسین کا گلا کیوں چوما تھا ثانی زہرا نے بھی حسین کا گلا چومکر ماں کی یاد کو تازہ کردیا۔ فاطمہ نے آخری وقت ابوالحسن سے دو وصیتیں کی تھیں۔ کہ میرا جنازہ تاریکی شب میں نکلے۔ اور میرے جنازے میں میرے ستانیوالے ہرگز شریک نہ ہونے پائیں۔ ایسا ہی ہوا۔ مگر ستانیوالوں نے تدفین کی خبر سنکر کہا کہ ہم قبر کھود کر میت کو نکال کر نماز پڑھینگے۔ چنانچہ اس ارادہ سے لوگ گئے۔ مگر یہ خلافت کا مسئلہ نہ تھا۔ یہ مسئلہ نبوت تھا۔ علی کی ذوالفقار پھر نیام سے نکل آئی ارادوں پر پانی

پھر گیا اب آپ سمجھے کہ فاطمہ کی انہدام قبر کا مسئلہ کتنا پرانا ہے
مگر ہائے افسوس آج صاحب ذوالفقار نہیں جو انہدام قبر
کے آڑے آتا۔ مگر خدا صادق الوعد ہے دیر ہے اندھیر نہیں
وارث ذوالفقار موجود ہے وعدہ خداوندی کا انتظار ہے
وقت معینہ پر آئے گا اور ظالموں سے ضرور انتقام لے گا۔
(۱۴ ر جمادی الاوّل کو شہادت از ضرب انہدام باب)

الا لعنۃ اللہ علی قوم الظالمین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## امیر المومنین علی بن ابیطالب علیہ السلام

# فضائل

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین

وآلہ الطیبین الطاھرین اما بعد فقد قال اللہ تبارک تعالیٰ

فی کتاب المبین وھو اصدق الصادقین

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ۔ اِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ۔ اے ایمان والو خدا کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور جو تم میں سے صاحبان امر ہوں انکی اطاعت کرو اور اگر تم کسی بات میں جھگڑا کرو تو اللہ اور رسول کی طرف رجوع کرو۔ اگر تم خدا اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔ آیۃ کے اس آخری فقرہ سے مطلب یہ نکلتا ہے کہ اگر خدا اور رسول پر ایمان نہیں رکھتے تو لڑتے رہو۔

خداوند عالم اس آیت میں تینوں کی اطاعت کا حکم دے رہا ہے۔

اللہ کی رسول کی الوالامر کی اور تینوں کی اطاعت حکم خدا ہونے کے لحاظ سے
واجب ہے اگر الوالامر سے دنیاوی صاحب حکومت مراد ہوں تو ہر فاسق
وفاجر کی اطاعت واجب قرار پائے گی حالانکہ مسلمان خود ہر زمانہ میں دنیاوی
غلط حاکم کے خلاف ختم حکومت پر کوشاں نظر آتے ہیں ۔ چھوٹی سی آیت
ہے مگر بہت بڑا حکم ہے۔ دین کے تمام احکامات پر حاوی ہے ۔ اگر اللہ کی رسول
کی الوالامر کی اطاعت نہ کی تو کچھ بھی نہ کیا۔ اللہ کی اطاعت اور رسول کی اطاعت
میں کسی کو نزاع نہیں ۔ ہاں اگر نزاع ہے تو الوالامر میں نزاع ہے ۔ کلام کی فصاحت
اور ان تنازعتم کی وضاحت بتلا رہی ہے کہ نزاع الو الامر میں ہوگا جبھی تو
تو کہا گیا کہ نزاع کو اللہ اور رسول کی طرف رجوع کرو۔
الوالامر کی طرف نہیں اس لئے کہ نزاع تو ہے ہی الوالامر کے تعین
میں ۔ الوالامر کے تشخص اور تعین میں بحث کا بڑا وسیع میدان ہے ۔ عقل
کا فیصلہ ہے کہ رسول کو الوالامر کو کیونکہ ایک ہی اطیعوا کے تحت ذکر کیا گیا
ہے لہٰذا اطاعت رسول اور اطاعت الوالامر دونوں عقلاً اور شرعاً
واجب ہیں اور واجب الاطاعت ہستیوں میں یک رنگی اور ہم رنگی کا
ہونا لازم ہے ورنہ قدرت الوالامر سے پہلے پھر اطیعوا کا لفظ لاکر فرق
اطاعت دکھلاتی ۔ رسول اگر صادق ہے تو الوالامر بھی صادقین ہونے چاہئیں
رسول اگر سید المتقین ہے تو الوالامر امام المتقین ہونا چاہئے رسول اگر

اشرف المعصومین ہے تو الوالامر بھی امام المعصومین ہونا چاہیئے۔ ورنہ غیر صادق کو صادق سمجھ لینے۔ غیر متقی کو متقی بنانے۔ غیر معصوم کو معصوم کی جگہ بٹھلانے میں فساد و اختلاف کا دین میں کمی اور بیشی کا وہ ہنگامہ ہوگا کہ دین کی صورت مسخ ہوجائیگی اور ہر ناواقف شریعت شریعت کا ذمہ دار بن جائیگا۔ آیت میں بتلایا گیا ہے۔ کہ اختلاف کا فیصلہ خدا اور رسول سے کراؤ۔ کتاب خدا ہی کو کافی سمجھنے والوں کے لئے آیئے خالق کتاب ہی سے الوالامر کا فیصلہ چاہیں کہ الوالامر کون ہیں کس کی اطاعت کریں۔ تو قرآن کہیگا کونوا مع الصادقین۔ انما ولیکم اللہ کی آیت کہے گی۔ ھم راکعون آیہ بلغ کہیگی مولائے راسخون کم کتاب مبین کہیگی کل شیئٍ احصیناہ فی اِمَامٍ مُّبِیْن فَاسْئَلُوْٓا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْن۔ مگر آیات کی تفہیم میں قیاسات کے گھوڑے اور تاویلات کے ڈورے دوڑیں۔

قرآن کے معنی قرآن والوں سے پوچھو۔

اسکو نہ سنوگے جو محمد کی زبانی ؛ رہجائیگا قرآن فقط ایک کہانی
قرآن کو عترت سے جدا کرکے تو دیکھو ؛ ہر لفظ کہیگا ہیں بہتر مرے معنی

خدا کے حکم کی تعمیل اگر منظور ہے تو خدا سے تو پوچھ لیا اب خدا کے رسول سے پوچھیں کہ الوالامر کون ہے۔ پھر جو کچھ رسول دے وہ لیلو۔ جو کچھ رسول کہے وہ مان لو۔ صرف قرآن کے ماننے والوں سے خطاب نہیں رسول کے ماننے

والوں سے مخاطبہ ہے۔ لسان وحی کے نکلے ہوئے الفاظ ہیں۔
اَلْعَلِیُّ مَعَ الْحَقِّ وَالْحَقُّ مَعَ الْعَلِیِّ۔ پھر فرمایا علی فیصلہ دینے والوں میں سب سے بہتر قاضی ہے۔ علی کا فیصلہ فیصلہ آسمانی ہے۔ علی کا فیصلہ فیصلہ ایمانی ہے علی کا فیصلہ فیصلہ رحمانی ہے۔ انا وعلیٌ من نور واحد۔ انا مدینۃ العلم وعلی بابہا۔ علی کو مجھسے وہی نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی (امام شافعی نے فرمایا) علیٌ حبہٗ جُنَّہ۔ قسیم النَّارِ وَالْجَنَّہ۔ وصی مصطفےٰ حقا۔ امام الْاِنسِ والجِنّہ (علی کی محبّت باعث نجات ہے وہی قاسم جنت ونار ہیں وصی رسول خدا ہیں امام انس وجان ہیں۔

رسول کے ماننے والو ایک روز مسجد رسول اصحاب سے چھلک رہی تھی الوالامر کا ذکر چھڑا ایک صحابی نے پوچھا خدا کے رسول الوالامر سے کیا مراد ہے۔ بڑے جلیل القدر۔ صداقت میں فرد صحابی جابر ابن عبداللہ انصاری کا قول ہے کہ رسول نے فرمایا بتلاؤں الوالامر کون ہے۔ دست رسالت بڑھایا اور ید اللہ کے شانہ پر رکھدیا اور فرمایا ھذا الوالامر۔ اس کے بعد گیارہ نام تا امام آخرالزمان گنائے اور فرمایا ان کی اطاعت کا خدا نے حکم دیا ہے۔ صلواۃ

(از حدیقۃ الشیعہ مقدس اردبیلی۔ صلوٰۃ) آداب الوالامر کو خود الوالامر سے پوچھیں۔ الوالامر کہیگا میں امر خدا ہوں میں امر رسول

ہوں اور میں ہی الوالامر ہوں امر خدا ہمارے دروازے سے ہی نکلکر
تم تک پہونچتا ہے۔ الوالامر وہ ہے جو امر خدا سے الوالامر بنا ہو۔ دُنیا
کی باتیں ہوں یا دین کی الوالامر سے پوچھو وہ دنیا کی راہوں سے کہیں زیادہ
آسمان کے راستوں سے واقف ہے۔ قرآن ناطق جانتا ہے کہ قرآن کیا
کہہ رہا ہے۔ کب نازل ہوا۔ کیسے نازل ہوا رات میں یا دن میں۔ سفر میں یا
حضر میں۔ رزم میں یا بزم میں۔ فرش پر یا عرش پر۔ مدح میں قدح میں
سَلُوْنِیْ قَبْلَ عَنْ تَفْقِدُوْنِی۔ اس سے پہلے کہ مجھے نہ پاؤ مجھ سے پوچھ لو
کون صادق ہے اور کون کاذب۔ کون مومن ہے۔ اور کون منافق۔ میں
نقطہ قرآن ہوں۔ میں کل ایمان ہوں میں ہی امام آفاق ہوں اور الوالامر کا
مصداق ہوں (صلوٰۃ) دین رسول ہیں اور میں دین کی کتاب علم رسول ہیں اور
میں علم کا باب۔ دوستوں کے لئے راہ صواب دشمنوں کے لئے برق عذاب
خدا کا انتخاب ہوں اور وصی رسالت مآب ہوں رسالت پر شک کرنے
والوں کو اگر الوالامر میں اب بھی شک ہو تو آؤ۔ رجب کی ۱۳ ار تاریخ تھی
بعثت رسول کی منزل قریب تھی۔ فاطمہ بنت اسد الوالامر کو بطن
مقدس کی پاک و پاکیزہ چادر میں چھپائے۔ امامت کے قدم بڑھائے علی اعلیٰ
کے گھر پہونچیں۔ در بند پایا۔ دیوار نے کہا ہے در (سیدہ) خیبر شکن کیلئے
دیوار نے در بنایا بنت اسد بے جھجک یوں داخل ہوگئیں جیسے اپنا ہی گھر

ہے۔ خانۂ خدا میں نورِ خدا چمکا۔ ہاتف کی آواز آئی۔

اس نورِ ولایت پر الطاف دلی رکھنا ⁂ اے فاطمہ بیٹے کا تم نام علی رکھنا

ادھر رسالت کے دست دعا بلند تھے۔

حبیب خدا نے خدا سے دُعا کی ⁂ ضرورت ہے مشکل میں مشکلکشا کی

مٹانے کو ظلمت کے تنویر دیدے ⁂ جہاد مخالف کو شمشیر دیدے

شجاعت کی اک زندہ تصویر دیدے ⁂ دیا ہے جو قرآن تو تفسیر دیدے

اگر چاہتا ہے کہ ہو دین کامل

امامت کو کردے رسالت میں شامل

رجب کی ۱۳ تاریخ تھی

دعا ہو رہی تھی کہ آواز آئی ⁂ رسول اپنا کعبہ سے لے آؤ بھائی

رسالت فرط مسرت سے جھومی ⁂ قبولیت نے زبان دُعا چومی

نور نور کی طرف بڑھا۔ رسالت کعبہ میں آئی اور امامت آغوش رسالت میں

فاطمہ نے کہا علیؑ آیا۔ رسول نے کہا میرا وصی آیا۔ خدا نے کہا میرا ولی آیا۔

قرآن ناطق نے آنکھیں کھولیں آئینہ خالق میں صورت رحمٰن دیکھی حمد

خالق میں زبان کھلی۔ رسول نے تلاوت قرآن سنی، علی کو وصی کہکر زبان

دیدی۔ نور نے نور کو سینہ سے لگایا۔ شجر طیبہ کو پروان چڑھایا۔ آخر

وقت بعثت آیا۔ جب تک علی نہ آئے تھے نہ تبلیغ کا زمان آیا نہ دعوت

رحمٰن آیا نہ رسول پر قرآن آیا۔

رسالت لیکے نور اولین و آخرین آیا، نہ آیا حکم تبلیغ رسالت اور نہ دین آیا
وحی لیکر رسالت تک نہ جبریل آمین آیا نہ آئی دولت ایماں نہ قرآن مبین آیا
نہ جب تک خانۂ حق میں امیرالمومنین آیا

ایک روز غار حرا میں قولوا الا اللہ الا اللہ کا پیغام آیا رسول نے آکر اپنی رازداں بیوی کو سنایا۔ خدیجہ برسوں پہلے اس پیشگوئی کو اپنے ماہر منجم عزیز کی زبانی سن چکی تھیں۔ آثار نبوت تو پہلے سے دیکھ رہی تھیں۔ وقت کا انتظار تھا۔ سنتے ہی محمد کی پرستار رسالت پر ایمان لائی۔ علی نے سنکر مدعا پایا۔ کار رسالت کا آغاز ہوا دعوت ذوالعشیرہ میں پہلا اعلان ہوا۔ سارا خاندان جمع تھا۔ دعوت کے اعجاز پر حیران تھا۔ مگر جب دعوت ایمان دی گئی تو پشیمان ہوئے۔ کوئی خاموش رہا اور کوئی ہنسا۔ رسول نے کہا آج جو میرے رسالت کی گواہی دے گا وہ میرا اخی ولی اور وصی ہوگا۔ اسی کی اطاعت سب پر فرض ہوگئی۔ کون گواہی دیتا کس نے رسول بنتے ہوئے دیکھا تھا وہ اٹھا جس نے عالم نور میں اپنی نورانی آنکھوں سے نور محمدی کو رسول بنتے ہوئے دیکھا تھا۔ لوگ سمجھے بچہ تھا مگر یہ گواہ عالم نور میں رسول کا ہم عمر تھا۔ علی نے گواہی دی خدا نے دوسری گواہی دی۔ دو خداؤں کی گواہی ہوگئی ایک کائنات کے خدا کی ایک نصیری کے خدا کی۔ کار تبلیغ کا آغاز ہوا۔

بشیر نے صالحین و مومنین کو بشارت دی نذیر نے مشرکین و منافقین کو ڈرایا۔ شوقینوں کو احسن القصص سنا کر جنت کے باغ دکھائے۔ تاریک دلوں میں نور اتارا۔ پتھر دلوں میں جلوۂ طور اتارا۔ اصول کی تعلیم دے کر صراطِ مستقیم دکھائی فروع کی تعلیم دیکر راہ پر چلنا سکھایا۔ کفر و نفاق کے پہاڑ راہِ دین میں حائل تھے۔ غور کیا اپنے کبھی پہاڑوں کی طرف مائل تھے رسول نے تبلیغ دین کے ساتھ حفاظت دین کی کوشش بھی جاری رکھیں آپ نے تبلیغ رسالت نہ کی جتنی الوالامر کی وضاحت فرمائی۔ محافظ دین کی قدم قدم پر نشاندہی کی۔

علی کو کعبہ میں ہاتھوں پہ لیکر — زبان حق دہان حق میں دے کر
عشیرہ کی کبھی دعوت میں لاکر — اخی اپنا وصی اپنا بنا کر
کبھی کعبہ میں کاندھوں پر چڑھا کر — کبھی نفس رسالت ہی بنا کر
کبھی تطہیر کی چادر اڑھا کر — شب ہجرت سر بستر سلا کر
مدینہ علم کا خود کو بنایا — علیؑ کو باب ہمارستہ دکھایا
امانت دیکے سمجھایا امین ہے — مرے بستر پہ میرا جانشین ہے
یہ دامادِ محمد مصطفےٰ ہے — قسیم نار و جنت مرتضےٰ ہے
احد میں بدر میں خیبر میں لاکر — کبھی کرار کو [illegible]
کبھی میدان میں تلوار دے کر — علی کو لا فتےٰ کرار [illegible]

بتایا کل ایمان بھی یہی ہے ، عبادات جہاں ضرب علی ہے
کبھی کہکر کہ اس رخ کی زیارت عبادت ہے عبادت ہے عبادت
مسلمان کو ہر ایک پہلو دکھایا مگر یہ راہ پر ہرگز نہ آیا ! !
بالآخر حکم خلاق جہاں سے رسالت نے رسالت کی زبان سے
غدیر خم میں ہاتھوں پر اٹھایا اٹھایا اور دنیا کو دکھایا
کہا مجمع سے میں مولا ہوں جسکا علی بھی آج سے مولا ہے اسکا

رسول نے ساحل غدیر پر علی کو ایک خیمہ میں بٹھایا ایک لاکھ کے مجمع کو حکم فرمایا کہ فرداً فرداً جاؤ اور اپنے مولا کو یا امیرالمومنین کہکر سلام کرو۔ آج دنیا کہتی ہے یا علی مت کہو شرک ہے اور رسول نے کہا یا امیرالمومنین کہکر سلام کرو عین ایمان ہے۔ ہر حاکم کو اولوالامر بتلانے والو حاکم کتنا ہی متقی اور پرہیزگار ہو عابد و دیندار ہو اگر بے حکم پروردگار ہے تو اس کی اطاعت مستحب ہے واجب نہیں۔ اولوالامر کے لئے بڑی اسناد۔ بڑے القاب بڑے خطابات کی ضرورت ہے۔ کاسر اصنام ہو قاطع کفر و عدوان ہو۔ کل ایمان ہو۔ امام انس و جان ہو۔ مظہر شان رحمٰن ہو قاتل المشرکین ہو۔ یعسوب الدین ہو۔ قائد غر المحجلین ہو تاجدار یقین ہو سید الوصیین ہو۔ نور اولین ہو خلیفۃ الامین ہو۔ ابوتراب [illegible] عرش اعلیٰ کا مکین ہو حبل المتین ہو۔ اخی خاتم النبیین ہو اور امیرالمومنین ہو

مولائے کائنات کے دو مخصوص خطاب ہیں۔ ایک تو ابوتراب جو حضرت علی کو خود مرغوب تھا۔ دوسرا مخصوص خطاب امیرالمومنین اور یہ اسقدر مخصوص خطاب ہے کہ ایک روز خدمت امام جعفر صادق علیہ السلام میں حضرت کا ایک محب آیا اور یا امیرالمومنین کہکر آداب بجا لایا صادق آل محمد نے صحابی کو منع فرمایا کہ آئندہ اس گناہ کا مرتکب نہ ہو۔ صحابی نے وجہ پوچھی فرمایا کہ یہ لقب ایک خاص موقع کی یادگار ہے اور مخصوص بحکم پروردگار ہے غدیر میں حکم قدیر سے بشیر ونذیر نے علی کو اس لقب سے ملقب فرمایا۔ صرف میرے ہی لئے نہیں کسی امام کے لئے یہ لقب استعمال نہ کرو۔ صحابی نے سوال کیا کیا بارہویں امام کو بھی امیرالمومنین کہنا منع کیا ہے۔ فرمایا بیشک منع ہے۔ بقیتہ اللہ کہو آخری الوالامر کو صاحب امر کہو مگر امیرالمومنین نہ کہو اور یاد رکھو اگر علی کے علاوہ کوئی کسی کو امیرالمومنین کہے تو کہنے والا اور کہلوانے والا دونوں گنہگار ہیں ۔ (حدیقتہ الشیعہ صہ از کافی)

مگر دنیا نے مصلحت کوشیوں پردہ پوشیوں کی انتہا کردی ستمگاروں کو بدکاروں کو میخواروں کو برسر دربار امیرالمومنین کہا اور نہ شرمائے ۔ امام کے خدائی عطا کردہ نام کو اسقدر عام کیا۔ امام غزل ۔ امام سخن ۔ امام کلام امام فقہہ امام بنا ڈالے ۔ خدارا الوالامر کی اتنی توہین نہ کرو ورنہ صاحب امر کے انتقام کا انتظار کرو۔ اسلامی دنیا کا متفقہ فیصلہ ہے کہ صاحب

امر آئے گا اور صراط مستقیم سے ہٹنے والوں سے انتقام لے گا۔ صراط مستقیم کسی پشاور روڈ۔ مری روڈ۔ طارق روڈ۔ خالد روڈ کا نام نہیں اگر صراط مستقیم دیکھنا ہو تو قرآن کے تمام حروف مقطعات جن کے سمجھنے سے قاصر ہو۔ جمع کر لو اور ان حروف مقطعات میں جتنے مکرر حروف آئے ہیں۔ انکو نکال دو تو صرف چودھا حروف باقی بچیں گے ان سے بامعنی عبارت بناؤ۔ تو صرف ایک یہی نقرہ بن سکے گا صِرَاطَ عَلِیٍّ حَقٌّ نُمۡسِکُہٗ۔ صراط مستقیم سمجھ میں آجائے گی۔ علی کا راستہ حق ہے اسی کو پکڑے رہو اعجاز قرآن یہ ہے کہ ان چودہ حروف کا ایک ایک حرف چودہ معصومین کے نام میں موجود ہے۔

(صلوٰۃ)

خیال و فکرِ خرد فہم کا یہ کام نہیں ٭ علی کا عقل میں آجائے وہ مقام نہیں
امام جتنے بھی دنیا میں ہیں ترابی ہیں ٭ ابوتراب ہو ایسا کوئی امام نہیں

ایک دفعہ علی کے اعلیٰ مقام سے حیران ہو کر جناب ابوذر غفاری نے خدا کے رسول سے پوچھا۔ اللہ کے رسول علی کا مرتبہ سمجھ میں نہیں آتا، فرمایا یا اباذر اگر سلمان کا مرتبہ میں تجھے بتلا دوں۔ تو کافر ہو جائے اور اگر سلمان کو علی کا مرتبہ بتلا دوں تو سلمان کافر ہو جائے (مصائب)

مگر افسوس دنیا نے دشمنان الوالامر کو الوالامر بنایا اور خدا کے بنائے ہوئے الوالامر کا خون بہایا۔ ۱۹ رماہ رمضان تھی کہ یا علی کے مخالف

سے نے زہر میں تلوار بجھائی ۔ آج یا علی کے مخالفین زہر میں زبان بجھا رہے ہیں ۔

شاہ مردان شیر یزدان قوت پروردگار ۔ لا فتیٰ الا علی لا سیف الا ذوالفقار کو ختم کرنا کوئی آسان کام نہ تھا ۔ سوچی اور بڑے دور کی سوجھی سوچا ۔ یہ باخبر مجاہد ۔ عبادت میں دنیا اور ما فیہا سے بے خبر ہو جاتا ہے سجدہ میں تلوار چلی وار کامیاب ہوا ۔ فزت برب الکعبہ کی آواز بلند ہوئی سارا گھر پریشان تھا ۔ شہادت کا مشتاق عابد رات بھر مصلے سے اٹھ اُٹھ کر آسمان کی طرف دیکھتا رہا ۔ فرشتہ کی آواز سنکر ۔ ارکان ہدایت منہدم ہوئے ۔ حسن اور حسین دوڑے ۔ کعبہ ایمان کو سہارا دیکر گھر میں لائے ریش مبارک خون میں تر تھی ۔ زینب و کلثوم کو ماں کی جدائی یاد آئی باپ کی مفارقت نے تڑپایا یا علی کی صدائیں بلند ہوئیں ۔ زخم ایسا نہ تھا جس سے جانبری کی امید ہو ۔ امت کے شفیق امام نے بڑے بیٹے کو بلایا ۔ بیٹا حسن دیکھو اگر میں نہ بچوں تو بس ایک ہی وار میرے قاتل کے لگانا زیادہ نہ ستانا اور اگر میں زندہ رہا تو مجھے اختیار رہے ۔ انتقام لوں یا معاف کر دوں ۔ پھر قاتل کو بلوایا ۔ امام نے فرمایا ابن ملجم کیا میں تیرا اچھا امام نہ تھا قاتل گردن جھکا کر رو دیا ۔ علی کو رحم آیا قاتل کو شربت پلایا ۔ وقت رحلت قریب ہوتا رہا سارا گھر روتا رہا زینب

بے تاب تھیں امام نے زینب کی طرف دیکھا اور خدا جانے کیا یاد آیا فرمایا بیٹی زینب نہ رو ابھی تجھے بہت کچھ رونا ہے۔ فرمایا سب میرے قریب آجاؤ۔ ایک ایک سے ملے اور رخصت کیا۔ امام حسن سے کہا بیٹا ذرا قریب آجاؤ۔ سینہ سے لگا کر تا دیر کان میں کچھ سمجھاتے رہے حسین کو بلایا حسن کے ہاتھ میں ہاتھ دیا۔ بیٹا حسن حسین سے خبردار پھر بیٹی کو بلایا حسین کا دوسرا ہاتھ زینب کے ہاتھ میں دیا وفادار بیٹی حسن کے بعد حسین کی محافظ تو ہے تجھے حسین کی زندگی اور موت کے بعد بھی حسین کا ساتھ دینا ہے۔

ام البنین ایک طرف آنکھوں میں اشکوں کا دریا لئے۔ کبھی امام کی طرف دیکھتیں کبھی عباس کے افسردہ چہرہ پر نظر ڈالتیں۔ آخر نہ رہا گیا۔ عرض کیا مولا آپ کا عباس رو رہا ہے کہ آقا نے غلام کو یاد نہ فرمایا امام نے سنا اور رو دیئے فرمایا ام البنین تم بھول گئیں میں نے عباس کا نام عباس کیوں رکھا ہے۔ یہ شیر خدا کا شیر ہے۔ میں نبی کا مددگار تھا یہ حسین کا علمبردار ہے۔ عباس کو اشارہ سے بلایا پاس بٹھایا شانوں کا بوسہ لیا اور فرمایا عباس میں نے راتوں کی عبادت میں صبح کی نمازوں میں حسین کا واسطہ دے کر تمہیں خدا سے مانگا ہے کہ پالنے والے مجھے ایک ایسا شجاع بیٹا دیدے جو حسین کا ایسا پروانہ ہو جیسا میں رسول

کا پروانہ رہا۔ عباس بیٹا تم میری دعا بنکر آئے ہو اب وفا بنکر دکھانا ہے۔ یہ کہکر حسین کے ہاتھ میں عباس کا ہاتھ دیا حسین نے عباس کو سینہ سے لگایا۔ حسین روئے عباس روئے سارا گھر رویا عجب نہیں کہ روح فاطمہ بھی آئی ہو۔ فاطمہ کے بچے آج بے ماں اور بے باپ کے ہو رہے تھے علی کا سایہ زینب و کلثوم کے سر سے اٹھ رہا تھا اور باپ کے مرنے کے بعد جو طوفان فاطمہ پر آیا اس سے سخت زینب پر آنیوالا تھا۔ فاطمہ نے حسین کو ذبح ہوتے نہ دیکھا تھا زینب نے یہ منظر بھی دیکھا اپنی ماں کی دولت زمین کربلا پر لٹتی دیکھی اور رو بھی نہ سکیں۔

۲۱ رمضان کو۔ امیر المومنین کا جنازہ بیٹوں نے اٹھایا واعلیا واعلیا کی صدائیں بلند ہوئیں مگر ہائے حسین۔ نہ کوئی روسکا نہ جنازہ اٹھا۔ یتیمان حسین کے گوشوارے اتار کر پرسا دیا گیا۔ بیواؤں کو رسول کی نواسیوں کی چادریں چھین کر خیمہ جلا کر تسلی و تشفی دی گئی میرے مولا نجف والے مولا۔ نجف تو کربلا سے بہت قریب ہے۔ زینب کی آوازیں تو آپ سن رہے ہونگے مگر بیٹی کی تسلی اور تشفی کو جب پہونچے جب فاطمہ کے گھر کا چراغ گل ہو چکا تھا رات کی ماتمی سیاہ چادر افق آسمان پر پھیلتی چلی جارہی تھی اور زینب تنہا لاشوں کے درمیان بیٹھی تھی۔

الا لعنۃ اللہ علی قوم الظالمین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# امام حسن علیہ السلام

# فضائل

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی اشرف الانبیاء والمرسلین وآلہ الطیبین الطاہرین اما بعد فقد قال اللہ تبارک وتعالیٰ فی قرآن المبین وھو اصدق الصادقین

اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ ۝ فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ ۝
اِنَّ شَانِئَکَ ھُوَ الْاَبْتَرُ ۝

اے رسول ہم نے تمکو کوثر عطا کیا۔ تم اپنے پروردگار کی نماز پڑھا کرو اور قربانی دیا کرو۔ تمہارا دشمن ابتر مقطوع النسل ہے۔ جس سورہ کو عنوان کلام قرار دیا گیا ہے یہ عجیب سورہ ہے جسکی ندرت اور عظمت پر خود خالق کلام کو ناز ہے۔ قرآن کی صداقت میں یہ سورہ ہی تھا جو در کعبہ پر لٹکا کر یہ کہا گیا کہ اگر قرآن کریم کو تم کلام بشر سمجھتے ہو تو اس قسم کے صرف تین فقرے ہی بنا کر لے آؤ۔ عرب کی فصاحت کا ڈنکا بج رہا تھا بڑے بڑے اہل زبان صاحب معنی و بیان موجود تھے۔ شاعران نازک

خیال اور ساحران باکمال کا دور تھا۔ اسلام کے مٹانے اور رسول کے جھٹلانے
کے واسطے کتنا آسان موقع مل گیا تھا۔ ایک تین مصرعے گھڑ کر لے آتے
اسلام ختم ہوجاتا کوششیں ہوئی ہونگی اور گھوٹا ٹیک کوشیش ہوتی ہونگی
مگر انا شانئک ہو الابتر کے بعد ماھذا کلام البشر مجبوراً لکھنا پڑا فصحا
نے ہتیار ڈالدیئے شعرا ماھذا کلام البشر کا مصرعہ لگا کر چپ
ہو رہے تنگ آمد بجنگ آمد۔ کی بنا پر رسول کی ایذا رسانی کی ابتدا
ہوئی۔ طرح طرح سے تکلیفیں پہونچائیں۔ دیکھا کامیابی نہیں ہوتی قبائل
کے تمام سرداروں کی خون آشام تلواروں نے شب ہجرت خانۂ رسول
کو گھیر لیا۔ مگر جب علی اعلیٰ نے اپنے حبیب کو بحفاظت دشمنوں کے
خطرات سے بچا لیا تو آنکھیں کھلی کی کھلی رہگئیں۔ علی کو دیکھا مگر رسول
نظر نہ آئے کافروں کے حملہ مدینہ پر بار بار ہوتے اور بڑی تیاریوں
سے ہوئے ہزاروں جانیں تلف ہوئیں حالانکہ بات صرف اتنی سی تھی کہ قرآن
کے اس سب سے چھوٹے سورہ کا جواب لے آتے نہ جنگ کی نوبت آتی نہ
اتلاف جان کی۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ اس چھوٹے سے سورہ میں قدرت نے
کیا رکھ دیا ہے۔ فصحا کا بیان ہے کہ علم بیان کی رو سے بہتر معانی
و بیان کے محاسن اس سورہ میں جمع ہیں۔ وزن و قوافی کے علاوہ سورہ
کے فقرات کو الٹ پلٹ کر جسطرح پڑھو مفہوم و معانی اور فصاحت میں

کوئی فرق نہیں آتا۔ سورۂ کوثر کی شان نزول سے شان رسول کا پتہ چلتا ہے قدرت سے اپنے رسول کی افسردہ دلی نہ دیکھی گئی۔ کہ میرے دشمن میرے رسول کو ابتر یعنی محروم اولاد ذکور کہہ کہہ کر شرمندہ کریں۔ فرمایا اے میرے حبیب افسردہ نہ ہو ان کو ابتر کہنے دو۔ ہم تمہیں کوثر عطا کرینگے علماء اسلام نے کوثر کا مطلب حوض کوثر لیا ہے۔ مگر سمجھ میں نہیں آتا کہ قدرت جس رسول کی شان ہیں لولاک لما خلقت الافلاک کہے جسکو احمد مختار بنائے کونین کا سرا بنائے۔ جنت و کوثر کا مالک بنا چکا ہو۔ اس سے اب کہے کہ جاؤ ہم نے تمہیں حوض کوثر عطا کر دیا۔ سبحان اللہ یہ کونسا کوثر تھا جو ابتک رسول کو عطا نہ ہوا تھا۔ اور پھر غور تو کیجئے دشمن تو کہیں ابتر ہو مقطوع النسل ہو اولاد ذکور سے محروم ہوا ور خدا کہے مت گھراؤ ہم نے تمہیں حوض کوثر دیدیا۔ یہ بالکل فیصلہ ایسا ہو اکہ مانگی جائے اولاد اور اولاد کے بدلے گھر میں ایک پانی کا نلکہ لگوا دیا جائے۔ ماننا پڑے گا کہ کوثر سے مراد حوض کوثر نہیں بلکہ کوثر کا مطلب کثرت ہے اور وہ بھی کثرت اولاد۔ سورہ کے دوسرے فقرے فصل لربک وانحر نے پہلے فقرے کی وضاحت کی کہ اے رسول اپنے رب کی نماز پڑھو اور قربانی دو۔ تو کیا بندہ پرور ابتک رسول اپنے رب کی نماز نہ پڑھتے تھے۔ ضرور پڑھتے تھے یہاں اس عطیہ عظمہ پر نماز شکر اور قربانی کا حکم ہوا شکر

گذار رسول اس عطیۂ خالق پر سجدہ میں تو ضرور جھک گیا ہوگا قربانی بھی دی ہوگی اور قربانی کا وعدہ بھی کیا ہوگا اور ایسی قربانی جو آدم سے تا ایندم کسی نے نہ دی ہو اور وہ قربانی جو قربانی خلیل سے بڑھکر ذبح عظیم کہلائے

اِنَّ وَعۡدَ اللّٰهِ حَقٌّ

خدا کا وعدہ پورا ہوا۔ نسل رسول ایسی پھیلی کہ باوجود فراعین کی مخالفت کے ساری دنیا اور دنیا کے ہر گوشہ میں آج نسل رسول موجود ہے۔ علی اور فاطمہ کی اولاد سے عالم جھلک رہا ہے۔ رسول نے فرمایا تھا کہ سب انبیاء کی اولاد انکے صلب سے ہوئی اور خدا نے مجھے صلب علی سے اولاد عطا کی۔ وہ میری ہی اولاد ہے آیۂ مباہلہ نے اَبۡنَآءَنَا۔ کہکر مہر تصدیق لگا دی۔ ماہ مبارک رمضان کی پندرہ تاریخ تھی کہ چودھویں کا چاند بنکر شب قدر سے پہلے کوثر کی تفسیر کی پہلی فرد آئی۔ آغوش طاہرہ میں مطہر اتری یا سورۂ کوثر کی تفسیر اتری ہے۔

خانہ زہرا میں پہلی عید ہے ۔۔ سورۂ کوثر کی اب تمہید ہے،
آرہا ہے حسن لاثانی کوئی ۔۔ یا نزول سورۂ توحید ہے،

---

حسن کے حسن سے فاطمہ کا گھر جگمگایا۔ امامت کے گھر میں امامت کا ثمر آیا۔ جبریل من جانب رب جلیل پیغام لایا۔ جاؤ رسول

خاتون جنت کے گھر میں کوثر آیا۔ رسول اَنَّ وَعْدَ اللّٰہِ حَقٌّ کہتے ہوئے سورہ کوثر کی تلاوت کرتے خانۂ فاطمہ میں آئے۔ ہاتھوں پر حسن کی تصویر لی۔

ہاتھوں پہ مصطفےٰ کے تھا ہمشکل مصطفےٰ — دو آئینوں کے بیچ میں تصویر ایک تھی
رخسارۂ حسنؑ پہ تھا رخسار مصطفےٰ — مصحف تو دو ضرور تھے تحریر ایک تھی
نور حسن کے سامنے تھا نور مصطفےٰ — دو شمعیں نور بار تھیں تنویر ایک تھی
قرآن کے ہاتھ پر تھی حمائل کھلی ہوئی — چھوٹے بڑے کا فرق تھا تفسیر ایک تھی

فاطمہ کا گھر آباد ہوا۔ علی کا دل شاد ہوا۔ رسول صاحب اولاد ہوا خدا صادق الوعد ہوا۔ اپنی مصوری پر طالب داد ہوا ؎

کس حسن سے خالق نے تصویر حسن کھینچی — جب کھنچ گئی دیکھا تو تصویر رسالت تھی

رسول نے فصل لربک والنحر کے حکم کی تعمیل کی۔ نماز شکر ادا ہوئی دنبہ کی قربانی ہوئی۔ تعمیل حکم ربانی ہوئی حسن نے کہا میرا وقار آیا۔ جنت نے کہا میرا سردار آیا امامت نے کہا دوسرا تاجدار آیا۔ رسول نے کہا میرا یادگار آیا۔ عبادت نے کہا عابد شب زندہ دار آیا۔ سخاوت نے کہا سخاوت شعار آیا۔ قدرت نے رسول کو حسین فرزند عطا کیا حکم ہوا کہ اسکا نام بھی حسن رکھو۔ امام حسن نے تقریباً ساڑھے سات سال اپنے جد نامدار احمد مختار کے سایۂ عاطفت میں اور تقریباً آٹھ سال اپنی مادر گرامی فاطمہ زہرا کی آغوش عصمت میں تربیت پائی۔ معصومین کی آغوش

میں تربیت پانے والا بھی معصوم تھا جو بچپن ہی سے لوح محفوظ کا مطالعہ کرتا تھا۔ علامہ حجر عسقلانی فتح باری شرح بخاری میں لکھتے ہیں کہ انّ الحسنَ یُطالِعُ اللّوحَ المحفوظ۔

امام حسن کمسنی ہی میں لوح محفوظ کا مطالعہ کرتے تھے۔ امام بخاری ناقل ہیں کہ ایک روز صدقے کی کھجوریں حضرت کے سامنے رکھی ہوئی تھیں امام حسن ان کھجوروں سے کھیل رہے تھے آپ نے ایک کھجور اٹھا کر اپنے منہ میں رکھ لی رسول نے دیکھا اور فرمایا تھو کو تھو کو۔ بیٹا کیا تمہیں نہیں معلوم کہ صدقہ ہم اہلبیت پر حرام ہے (صحیح بخاری پارہ ۔ ۶) یہ اسوقت کا واقعہ ہے جبکہ امام شیرخوار تھے پیغمبر اسلام کا ایک شیرخوار بچہ سے اس طرح خطاب کرنا کہ کیا تم کو نہیں معلوم کہ صدقہ ہم پر حرام ہے ایک ایسا مسئلہ ہے جس نے علماء اسلام کو غور و فکر میں ڈالدیا ہے کیونکہ عام طور پر کمسن بچوں میں مادی چیزوں کے سمجھنے تک کی صلاحیت نہیں ہوئی چہ جائے کہ ایک شیرخوار بچہ کا مسئلہ شرعیہ اور اسکی حرمت و حلت کو سمجھنا۔ لہذا پیغمبر اسلام کا امام حسن کو ایک مسئلہ کی حرمت کی طرف توجہ دلانا دو صورتوں سے خالی نہیں یا معاذ اللہ رسول اسلام کا خطاب مہمل اور عبث تھا۔ یا امام حسن میں مسئلہ حرمت و حلت کے سمجھنے کی صلاحیت موجود تھی۔ چونکہ آنحضرت کا خطاب مہمل اور آپ کا قول

عبث نہیں قرار پا سکتا اس لیے تمام علماء اسلام نے متفقہ طور پر اس امر کا فیصلہ کیا کہ امام حسن اگرچہ کمسن تھے مگر آپ کا علم بچوں پر قیاس نہیں کیا جا سکتا آپ عہد طفولیت ہی میں احکام شریعت سے واقف تھے۔ اوران کی حرمت اور حلت کا علم رکھتے تھے سرکار ختمی مرتبت پر جب وحی نازل ہوتی تھی اور آپ اپنے اصحاب سے بیان فرماتے تھے تو امام حسن بھی آپکے پاس یا آپ کے زانو پر بیٹھکر سنا کرتے تھے۔ جب رسول کریم کے سامنے جناب فاطمہ ان آیات کی تلاوت کرتی تھیں تو آنحضرت دریافت فرماتے تھے۔ بیٹی یہ آیتیں تمہیں کس نے سنائیں۔ آپ عرض کرتی تھیں آپ کے نواسے حسن نے (مناقب ابن شہر آشوب)

ایک روز حضرت علی نے یہ دیکھنا چاہا کہ امام حسن اپنی والدہ ماجدہ کے سامنے وحی الٰہی کی کسطرح ترجمانی کرتے ہیں آپ مکان کے ایک گوشہ میں چھپ گئے امام حسن حسب معمول گھر میں داخل ہوئے اور جناب فاطمہ کی خدمت میں پہونچکر وحی کی ترجمانی شروع کی لیکن تھوڑی ہی دیر کے بعد عرض کیا یَا اُمَّاہُ لَقَدْ تَلَجْلَجَ لِسَانِیْ لَعَلَّ سَیِّدَ اُیْرَانِیْ۝ والدہ گرامی آج میری زبان میں لکنت ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی بزرگ مجھے دیکھ رہا ہے۔ یہ سنکر حضرت علی مسکراتے ہوئے سامنے آ گئے اور حسن کو گود میں اٹھاکر منہ چوم لیا۔ (بحار) یہ نواسہ رسول کی

کمسنی اور صغر سنی کی باتیں ہیں اگر یہ بچے درس گاہ الٰہی کے تعلیم یافتہ نہ تھے
مدینہ علم کے تربیت یافتہ نہ تھے۔ بچپن ہی سے درجہ امامت پر فائز نہ تھے
پھر ایسے جامع الصفات اور عظیم الدرجات کوئی ایک ہی بچہ اُس زمانہ یا
اِس زمانہ کا زمانہ پیش کردے۔ نواسہ رسول کے بچپن ہی کا واقعہ ہے اور
دور خلافت ثانی کا کہ ایک قاتل و مقتول دربار میں پیش کیا گیا۔ قاتل کے
ہاتھ میں خون آلود چھری تھی اور مقتول کی گردن تن سے جُدا تھی مقدمہ پیش
ہوا۔ قاتل نے اقرار جرم کرلیا اس کے قتل کا حکم صادر ہوا۔ کہ ایک شخص
نمودار ہوا اور اُس نے آکر اقرار کیا کہ اسکو مینے قتل کیا ہے اصلی قاتل
میں ہوں عدالت عالیہ حیراں تھی کہ کیا فیصلہ دیا جائے مشکل کے وقت
مشکل کشا یاد آئے۔ حضرت علی کے پاس دونوں مجرموں کو بھیجا گیا دونوں
کا بیان ہوا۔ پہلے نے کہا میں قصاب ہوں گھر میں بکرا ذبح کیا تھا کہ پیشاب کی
حاجت ہوئی خون آلود چھرے لئے ہوتے باہر چلا گیا وہاں جاکر دیکھا کہ ایک
شخص تازہ ذبح ہوا پڑا ہے لوگوں نے مقتول کو اور مجھے دربار خلافت
میں پیش کردیا۔ میں نے سوچا انکار سے فائدہ نہیں جرم ثابت ہے اقرار
کرلیا۔ دوسرے نے کہا جب مجھے معلوم ہوا کہ ایک شخص بے گناہ قتل ہورہا
ہے تو مجھ سے نہ رہا گیا اور کیونکہ میں نے ہی اسکو قتل کیا تھا جاکر اقرار کرلیا۔
مولانے دونوں کے بیان سنے امام حسن اسوقت موجود تھے امام نے بیٹے کی

طرف اشارہ کیا۔ حسن اسکا فیصلہ تم کردو۔

امام حسن نے فرمایا۔ دونوں کو چھوڑ دو۔ قصاب تو بے گناہ ہے اس کی سزا کا تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا دوسرا شخص اگرچہ قاتل ہے مگر چونکہ اُسنے ایک بے گناہ کی جان بچائی ہے اس لئے وہ بھی سزا کا مستحق نہیں کیونکہ خدا کا حکم ہے مَنْ اَحْیَاھَا فَکَاَنَّمَا اَحْیَا النَّاسَ جَمِیْعًا۔ جس نے ایک نفس کو زندہ کیا اس نے گویا تمام لوگوں کی جانیں بچائیں اور مقتول کا خون بہا بیت المال سے ادا کردیا جائے۔ (بحار الانوار) امام حسن سرکار رسالت کی رحلت سے تیس سال تک اپنے پدر بزرگوار کے نشان قدم پر چلتے رہے اور امامت کے ہر قدم سے سبق لیتے رہے۔ باپ کو دیکھا کہ تقریباً چوبیس سال امامت کے فرائض خاموش ادا کررہے ہیں سمجھے کہ جب اشاعت اسلام اور لقائے اسلام کو صبر و تحمل اور خاموشی کی ضرورت ہو تو خدمت اسلام کے لئے خاموشی ضروری ہے۔ اور جب پانی سر سے اونچا ہوجائے تو امامت کو بھی اگر ہوا سازگار ہو تو حفاظت اسلام کے لئے کمربستہ ہوجانا چاہئیے۔ جمل۔ صفین۔ نہروان کے معرکے دیکھے اور خود بھی پدر بزرگوار کے ساتھ دادِ شجاعت لیتے رہے سنہ ۴۰ھ میں بعد شہادت امیر المومنین مسلمانوں کی چالیس ہزار کی جماعت نے آپ کو اپنا متفقہ خلیفہ تسلیم کیا۔ آپ کی پوری زندگی زہد و قناعت

عبادت وریاضت، شجاعت و سخاوت کی داستانوں سے بھری ہوئی ہے
نواسہ رسول نے پا پیادہ پچیس حج ادا کئے مہمان نوازی کا یہ عالم تھا کہ مہمانوں
کے واسطے لذیذ اور عمدہ غذاؤں کا دسترخوان ہر وقت بچھا رہتا مگر اپنی
خوراک جو کی روٹی ہوتی۔ غریبانہ لباس پہنتے مگر کبھی کبھی اپنے جد بزرگوار
کی طرح اچھا لباس بھی زیب تن فرماتے ایک روز امام حسن اچھے لباس
میں ملبوس گھوڑے پر سوار ایک طرف سے گذر رہے تھے کہ راستہ میں
ایک بوسیدہ خستہ خراب لباس میں یہودی ملا اور امام کی لجام فرس
پکڑ کر کھڑا ہوگیا۔ امام کو رحم آیا استفسار حال فرمایا۔ یہودی نے کہا۔ کیا
آپ کے نانا کا یہ قول نہیں کہ الدنیا سجنٌ للمومن وجنتہٌ للکافر
کہ دنیا مومن کے لئے دوزخ اور کافر کے لئے جنت ہے فرمایا ضرور یہ قول
میرے نانا ہی کا ہے۔ یہودی بولا پھر میں یہ کیا دیکھ رہا ہوں آپ قیمتی
پوشاک میں اس تزک و احتشام سے گھوڑے پر نظر آتے ہیں اور میں خستہ
خراب لباس میں پیدل ہوں کیا یہ حدیث غلط نہیں۔ فرمایا خدا کے
رسول نے بالکل صحیح فرمایا ہے اگر تو وہ جنت کی نعمتیں جو آخرت میں
ہمیں ملیں گی دیکھ پائے تو اس کو دیکھکر تو خود کہہ اٹھے کہ واقعی آپ
کے لئے دنیا دوزخ ہے۔ اور اگر وہ عذاب اور وہ تکلیفیں جو تجھکو آخرت
میں ملنے والی ہیں دیکھ پائے تو تو اپنی اسی حالت پر خوش ہوجائے کہ

واقعی میں جنت میں ہوں (صلوۃ مصائب) رحلت رسول کے بعد ہی یوں تو دنیا نے رسول و اہلبیت رسول سے آنکھیں پھیر ہی لی تھیں مگر امام حسن کا دور خلافت بڑا پر آشوب دور تھا۔ بنی امیہ کا ہر حملہ علی الاعلان اہلبیت رسول پر ہو رہا تھا۔ حدیث سازی کا کارخانہ زر و جواہر کا خزانہ چل رہا اور بے دریغ لٹ رہا تھا شیر خدا کی شہادت نے دل اور ہمتیں اور بلند کر دی تھیں۔ امام حسن کی خلافت کی خبر سنکر شام کا تاریک دل حاکم بے چین ہو گیا۔ ساٹھ ہزار کا لشکر لیکر آ چڑھا۔ امام حسن نے اپنے ساتھیوں کی بے وفائی کے باوجود مقابلہ کا ارادہ کیا۔ حاکم شام جنگ صفین میں امام حسن کی بہادری اور دلاوری کے کارنامے دیکھ چکا تھا امام کے ساتھیوں کی بے وفائی دیکھکر مصلحتاً صلح کی درخواست کی صلح کن امام نے حفاظت عامہ کے پیش نظر اپنی خداداد امامت کا تحفظ کرتے ہوئے چند شرائط پر صلح نامہ لکھدیا۔ جسمیں پہلی شرطیہ تھی کہ حاکم شام اپنے بعد حکومت کو امام ہی کی طرح منتقل کر سکے گا۔ کاربرآری کے پیش نظر تمام شرائط تسلیم کر لئے گئے۔ امام نے گوشہ نشینی اختیار کی شام کا حاکم اب عرب عراق، شام و عجم سب کا حاکم بنگیا خزانہ کا منہ کھل گیا۔ حدیث سازی کی مشینیں بے دھڑک چلیں۔ (انا مدینۃ العلم وعلیؑ بابہا) میں بڑے اضافے اور ترمیمیں ہوئیں۔ وصی رسول کو جو چوتھا خلیفہ بھی تھا۔

برسر ممبر برا کہا گیا۔ امام حسن پر بھی الزام تراشی کی کوشش ہوئیں تاکہ یزید
کی بدکرداریوں کا کچھ جواز ملجائے اور اس کو ولی عہد بنا دیا جائے۔ مگر یہ
انعام قدرت ہے یا برکت رسالت یا اعجاز امامت کہ دشمنان دین باوجود
تمامتر قوت و اختیار کسی ایک امام کے دامن پر بھی ایسا دھبہ نہ لگا سکے جو خلاف
عصمت و طہارت ہوتا۔ دنیا جب مجبور ہوگئی تو آخر امام حسن پر کثرت ازدواج
کا الزام لگایا کسی نے کہا چھ سو عقد کئے کس نے سات سو لکھدئے اور
بے وقوف یہ نہ سمجھے کہ وہ عرب کے قبائل کے کونسے بے حیا لوگ تھے جو یہ
جانتے ہوئے کہ ہماری لڑکی کو کل طلاق ہو جائے گا پھر لڑکیاں پیش کر دیتے
تھے۔ یا وہ کونسی بے شرم لڑکیاں تھیں جو ایک رات کی خاطر طلاق کی
ذلتوں سے خوش تھیں۔ کثرت ازدواج کی روایتیں اس لئے گھڑی گئیں
(کہ یزید کی ولیعہدی شہادت امام پر موقوف تھی اور امام کی شہادت انکی
ایک بیوی سے ملکر کرائی تھی تاکہ بعد میں یہ کہا جاسکے کہ کثرت ازدواج کی
وجہ سے امام سے بیویاں بیزار تھیں اسلئے شہادت واقع ہوئی اور یہ شہادت بھی
پرشور ہجائے جعدہ بنت اشعث کو جو امام کے عقد میں تھی اور خلیفہ اول
کی حقیقی بھانجی تھی (از کتاب رسول و اہلبیت رسول جلد اول صہ ۱۲۵)
کثیر رقم و یکہ ملکہ ولیعہد بنانے کے وعدہ پر تیار کیا گیا۔ اور رسول کے
اس نواسہ کو جسکو رسول نے جنت کا سردار بتلایا تھا جعدہ کے ہاتھ سے

زہر دلوایا گیا۔ جعدہ ملعونہ نے امام کو زہر دیا۔ شاید میرے مجمع میں کسی کو اعتراض ہو کہ امام کی بیوی کو ملعونہ کیوں کہدیا تو جناب امام کی بیوی ہو یا نوح نبی کی بیوی ہو اگر امام و نبی کی اذیت رسان ہے تو ضرور ملعونہ ہے خدا کی منظر میں کسی کی بیوی ہونا اس کی فضیلت کا باعث نہیں بلکہ عنداللہ بڑا وہ جو تقوے میں بڑا ہے۔ فضیلت اعمال سے تعلق رکھتی ہے رشتہ سے نہیں۔ بداعمال نافرمان بیٹا اگر نوح سے بھی نسبت رکھتا ہو تو نا اہل ہے۔ شاہی خزانہ کا زہر تھا۔ اثر انگیزی میں سحر تھا امام نے طشت طلب کیا۔ استفراغ ہوا۔ لہو کے ساتھ دل نکل آیا۔ زینب دوڑی ہوئی آئیں۔ بھائی کی پیشانی پر ہاتھ رکھا۔ طشت کی طرف دیکھا دل پارہ پارہ ہوگیا۔ لگن دل کے ٹکڑوں سے بھری ہوئی تھی۔ بہن نے پوچھا فاطمہ کے لال یہ کیا ہوا۔ فرمایا زینب جعدہ سے پوچھو۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب امام کو علم امامت سے یہ معلوم تھا کہ جعدہ زہر پلا رہی ہے تو آپ نے کیوں پی لیا۔ پی اس لئے لیا کہ امام کو علم امامت سے یہ بھی معلوم تھا کہ میری شہادت جعدہ کے زہر پلانے سے واقع ہوگی۔ بہرحال امام نے بہن سے فرمایا زینب حسین کو بلاؤ حسین آئے طشت میں دل کے ٹکڑے دیکھے اور رو دیئے حسین کو روتا دیکھکر امام حسن بھی رو دیئے کہ میرا تو آج طشت میں دل ہے کل حسین کا سر ہوگا اور طشت طلا ہوگا۔

بھائی سے تا دیر راز و نیاز کی گفتگو ہوتی رہی تبرکات رسول منگوائے گئے امام نے تمام تبرکات ہونے والے امام کے سپرد کئے اور عمامہ رسول جسکا نام سحاب تھا اٹھا کر حسینؑ کے سر پر رکھا اور ہاتھ اٹھا کر دعا دی کہ خدا اس سر کو ہمیشہ معزز فرمائے۔ قاسم کو بلایا اور ایک تعویذ دیا۔ بیٹا قاسم اسے بازو پر باندھ لو یہ ایک بڑی مشکل کے وقت تمہارے کام آئے گا۔ جناب ام فروہ پاس کھڑی رو رہی تھیں اپنا سہاگ اُجڑتا دیکھکر اور تو کچھ نہ کہا یہ کہا کہ فاطمہ کے لعل کنیز کے واسطے کیا حکم ہے امام نے فرمایا ام فروا۔ میرے بدلے اپنی ساری اولاد کو لیکر کربلا جانا۔ قاسم نے جھککر آخری سلام کیا امام جواب سلام دیکر رخصت ہوئے ۲۸ تاریخ صفر کی تھی کہ معاویہ کے زہر سے شہادت ہوئی۔ امام نے امام کو غسل دیا۔ جنازہ دھوم سے اٹھا سارا خاندان اور ہاشمی جوان جنازہ کے ہمراہ تھے واحمدا واعلیا کی صدائیں عرش تک پہونچیں شاید رسول اور علی بھی شرکت کے لئے آئے ہوں امام حسن نے وقت آخر امام حسین کو یہ وصیت بھی کی تھی کہ بھائی حسین مجھے نانا کی آغوش کی تمنّا ہے لیکر اگر مجھے نانا کے پہلو میں کوئی دفن نہ کرنے دے تو اماں کی آغوش میں لٹا دینا۔ جنازہ حسب وصیت قبر رسول کی طرف چلا سامنے سے کچھ مسلح افراد نظر آئے جنکا سپہ سالار ایک خچر پر سوار تھا وراثت کا مسئلہ چھیڑا اور قبر رسول کے قریب دفن ہونے

سے مانع آئے۔ ادھر ہاشمی شیر بھی بپھرے کہ نواسہ سے زیادہ کون
حقدار ہوسکتا ہے ادھر سے جواب میں تیر آئے۔ رسول کے نواسے کے
جنازے پر تیروں کی بارش ہوئی کئی تیر جنازہ کے ساتھ ساتھ قبر تک
گئے۔ امام حسین نے بگڑی ہوئی حالت دیکھی ہاشمی جوانوں کو روکا
اور بقیعہ کی طرف رخ کیا اور بیٹا ماں کی آغوش میں جا لیٹا۔ زینب نے
سنا کہ بھائی کے جنازہ پر تیر لگے۔ اتنی روئیں کہ غش کر گئیں۔ میں
عرض کروں گا۔ امام کی بہن۔ شہزادی زینب۔ جب آپ سے یہ چند
تیروں کی خبر نہ سنی گئی تو روز عاشورہ بھائی حسین کو تیروں کا لباس پہنے ہوئے دیکھکر
کیا حال ہوا ہوگا۔ بی بی حسین کے جسم پر تو تیر ونیزے تھے۔ سو اسی زخم تھے
آج بھائی کے دل کے ٹکڑے طشت میں دیکھکر تڑپنے والی بہن شام میں
حسین کا کٹا ہوا سر جب طشت یزید میں دیکھا ہوگا تو کیا حال ہوا ہوگا
زینب طشت یزید میں بھائی کا سر دیکھکر روتی تھیں اور حسین کا
سر بہن کی بے چادری اور صبر کو دیکھ دیکھ کر روتا تھا۔ ؎

زینب کا جب یزید لعین نام لیتا تھا
بھائی کا سر بھی طشت میں زینب پہ روتا تھا

الا لعنۃ اللہ علی قوم الظالمین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# امام حسین علیہ السلام

# فضائل

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی

اشرف الانبیاء والمرسلین وآلہ الطاہرین المعصومین اما بعد

فقد قال اللہ تبارک وتعالیٰ فی قرآن الحکیم وفرقان العظیم قال

یا بُنَیَّ إِنِّی أَرَیٰ فِی الْمَنَامِ أَنِّی أَذْبَحُکَ فَانظُرْ مَاذَا تَرَیٰ قَالَ یَا

أَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِی إِن شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّابِرِینَ۔

فَلَمَّا أَسْلَمَا وَتَلَّهُ لِلْجَبِینِ وَنَادَیْنَاهُ أَن یَا إِبْرَاهِیمُ قَدْ صَدَّقْتَ

الرُّؤْیَا إِنَّا کَذَٰلِکَ نَجْزِی الْمُحْسِنِینَ۔ إِنَّ هَٰذَا لَهُوَ الْبَلَاءُ

الْمُبِینُ وَفَدَیْنَاهُ بِذِبْحٍ عَظِیمٍ وَتَرَکْنَا عَلَیْهِ فِی الْآخِرِینَ ٥

ابراہیم نے کہا اے بیٹے میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تمہیں خود ذبح کر رہا ہوں ۔ تم بھی غور کرو اور بتلاؤ کہ تمہاری کیا رائے ہے ۔ اسمعیل نے کہا ابا جان آپ کو جو حکم ہوا ہے بیشک اس کی تعمیل

کیجیے اگر خدا نے چاہا تو مجھے آپ صبر کرنے والوں میں سے پائیے گا۔ پس دونوں نے طے کر لیا۔ اور باپ نے بیٹے کو ماتھے کے بل لٹایا۔ تو ہم نے آمادہ دیکھکر آواز دی اے ابراہیم تم نے اپنی خواب کو سچ کر دکھایا۔ ہم نیکی کرنے والوں کو یوں جزا دے دیتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ یہ بڑا سخت اور صریحی امتحان تھا۔ اور ہم نے اسمٰعیل کا فدیہ ایک ذبح عظیم۔ (عظیم قربانی) قرار دیا۔ اور بعد میں آنیوالوں پر اسکو چھوڑ دیا)

آئیے پہلے یہ دیکھیں کہ قرآن اس قسم کے قصوں سے کیوں بھرا پڑا ہے یہ دین کا آئین ہے یا قصص حسین ہے۔ یہ رسول کو کہانیاں سنائی جا رہی ہیں یا لوگوں کو۔ ظاہر ہے کہ رسول باخبر تھا لوگ بے خبر تھے۔ یہ کہانیاں سلانے کو نہیں جگانے کو سنائی جا رہی ہیں۔ آدم کا قصہ ہو یا نوح کا یعقوب کا ہو یا یوسف کا۔ موسیٰ کا ہو یا عیسیٰ کا۔ کیونکہ یہ پیغمبروں کے افسانے ہیں اس لئے سب ہدایت اور ایمان کے خزانے ہیں۔ کیا حضرت آدم کے قصہ کو پڑھکر کہ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَہ۔ یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ خلافت کا قرار دینے والا۔ خلیفہ کو مقرر کرنے والا صرف خالق کائنات ہے۔ کیا فرشتوں کو سجدہ کا حکم یہ نہیں بتلاتا کہ خدا کے علاوہ بھی خدا کے حکم سے کسی کو سجدہ کرنا یا احترام بجا لانا منافی ایمان نہیں۔ شیطان کا سجدہ سے انکار کرنا کیا یہ نہیں کہہ رہا ہے کہ جو لوگ

یہ کہہ رہے ہیں کہ سوائے خدا کے کسی کو سجدہ کسی قسم کا بھی کرنا کفر ہے کیا وہ پیرو شیطان نہیں اور کیا وہ کلمات جنکی شرکت کا حضرت آدم کو اپنی توبہ میں حکم دیا گیا تھا ان کلمات کا اپنی توبہ کے وقت شریک کرنا جائز نہیں۔ قصہ یوسف میں حضرت یعقوب کا برگزیدہ بیٹا اپنا خواب سنا رہا ہے کہ چاند سورج ستارے مجھے سجدہ کر رہے ہیں یعقوب جیسا عظیم نبی یہ نہیں کہتا کہ بیٹا یہ کیا کفر کی باتیں کر رہے ہو۔ سجدہ تو صرف خدا کے واسطے ہے۔ بلکہ آپ خوش ہوتے ہیں اور فرماتے ہیں اس راز کو کسی اور سے نہ کہنا۔ جناب یعقوب کی بیوی جناب یوسف کی سوتیلی ماں سن پاتی ہے۔ آتش حسد۔ سوتیلپن کی آگ بھڑک اٹھتی ہے خدا اس سوتیلپن کی آگ سے ہر نبی اور امام کو محفوظ رکھے ماں اپنے بیٹوں کو اس راز کی خبر دیدیتی ہے اوروں کا کیا ذکر نبی کے بیٹے ہوتے ہوئے اقتدار کی کرسی دوسرے کے پاس جاتے ہوئے نہیں دیکھ سکتے اپنے معصوم بھائی کو کوئیں میں ڈالدیتے ہیں۔ قافلہ نکالتا ہے مصر کے بازار میں بکتے ہیں زلیخا کا واقعہ پیش آتا ہے یوسف کو ایک بند کمرے میں اپنی حسرت برآری کو لے جاتی ہے دیکھتی ہے کہ کمرے میں کوئی اور تو نہیں نظر کمرہ میں رکھی ہوئی مورتی پر پڑتی ہے اٹھکر مورتی کے چہرے پر کپڑا ڈالتی ہے حالانکہ جانتی ہے کہ اسمیں قوت بینائی نہیں۔ کیا اس سے یہ سبق نہیں ملتا کہ خدا کو حاضر و ناظر جاننے والے

کیا اپنے خدا کو اس پتھر کی مورتی سے بھی بے حقیقت سمجھتے ہیں۔ جو افعال شنیعہ کے مرتکب ہوتے ہیں اور نہیں شرماتے حضرت یوسف کی بے گناہی کی اگر ایک بچہ گواہی دیدے تو قابل قبول رسول کی گواہی اگر کوئی بچپن میں دیدے تو ناقابل قبول۔ حضرت یوسف ایک جا بروظالم بادشاہ کی برسوں قید میں رہے اور پھر نبی رہے قید میں ایک قیدی سے کہا تو کل رہا ہو جائے گا ایک سے کہا تو کل قتل کر دیا جائے گا۔ مصر میں ایک عظیم قحط آنے والا ہے یہ سب غیب دانیاں تسلیم مگر رسول کریم کو غیب داں ماننا کفر۔ حضرت یوسف زمانہ حکومت میں اپنے بھائیوں کے غلہ میں ایک کٹورہ چھپا کر رکھوا دیں اور انپر چوری کا الزام لگائیں اور پھر خدا کے سچے نبی کہلائیں کیا یہ تقیہ کا سبق نہیں

پھر کیا یہ قصص قرآنی ہمارے لئے صراط مستقیم کے خزانے اور رشد و ہدایت کے افسانے نہیں۔ یوسف شہنشاہ مصر بن چکے تھے چاند سورج ستارے سجدہ کر چکے تھے۔ زلیخا کے حسن کی کہانی ختم ہو چکی تھی۔ حسن کی دیوی عسرت وغربت میں ٹھوکریں کھاتی پھر رہی تھی۔ ایک روز فاقہ سے تنگ آ کر مصر کے بازار میں نکل آئی دیکھا بڑا ہجوم ہے۔ لوگوں نے پوچھا آج کیا ہے معلوم ہوا شہنشاہ مصر کی سواری گذر رہی ہے۔ بوڑھی زلیخا ہاتھ میں عصا لئے ایک دیوار کے سہارے کھڑی ہو گئی۔ سواری جب قریب آئی تو چلائی۔ اے غلاموں کو بادشاہ بنانے والے اور اے بادشاہوں کو غلام بنانے والے

خدا زلیخا پر اب رحم فرما۔ حضرت یوسف نے یہ آواز سنی۔ نہ رہا گیا۔ حکم ہوا زلیخا
کو دربار میں لاؤ۔ نبی نے خدا سے دعا کی معبود اُس وقت زلیخا شوہر دار تھی
اب یہ بیوہ ہے اور لاچار ہے یوسف کو اجازت دے کہ اس کو اپنی عروسی
میں لاکر اپنے اسوقت کے انکار کی داد لوں۔ حکم خدا ہوا یوسف تم نے
اس کو دعوت ایمانی دی ہم نے اس کو نعمت جوانی دی۔ ادھر زلیخا پر ابر کرم
برسا ادھر قدرت کی اس بچہ پر جس نے حضرت یوسف کی گواہی دی تھی
نظر گئی۔ حضرت یوسف قصر شاہی کی بالائی منزل پر جلوہ افروز تھے کہ جبرئیل
آئے۔ حضرت یوسف نے دیکھا کہ جبرئیل مسکرا رہے ہیں۔ سبب تبسم پوچھا۔
کہا خدا کے نبی یہ نیچے سڑک پر جو خستہ خراب حال میں شخص جا رہا ہے اسے
پہچانتے ہو۔ آپ نے دیکھا اور کہا نہیں۔ جبرئیل نے کہا یہ وہی بچہ ہے جس
نے تمہاری گواہی دی تھی۔ خدام کو حکم ہوا کہ اس کو فوراً حاضر کرو۔ وہ شخص
لایا گیا۔ خلعت فاخرہ عطا ہوا حکم ہوا کہ اسکو قصر شاہی کے ایک محل میں رکھا
جائے اور نہایت عزت و احترام سے رکھا جائے۔ جبرئیل پھر مسکرائے۔ حضرت
یوسف نے فرمایا کیا میں نے اس کی عزت میں مبالغہ کیا جس پر آپ مسکرائے
کہا نہیں۔ میں یہ سوچ رہا ہوں کہ جب ایک نبی اپنی صرف ایک گناہی پر گواہی
دینے والے کو یہ سب کچھ دے سکتا ہے تو خدا اس کو جو سچے دل سے۔ اشھد
ان لا الٰہ الا اللہ کہکر گواہی دے اس کو کیا نہ عطا کر دے گا۔ حضرت یوسف

نے اپنے گواہ کو مال دنیا سے مالا مال کر دیا سردار انبیاء نے ذوالعشیرہ میں اپنی
گواہی دینے والے کو دین و دنیا کا مختار بنا دیا خدا کے ولی کو اپنا وصی بنا دیا
(صلوٰۃ) بہر نوع قصص قرآنی درحقیقت روح ایمانی ہیں انکو نبی جانے یا من
عندہٗ علم الکتاب جانے (جناب ابراہیم ہی کے روشن قصہ پر اگر روشنی
ڈالی جائے تو ایک روشن کتاب بن جائے دنیا کے باپونکو اطاعت خالق
کا سبق ملجائے اور ہر بیٹا باپ کا فرمانبردار بن جائے۔ مگر اختصار دامن کش
اظہار ہے۔ گفتگو صرف وفدینٰہ بذبح عظیم پر ہے۔ جسکو اکثریت نے موٹا تازہ
دنبہ سمجھا ہے۔ حالانکہ ذبح عظیم میں لفظ عظیم بڑی عظمتوں والا لفظ ہے۔
خدائے عظیم قرآن عظیم۔ خلق عظیم۔ نبا العظیم۔ جیسے عظمت والے لفظ کو خدارا
دنبہ عظیم کہکر ایک عظیم نبی کی عظمت کو مت گھٹاؤ۔ علماء اسلام کا اتفاق
ہے کہ شہادت مراتب عالیہ میں سب سے بلند ترین اور عظیم ترین مرتبہ ہے
پھر اگر اشرف الانبیاء سید الانبیاء کو یہ مرتبہ حاصل نہیں ہوتا تو انبیاء ما سبق
پر فضیلت ثابت نہیں ہوتی اس لئے کہا گیا ہے کہ بڑے نواسے کی شہادت
رسول کی شہادت خفی تھی اور چھوٹے نواسے کی شہادت رسول کی شہادت
جلی تھی اور اسی کو ذبح عظیم کہکر عظمت رسول کو بڑھایا گیا ہے۔ مشرق کے
مفکر اعظم شاعر عظیم اقبال بھی فرما رہے ہیں ؎

اللہ اللہ بائے بسم اللہ پدر ⁝ معنی ذبح عظیم آمد پسر

بلکہ خود۔ ذبح عظیم بتلا رہا ہے کہ اس سے کون مراد ہے ذبح عظیم کے اعداد جمع کرو اور پھر حسین بن علی مرتضےٰ کے عدد جمع کرو دونوں کے عدد مساوی ۱۷۴۰ ہوتے ہیں (صلوٰۃ) اور اگر اب بھی سمجھ میں نہ آیا ہو تو آؤ خود رسول عظیم سے پوچھیں۔ تین شعبان کا مقدس دن تھا کہ خلق عظیم کا دلبند۔ نبا العظیم کا فرزند آغوش خاتون عظیم میں آیا۔ خلیل کے گھر میں اسمٰعیل بنائے کعبہ کے ضامن بن کر آئے اور مولود کعبہ کے گھر حسین خدا کے گھر کی بقا کا وعدہ کر کے آئے دنیا چلائی۔ حقا کہ بنائے لاالہٰ است حسین۔

مداح اہلبیت پکارا ہے

زمین پہ عرش سے عالیجناب آتے ہیں ۞ پڑھو درود دل بوتراب آتے ہیں

حسینؑ آتے ہیں یا دین کی بقا کے لئے ۞ بدل کے نام رسالتماب آتے ہیں

---

خانہ خاتون جنت میں دوسری خوشی۔ امامت کا دوسرا چاند قیامت کی ضیا پاشیاں لیکر آیا۔ دائرہ امامت نے مرکز پایا۔ نمازوں کی بقا آئی۔ اذانوں کی صدا آئی عبادت و ریاضت۔ قناعت و سخاوت و شرافت و نجابت۔ امانت و دیانت۔ شجاعت و صداقت امامت و شہادت نے قدم چومے۔ فاطمہ نے کہا شبیہہ رسالت مآب آیا۔ علی نے کہا امامت کا آفتاب آیا رسول نے کہا میرا جواب آیا۔ عبادت نے کہا میرا ثواب آیا شجاعت نے کہا نادا فقف

اضطراب آیا۔ اسلام نے کہا میرا شباب آیا۔ قرآن نے کہا حاصل کتاب آیا۔ ذبح عظیم نے کہا عظمت مآب آیا۔ خدا نے کہا انتخاب لاجواب آیا۔ رسول پر نبوّت ختم تھی حسین نے آکر خاتم الانبیاء کو خاتم الشہدا بنا دیا۔ لسان وحی نے بے اختیار فرمایا۔ اَنَا مِنَ الحُسَین ۔ میں حسین سے ہوں۔ مسرتوں کی ہوائیں فضائے عالم میں چلیں صرف اصحاب رسول ہی نہیں فرشتے تہنیت کو اُتر آئے (سلطان الواعظین شب ہائے پشاور ص۹۶)

اصحاب رسول جوق جوق خدمت رسول میں تہنیت کو آرہے تھے کہ ایک مرتبہ امیر المومنین نے دروازہ مسجد پر سب کو روک لیا فرمایا ابھی تھوڑا توقف کریں۔ خدا کے حبیب کے پاس ایک سو بیس ہزار فرشتے تہنیت کو آئے ہوئے ہیں۔ کچھ دیر بعد اصحاب خدمت رسول میں پہونچے بعد ادائے تہنیت عرض کیا یا رسول اللہ آج ایک بات پر ہمیں بڑا تعجب اور حیرت ہے علی نے ہمیں روکا اور کہا کہ خدمت رسول میں اسوقت ایک سو بیس ہزار فرشتے آئے ہوئے ہیں یہ فرشتوں کی تعداد ان کو کیسے معلوم ہوئی کیا آپ نے ان کو بتلایا ہے۔ فرمایا علی کو بلاؤ۔ فرمایا یا علی فرشتوں کی تعداد تمہیں کیسے معلوم ہوئی۔ امیر المومنین نے کہا جب فرشتے آپکو مبارک باد دے رہے تھے تو ہر فرشتہ بعد سلام اپنی جداگانہ زبان میں آپ کو مبارک باد دے رہا تھا۔ میں نے ہر ایک کی زبان کو سنا تو ایک سو بیس ہزار مختلف زبانوں میں

مبارک باد دی گئی تھی۔ اس لئے میں سمجھا کہ ایک سو بیس ہزار فرشتے ہیں
خدا کا رسولؐ مسکرایا اور فرمایا تم اذکی اللہُ علماً انا مدینۃ العلم وعلی
بابھا۔ یہ فرما کر علی کے ساتھ خانہ سیدہ کا رخ کیا۔ دیکھا بیٹی خوش ہے۔
در و دیوار مسکرا رہے ہیں۔ حسین آنکھیں بند کئے آئینہ کردگار کے
منتظر ہیں۔ فرمایا میرے حسین کو مجھے دو جناب صفیہ نے عرض کیا خدا کے رسول
ابھی میں نے بچہ کو پاک نہیں کیا۔ فرمایا صفیہ تم اسے کیا پاک کرو گی۔ اس کو تو خدا
نے پاک دیا کیزہ خلق فرمایا ہے۔ رسولؐ نے بچہ کو آغوش میں لیا داہنے
کان میں اذان اور بائیں میں اقامت کہی فرمایا فاطمہ ہارون وصی موسیٰ کے
دو فرزند تھے شبر اور شبیر جنکا ترجمہ حسن اور حسین ہے خدا کا حکم ہے کہ اس
بچہ کا نام حسین رکھو۔ رسول نے بچہ کی پیشانی چومی ہونٹوں کا بوسہ لیا۔ لب
ہائے مبارک گلے تک پہونچے اور آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی۔ فاطمہ نے دیکھا
بابا رو رہے ہیں فاطمہ بھی زار و قطار رونے لگیں۔ عرض کی بابا آپ کیوں
رو رہے ہیں۔ بیٹی یہ تمہارے بتلانے کی بات نہیں بابا آپ کو فاطمہ کی جان
کی قسم بتلا دیں۔ ورنہ قیامت تک روتی رہوں گی۔ رسول نے فرمایا بیٹی
تیرے اس بچہ کو خدا نے جنت کا سردار بنایا ہے۔ اپنے دین کا مددگار بنایا
ہے۔ کائنات عالم کا مختار بنایا ہے مگر ابھی جبرئیل امین نے مجھے بتلایا کہ
خدا بعد تحفۂ درود و سلام ارشاد فرماتا ہے کہ اے ہمارے رسول یہ بچہ

ہمارے مشکل میں کام آئے گا اور دین خدا کو بچائیگا۔ میدان کربلا میں شہادت پائے گا روکر کہا کیا بابا آپ حسین کو شہید ہوتے دیکھینگے فرمایا میں نہ ہونگا کیا میں اپنے حسین کو شہید ہوتے دیکھونگی فرمایا فاطمہ تم بھی نہ ہونگیں علی ہونگے۔ نہیں حسن ہونگے فرمایا نہیں حسن بھی نہ ہونگے۔ فاطمہ نے ایک چیخ ماری پھر بابا میرے اس بچہ پر روئے گا کون۔ فرمایا بیٹی خدا نے وعدہ فرمایا ہے کہ میں ایک گروہ کو پیدا کروں گا جس کے عورت و مرد۔ بوڑھے اور بچے تیرے حسین پر قیامت تک خون کے آنسو بہاتے رہیں گے۔ فاطمہ کو یہ سنکر کچھ تسکین ہوئی۔ حسین پر رونے والو سنا آپ کے یہ آنسو آنسو نہیں تسکین دل فاطمہ ہیں خوشا حال اس کا جو اس غم میں روکر من بکا او ابکا وجبت لہ الجنتہ کا مصداق بنے۔ منظر رسالت کربلا کے خونی منظر پر تھی سوچے اتمام حجت کر چلو کبھی کہا الحسن والحسین سیدی شباب اہل الجنتہ۔ کبھی دوش پر بٹھا کر کبھی ممبر سے اتر کر اٹھا کر۔ سجدہ میں ستر مرتبہ بجمدہ بجمدہ کہکر وہ واقعہ تو آپکو یاد ہی ہوگا۔

نماز ہے سجود میں حبیب کردگار ہے

بجمدہ بجمدہ زبان پہ بار بار ہے

اٹھائیں سر کو کسطرح وحی کا انتظار ہے ٭ ادھر سے ہے بحکم رب اسی کو اختیار ہے

وہ جانِ دینِ مصطفےٰ جو پشت پر سوار ہے

رسول نے حسین کی شان میں وہ الفاظ کہدیئے جو آج تک کسی نبی کسی وصی نے اپنے بیٹے کے لئے نہ کہے تھے اور نہ قیامت تک اب کوئی کہہ سکیگا۔ کہ حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں۔ واہ رے آقا حسین تیری شان کے فدا۔ رسالت یہ کہہ رہی ہے رسالت حسین ہے اور حسین ۔ رسول خدا کو زمانہ میں پھر سے ۔

بنانے رسالت مآب آ رہے ہیں (مصائب)

مجھے جناب ابوطالب کے احسانات یاد آتے ہیں جو دین خدا اور اسلام پر ہوئے۔ پیدائش سے بعثت رسول کے بعد تک بانیٔ اسلام کو اپنے ظل عاطفت میں لئے پھرتے رہے نصف صدی اسلام کی خدمت کی جب دنیا سے رحلت فرمائی تو بیٹے نے رسولؐ کی مرتے دم تک خدمت کی جب بیٹا بھی نہ رہا اور دین پر سخت وقت آیا تو شجر اسلام کو ابوطالب کے پوتے نے اپنے خون سے سینچا۔

کیا جانے کوئی تیری حقیقت کو حسین مشکل میں خدا کے کام آنیوالے دنیا کو خواب غفلت سے جگانے والے نے۔ اسلام کو اسلام بنانے والے نے رسولان سلف کی محنتوں کو ثبات وقیام بخشدیا۔ بلکہ اپنا گھر بھر لٹاکر ادائے شکر سے ایقان خداوندی کی دولت بخشدی ۔ ؎

ہزار ڈھونڈا کئے انبیاء کے سجدوں میں　　　مگر یہ سجدۂ کرب و بلا نہیں ملتا

ایسا سجدہ شکر ادا کیا کہ اس کی بدولت آج تک سجدے ہو رہے ہیں عارفان خدا اگر الفان خدا کے طالب ہوں تو لقین سوائے سجدہ کربلا کے کہیں نہیں ملیگا ؎

کس کو معلوم ہے خدا کا نشان　　　جستجو کر چکے ہیں اہل جہان
میں بھی جب تھک تھکا کے بیٹھ رہا　　　کربلا نے کہا کہ ڈھونڈ یہاں

اسمٰعیل کے ذبح نہونے پر ذبح ہونے سے بچ جانے پر عید منائی جائے اور رسول کے نواسے کے ذبح ہونے پر کہا جائے کہ ہم زندۂ جاوید کا ماتم نہیں کرتے یہ کونسا فلسفہ ہے اگر ذبح نہونے پر عید منانی چاہیئے تو ظاہر ہے کہ ذبح ہوجانے پر غم منانا ہوگا۔ ماتم کرنا ہوگا۔ حسین پر ماتم کس نے نہیں کیا۔ زمین و آسمان رو دیا سنگدل رو دئے مگر پتھر کے دل رو دئے ہر پتھر کے نیچے خون تازہ اُبلا۔ رسولؐ کی عظیم المرتبت بیوی جناب ام سلمہ ناقل ہیں کہ میں نے شہادت حسینؑ کے دن خواب میں دیکھا کہ رسولؐ خدا سر برہنہ پریشان حال چاک گریباں کھڑے ہیں میں نے عرض کی خدا کے رسولؐ یہ کیا حالت ہے روکر فرمایا ام سلمہ میرا حسینؑ زمین کربلا پر شہید ہوگیا۔ میرے سینے پر سونے والا خاک کربلا پر بے گور و کفن پڑا ہے۔ جناب ام سلمہ پریشان اٹھیں اور اس شیشہ کی طرف دوڑیں

جو رسولؐ خدا نے کربلا کی خاک کا دیا تھا۔ دیکھا خاک کربلا خون کے آنسو رو رہی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ حسینؑ جب جانتے تھے کہ میں شہید کر دیا جاؤں گا تو کوفیوں لا یوفیوں کے بلانے پر کیوں چلے گئے۔ یہ خدا سے پوچھو کہ خداوندا جب تو جانتا تھا کہ میرے انبیاء کو طرح طرح کی تکلیفیں دی جائیں گی قتل کرینگے۔ آگ میں ڈالینگے۔ آرے سے دو نیم کریں گے سولی پر چڑھائیں گے تو تو نے پھر ان معصوموں کو بھیجکر کیوں قتل کرایا۔ کہہ دیا کہ میں اپنے نیک بندوں کو قتل کرانے نہیں بھیجتا۔ مگر مخلوق پر حجت تمام کرنی تھی۔

امام کا فریضہ بھی یہی تھا اتمام حجت ضروری تھا تاکہ کل روز قیامت ان کے پاس کوئی عذر باقی نہ رہے۔ اور معلوم ہے حسینؑ کربلا نہ جاتے تو اسلام کا کیا حشر ہوتا ہے

ہاتھ میں اسلام کے رہجاتا جام شراب۔ کربلا کو نوحہ کرلے اگر اسلام سے حسینؑ نے زمین کربلا پر آخری سجدہ کیا۔ یاد ہے آیۃ کا آخری فقرہ۔ وتلّہ للجبین۔ ابراہیمؑ نے اسمٰعیلؑ کو پیشانی کے بل لٹایا۔ حسینؑ نے بھی وہی صورت اختیار کی۔ سجدہ خالق میں سر جھکایا پشت گردن سے سر و تن میں جدائی ہوئی۔ ذبح عظیم کی جلوہ نمائی ہوئی قد قتل الحسین بکربلا کی آواز بلند ہوئی کہ فاطمہ کا چاند مدینہ رسولؐ

سے طلوع ہوکر کربلا کے خونی دریا ہیں ۱۰ محرم کو غروب ہوگیا۔

زینب تلہ زینبیہ پر کھڑی تھیں کہ فاطمہ کا چاند خون ہیں ڈوب کر ایک نیزہ بلند نظر آیا۔ بہن نے بھائی کا کٹا ہوا سر دیکھا۔ رخ قبر رسولؐ کی طرف کیا۔ نانا آپ کا پیارا حسینؑ ذبح ہوگیا۔ نانا ظالموں نے آپ کے نواسہ کو پس گردن سے ذبح کیا۔

نانا فوج یزید ہیں قتل حسینؑ کے شادیانہ بج رہے ہیں اذانوں ہیں آپ کا نام لیکر نواسہ کی ذبح کی مبارک باد دی جارہی ہے۔ زینب نے اپنا رخ پھر نجف کی طرف کیا بابا اپنے پیارے حسین کو تو بلالیا۔ زینب کو تنہا کس پر چھوڑ دیا۔ حسین کو بلایا ہے تو بابا زینب کو بھی بلالو بابا قتل حسین کی اماں کو خبر نہ کرنا۔ میری ماں نے حسین کو چکیاں پیسکر پالا ہے۔ بیٹی کو مشکلکشا نے جواب دیا اور خود آکر جواب دیا۔ زینب جلے ہوئے خیموں اور عزیزوں کی لاشوں کے درمیان سر برہنہ بال کھولے رو رہی تھیں۔ بھتیجا عالم غش ہیں پڑا تھا بچے چاروں طرف جمع تھے زینب کبھی سکینہ کی طرف دیکھتیں کبھی میدان کی طرف رات کی بھیانک تاریکی ہیں ایک سوار آتا ہوا نظر آیا۔ بچے پریشان ہوئے زینب کھڑی ہوگیئں۔ باآواز بلند فرمایا ہمارے پاس کیا ہے جسکو لوٹنے آرہے ہو روتے ہوئے یتیموں کو مت رلاؤ۔ لوٹ جاؤ۔ سوار پڑھتا

چلا آیا۔ شیر کردگار کی بیٹی کو جلال آیا بڑھکر لجام فرس پر ہاتھ ڈالدیا اور فرمایا اگر واپس نہ ہوا تو میں شیر ذوالجلال کو آواز دیتی ہوں سوار سے نہ رہا گیا چہرہ سے نقاب الٹ دی زینب میں تیرا مظلوم باپ ہوں بیٹی تو نے باپ کو پکارا تھا میں آ گیا۔ زینب میں اور تیری ماں شام ہی سے یہاں ہیں کیا تو نے اپنی ماں کی رونے کی آواز نہیں سنی۔ زینب بیٹی دین کی بقا کے لئے ایک بڑی دشوار منزل باقی ہے جو بیٹی تیرے حصّہ میں آئی ہے۔ صابرہ کی صابرہ بیٹی یہ منزل بڑے صبر و سکون سے طے کرنا۔ کوفہ کی شہزادی کو رسن بستہ سر برہنہ کوفے کے بازاروں سے گذرنا ہوگا۔ سیّد سجاد کو طوق و زنجیر میں مقید تازیانے کھانے پڑینگے۔ نوک نیزہ پر سر حسین پر سنگ باری ہوگی دربار میں یزید کے فاطمہ کی بیٹیوں رسول کی نواسیوں کی رسن بستہ حاضری ہوگی۔ زینب اگر بھائی کے لب و دنداں سے بھی گستاخی ہو تو خاموش رہنا۔ مگر خیبر کشا کی بیٹی کلمہ حق کہنے سے خاموش نہ رہنا۔ زینب نے بھی کیا سب کچھ برداشت کیا مگر کلمہ حق سے خاموش نہ رہیں۔ شیر خدا کی بیٹی نے وہ خطبہ پڑھا کہ قصر یزیدی کی بنیادیں ہل گئیں۔ ایک نابینا صحابی خطبہ سنکر کھڑا ہو گیا۔

مجھکو اس دربار میں آتی ہے کچھ ایسی صدا
جیسے خطبہ دے رہے ہوں خود علی مرتضےٰ

فاتح خیبر کی بیٹی دربار سے زندان میں آئی بھائی کی امانت سینہ سے لگا کر لائی۔ سکینہ کو رات دن بابا کی یاد تھی۔ ایک رات خواب میں دیکھا بابا آئے ہیں بابا بابا کہہ کر چلائیں زنداں شام میں ایک کہرام برپا ہوا۔ سکینہ بی بی کیا ہوا۔ مجھے چھوڑ دو۔ مجھے چھوڑ دو مجھے بابا لینے آئے ہیں۔ نالہ و فریاد کی آوازیں قصر یزید تک پہونچیں۔ سر حسین بھیجا گیا۔ سکینہ نے دوڑ کر سینہ سے لگا لیا۔ اب سکینہ خاموش تھیں۔ اور ایسی خاموش ہوئیں کہ پھر نہ بولیں۔ چھوٹی سی قبر کھُدی۔ زینب نے حسین کی لاڈلی کو قبر میں رکھا اور زندان شام سے یوں مخاطب ہوئیں۔

•

بیٹی ہے تجھ میں دفن شہ مشرقین کی
میں آکے تجھ سے لونگی امانت حسین کی

•

الا لعنۃ اللہ علی قوم الظالمین

---

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

امام زین العابدین علیہ السلام

# فضائل

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین

وآلہ الطیبین الطاہرین امابعد فقد قال اللہ تبارک وتعالیٰ فی قرآن

الحکیم مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ۔

ارشاد خلاق کائنات ہے کہ نہیں پیدا کیا میں نے جن اور انس کو مگر

یہ کہ وہ عبادت کریں۔ معلوم ہوا کہ غرض تخلیق انسانی عبادت ہے۔ اب

دیکھنا یہ ہے کہ عبادت کس کی۔ تو ظاہر ہے کہ خدا کی یعنی پیدا کرنیوالے کی کون خدا

اور کیسا خدا۔ خدا کی معرفت بھی تو ضروری ہے جسکی ہم عبادت کریں۔ اس لئے

کہ بے معرفت عبادت بیکار اور بے عبادت معرفت بے سود۔ اس لئے قدرت

نے اس اجمال کی وضاحت فرمائی۔ اور ارشاد ہوا۔ کُنْتُ کَنْزًا مَخْفِیًا

فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ۔ میں ایک مخفی خزانہ تھا پس میں نے چاہا کہ میں

پہچانا جاؤں۔ ؎

زمین و زماں تھے اور نہ تھا جب زمانہ ٭ نہاں پردۂ ساز میں تھا ترانہ

جبینوں سے واقف نہ تھا آستانہ ؎ حجابوں میں تھا نورِ حق کا خزانہ
یہ چاہا کہ اب رازِ پنہاں عیاں ہو
خزانہ وہ کیا جو ہمیشہ نہاں ہو

اب مقصد تخلیق انسانی واضح تر ہو گیا۔ کہ وجہ خلقت عبادت اور معرفت ہے۔ معرفت اور عبادت اگرچہ لازم و ملزوم ہیں مگر اصولاً اور عقلاً تقدم اور تاخر کا فرق ہے معرفت کا درجہ ذرا عبادت سے پہلے ہے تاکہ معرفت ہولے تو عبادت ہو آئے تحصیل معرفت اور اسکے وسائل پر نظر ڈالیں۔ تو معرفت الٰہی اور عرفان خداوندی کی دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں۔ ایک تو رویت۔ یعنی آنکھ نے خود اسکو دیکھا ہو۔ دوسرے وہ انکشاف اور ظہور جس سے وہ یقین پیدا ہو جائے جیسا کہ آنکھ سے دیکھ کر ہوتا ہے۔ پہلا درجہ معرفت مذہب حقہ امامیہ میں محال ہے کیونکہ خدا جسم و جسمانیت سے منزہ اور پاک ہے۔ دوسرا درجہ یعنی اسکا آفاق گیر ظہور یہ عارفان مذہب حقہ کی نظر میں نظر سے دیکھنے سے بھی قابل یقین ہے۔ چنانچہ کسی نے امام العارفین یعسوب الدین۔ امیرالمومنین علی ابن ابیطالب سے سوال کیا۔ کیا آپ نے خدا کو دیکھا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر میں خدا کو نہ دیکھتا تو اسکی ہرگز عبادت نہ کرتا۔ البتہ ان مادی آنکھوں سے اسکو نہیں

دیکھا جاسکتا۔ میں نے ایمان اور یقین کی آنکھوں سے اس کو
دیکھا ہے (الصلوٰۃ) معلوم ہوا کہ معرفت خدا ان آنکھوں سے تو دیکھکر نہیں ہو سکتی
ایمان کی بینائی کی ضرورت ہے تو ایمان کی وہ بلند نظر کہاں سے آئے
کہ یقین کامل ہو جائے۔ مفکرین معرفت نے جہاں حصول عرفان
کے بہت سے طریقے بتلائے ہیں وہاں یہ بھی کہا ہے۔ کہ مجاز سے
حقیقت۔ صفت سے موصوف مصنوع سے صانع کی معرفت
آسان نہیں تو دشوار بھی نہیں۔ موجودات عالم کے ذرات سے
لیکر فلکیات تک جتنی مصنوعات ہیں۔ رات دن اپنے صانع کا تعارف
کرا رہی ہیں۔ زمین کے سینہ سے سر نکال نکال کر حسین پودے
پھولوں کی رنگ برنگی زبانوں میں۔ پرندوں کی دلربا اور دلکش تصویریں
پُر بہار شاخوں اور آشیانوں میں۔ لاتعداد روشن اور منور
ستارے ٹکے ہوئے آسمانوں میں۔ آفتاب اور مہتاب کی ضیا بار
کرنیں مکانوں اور ویرانوں میں۔ اس خالق حقیقی اور صانع لم یزلی کا
پتہ اور گواہی دیکر کہہ رہی ہیں کہ ؎

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار ؎ ہر ورقے دفتر یست معرفت کردگار

دور کیوں جائیں کیا اسی کرسی (منبر) ہی کو دیکھکر جس پر ہم بیٹھتے
ہیں یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ اسکو کسی نے ضرور بنایا ہے اب یہ کرسی

جسقدر حسین اور خوبصورت ہو گی اپنے صانع کے کمال کی دلیل بنے
گی مگر یہ بات عجیب ہے کہ ان صنعتوں میں سے کسی صنعت نے
ہم سے آجتک یہ نہیں کہا کہ ہم کو کس نے بنایا ہے ۔کرسی ہی
سے کیا نسیم بہار سے ۔پھولوں کے نقش و نگار سے ۔مہتاب
و آفتاب ضیا ء بار سے پوچھیئے کہ یہ لہک یہ جھک یہ چمک تمہیں
کس نے بخشی تو سب خاموش ہیں کوئی نہیں کہتا کہ اس خالق کائنات
نے ۔پھر ان مصنوعات کو دیکھکر یہ کیسے سمجھ میں آئے کہ
ان کو خدا ہی نے پیدا کیا ہے ۔لہذا ضروری ہوا کہ کوئی کامل
ترین اور افضل ترین اسکی صنعت ایسی بھی ہو جو صنعت ناطقہ
ہو اپنی زبان سے خود کہئے کہ ھواللہ احسن الخالقین اور وہ اتنی
عجیب صنعت ہو کہ عالم کی صنعتیں اسکے قدموں پر نثار رہوں ۔
کونین اس کی آواز پر لبیک کہنے کو تیار رہوں ۔ڈوبتے ہوئے سورج
کو اُٹھالے ۔درخت کو چاہے تو پاس بلالے ۔چاند کو دو نیم بنادے۔
اور سنگریزوں کو کلیم بنادے ۔اس ضرورت کو خلاق عالم نے
تخلیق عالم سے پہلے محسوس کیا ۔آدم پہلے بنے انسان بعد میں آئے
معلم پہلے آیا متعلم بعد میں ۔رہبر پہلے بنا رہرو بعد میں ۔ہر دور میں
معرفت کے انداز بدلے ۔عبادت کے اطوار بدلے ۔کتابیں بدلیں

اسباق بدلے۔ آخر میں معرفت اور عبادت کا آخری معلم آخری کتاب اور آخری لصاب لے کر آیا ؎

کہا خلق سے لو اسے میں امین ہوں ٭ ہے آخر سبق خاتم المرسلین ہوں

(نبوت ختم ہو رہی تھی۔ درس و تدریس کا سلسلہ قیامت تک جاری رکھنا تھا۔ آخری معلم نے قیامت کا انتظام کیا۔ نبوت کو امامت نام دیا۔ اور امامت سے قیامت کا کام لیا۔ سرکار ختمی مرتبت کے بعد خدا کے چنے ہوئے مصطفےٰ کے بنائے ہوئے انسان کامل معرفت اور عبادت کا نمونہ بنکر آتے رہے۔

(جمادی الاوّل کی پندرہ[۱۵] تاریخ تھی کہ مدینہ منوّرہ نور امامت سے جگمگا اُٹھا۔ امام ابن امام کے گھر میں۔ شاہ زماں شہنشاہ نوشیرواں کی پوتی کی آغوش میں۔ معرفت اور عبادت کا ستارہ بسید العارفین زین العابدین بنکر چمکا۔ امیر المومنین خوش کہ علی آیا ٭ حسن خوش کہ حسین کا وصی آیا۔ عبادت نے آکر مجرئی کیا۔ ریاضت نے سلامی دی۔ صبر آداب بجالایا۔ تقویٰ نے دامن چومے۔ عرفان دست بوسی کو آیا۔ صراط مستقیم قدمبوسی کو بڑھی۔ ایمان نے پیشانی چومی۔ آسماں پر فرشتے چلائے ؎

کسکی آمد ہے چمن نور ہے سبحان اللہ ٭ پتی پتی شجر طور ہے سبحان اللہ

خانہ سبطِ نبی حور ہے سبحان اللہ    شہر بانو کا الم دور ہے سبحان اللہ

خانۂ فاطمہ آباد نظر آتا ہے

بچہ سجدہ میں ہے سجاد نظر آتا ہے

معرفت نے کہا امام العارفین آیا۔ عبادت بولی زین العابدین آیا۔ سجدہ نے کہا سید الساجدین آیا۔ قرآن نے کہا امام المبین آیا۔ فرش نے کہا عرش کا مکین آیا۔ کربلا چلائی سید الصابرین آیا۔ حسین کے گھر میں ہمنام امیر المومنین آیا۔ اسلام پکارا رسول کا چوتھا جانشین آیا۔ علی نے دو سال دامن علی اول کے سایہ میں پرورش پائی۔ عم محترم کے دس سال امامت کے انداز دیکھے۔ دس سال پدر بزرگوار کے خاموش اطوار دیکھے۔ حسین نے نور رسالت کو چاہا کہ پھر ایک جگہ جمع ہو جائے۔ اور نور حسن وحسین ایک مرکز پر آجائے۔ امیر المومنین کے اس پوتے کی شادی امیر المومنین کی پوتی امام زادی سے کردی۔ اور علی اور فاطمہ پھر ایک جگہ جمع ہو گئے۔ ہونے والے امام نے زمانہ کی حالت دیکھکر مستقبل کی ضلالت دیکھکر۔ فریضہ امامت کی ادائیگی کے لئے طریقکار کا تعین کیا۔ زہد و عبادت کو مددگار اور خدمت خلق کو شعار بنایا ۲۰ بیس حج پا پیادہ ادا کئے۔ حجر اسود سے امامت کی گواہی لی۔ عبادت

نے محویت عبادت کی داد دی۔ ایک روز امام مصلائے عبادت پر محو عبادت تھے کہ بچہ کی ماں چلائی "یا بن رسول اللہ باقر کنوئیں میں گر گیا۔ امام اسی طرح مصروف نماز رہے۔ جناب فاطمہ کنوئیں سے مصلے کی طرف مصلے سے کنوئیں کی طرف صفا و مروی کے درمیان بچہ کی ہلاکت کے خوف سے بار بار دوڑ لگا رہی تھیں۔ امام اسی طرح مصروف نماز تھے۔ فارغ ہوکر دست دعا بلند کئے اور دست امامت کنوئیں کی طرف بڑھایا۔ بچہ کو کنوئیں سے نکال کر آغوش مادر میں دیدیا۔ اور پھر مصلئے عبادت پر تشریف لے آئے۔

امام زہری اور امام مالک کا بیان ہے کہ امام زین العابدین اپنے زمانے کے سب سے بڑے عالم۔ سب سے بڑے فقیہہ سب سے بڑے زاہد و عابد تھے۔ خلق خدا کی تکلیف کو اپنی تکلیف سمجھتے تھے اتنا عطا کرتے تھے کہ کبھی فاقہ شکنی کو بھی کچھ نہ رہتا تھا۔ امام زہری فرماتے ہیں کہ ایک روز ہم لوگ خدمت امام میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص آپ کے اصحاب میں سے آیا اور سلام کرکے سامنے بیٹھ گیا امام نے خیریت پوچھی۔ اس نے جواب دیا۔ فرزند رسول میں چار سو دینار کا مقروض ہوں۔ قرض کی ادائیگی پر کوئی قدرت نہیں رکھتا اور کثیر العیال بھی ہوں۔ امام نے سنا اظہار افسوس کیا اور

رونے لگے۔ اس شخص نے عرض کی آپ پر کونسی مصیبت آئی کہ آپ
گریہ فرما رہے ہیں۔ فرمایا اس سے بڑھکر اور کونسی مصیبت ہوگی کہ
ایک مومن دوسرے مومن کی تکلیف کو دور نہیں کر سکتا۔ یہ کہکر
امام خاموش ہوگئے۔ لوگ اٹھ کر چلے گئے۔ راستہ میں مخالفین اہلبیت
نے از روئے تمسخر کہا کہ ان محبان اہلبیت پر سخت تعجب ہے کہ یہ لوگ
دعوی کرتے ہیں کہ آسمان اور زمین کی تمام چیزیں ان کے امام کے
قدرت و اختیار میں ہیں لیکن ان کے امام اپنے دوستوں کی
تکلیف کو بھی دور نہیں کر سکتے اور خود روکر عاجزی کا اعتراف کرتے
ہیں۔ ایک شخص نے دشمن کی یہ گفتگو امام تک پہونچائی۔ آپ نے فرمایا
کہ بیشک خدا تیری مدد فرمائیگا۔ اور مصیبتوں کو جلد دور فرمائے
گا۔ اپنے غلام کو حکم دیا کہ میرے افطار کی جو دو روٹیاں ہیں لاؤ۔ غلام
دونوں خشک روٹیاں لے آیا۔ آپ نے اس شخص کو دونوں روٹیاں
عنایت کیں اور فرمایا ان دونوں روٹیوں کے علاوہ اسوقت میرے
پاس اور کچھ نہیں۔ ان دونوں روٹیوں کو لیجاؤ۔ خدا تیری سب
تکالیف رفع فرمادیگا۔ یہ شخص سوکھی دو روٹیاں لے کر چلا
راستہ میں ایک ماہی فروش کی دکان پر نظر پڑی سوچا ایک روٹی
کے بدلے مچھلی لے لوں۔ ماہی فروش سے کہا ایک روٹی کے عوض

ایک مچھلی دیدو ۔ اس کے پاس صرف ایک ہی مچھلی باسی بودار رہ گئی تھی کہا لیجاؤ ۔ روٹی رکھدی اور مچھلی اٹھالی ۔ کچھ دور گیا تھا کہ ماہی فروش نے آواز دی ۔ کہ مچھلی بھی لیجاؤ اور یہ سوکھی روٹی بھی لیجاؤ ۔ یہ ہمارے کام کی نہیں ۔ روٹی اور مچھلی لے کر آگے بڑھا ۔ سوچا تھوڑا نمک ایک روٹی کے بدلے لے لوں ۔ نمک والے نے نمک دیکر سوکھی روٹی کو دیکھا اور اُس نے بھی یہی کہا کہ نمک بھی لے جاؤ اور یہ سوکھی روٹی بھی اپنے پاس رکھو ۔ گھر آیا بیوی سے کہا مچھلی کو خوب دھوکر اندر سے اچھی طرح صاف کرو ۔ بیوی نے مچھلی کو چاک کیا شوہر کو آواز دی آؤ دیکھو یہ کیا ہے دیکھا تو دو گوہر نایاب تھے ۔ بازار میں جاکر کثیر رقم میں فروخت کیئے ۔ قرضہ بھی ادا کیا ۔ وقت افطار امام کا غلام آیا اور اُس نے آکر کہا کہ امام علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ اگر وہ سوکھی روٹیاں تمہارے کام کی نہ ہوں اور موجود ہوں تو افطار کے واسطے مجھے دیدو ۔ دو سوکھی روٹیاں ایک غریب کو دولتمند بنا کر واپس آگئیں ۔ دنیا نے صاحب اختیار ہی کو نہ سمجھا کہ کسکو کہتے ہیں ۔ دنیا یہی سمجھتی رہی کہ صاحب ثروت صاحب حکومت کو صاحب اختیار کہتے ہیں ۔ غلط ہے صاحب اختیار وہ ہے جو حالت عسرت میں صاحبان عسرت کو صاحبان ثروت بنا دے ۔ ان انوار مقدسہ کا کسی نے نا سمجھی سے اور کسی نے سمجھ کر انکار کر دیا عبدالملک کا

زمانہ سلطنت تھا۔ اسکا بیٹا ہشام جو بنی امیہ کا دسواں بادشاہ ہوا۔ حج بیت اللہ کرآیا۔ حاجیوں کا اژدہام دیکھا سوچا کہ جب مجمع کم ہوجائے تو سنگ اسود کے بوسہ کو جائے۔ دور ایک میز پر بیٹھ گیا۔ شام کے معززین ہشام کے چاروں طرف جمع تھے دیکھا ایک جوان ضعیف ولاغر آیا اور مجمع کائی کی طرح پھٹ گیا ؎

کعبہ کی زیارت کو ہر شاہ و غلام آیا ⁂ جھکنے لگی پیشانی آخر وہ مقام آیا
دیکھا جو علی آیا پھر خانہ خالق میں ⁂ خود کعبہ پکار اُٹھا ہٹ جاؤ امام آیا

ہشام کے مصاحبین میں سے شام کے معززین میں سے ایک شخص نے ہشام سے تعجب سے پوچھا یہ کون شخص ہے جسکی ہیبت اور جلالت لوگوں پر اتنی چھاگئی کہ لوگ خود بخود ہٹ گئے۔ ہشام نے اس خوف سے کہ کہیں اہل شام کا رجحان امام زین العابدین کی طرف نہ ہوجائے کہا میں اس شخص کو نہیں جانتا۔ اتفاقاً عرب کا مشہور شاعر فرزدق اس مجمع میں موجود تھا۔ ہشام کا تجاہل عارفانہ دیکھکر اس سے نہ رہا گیا اُس نے ہشام اور شامیوں کی طرف رُخ کر کے کہا۔ اس شخص کو میں جانتا ہوں تجھ سے سنو یہ کون شخص ہے یہ کہکر فرزدق نے امام [illegible] ایک طویل قصیدہ پڑھا۔ آپ کے فضائل اور مناقب پر [illegible]شنی ڈالی۔ سارا مجمع فرزدق کی طرف متوجہ ہوگیا۔ شامیوں

کا چہرہ فق ہوگیا۔ ہشام نے برہم ہوکر فرزدق کو بمقام عسفان قید کردیا۔ امام کو خبر ہوئی فرزدق کے پاس امام نے بارہ ہزار درہم بھیجے۔ فرزدق نے انکار کردیا۔ مولا میں نے قصیدہ مال دنیا کے لئے نہیں کہا۔ نجات آخرت چاہتا ہوں۔ امام نے فرمایا۔ جو ہم دیتے ہیں واپس نہیں لیتے اسکو رکھو نجات آخرت کے ہم ذمہ دار ہیں۔ میں یہاں بہ نظر اختصار فرزدق کے چند اشعار کا منظوم اردو ترجمہ پیش کررہا ہوں۔

انہیں کعبہ حل و حرم جانتے ہیں  قریش انکو اہل کرم جانتے ہیں
قدم بوسی کرتے ہیں بطحیٰ کے ذرے  وہ انکا مقام قدم جانتے ہیں
زمانے کے جواد و اہل کرم بھی  ان ہاتھوں کو ابر کرم جانتے ہیں
خدا انکو شیر خدا جانتے ہیں  شہنشاہ خیر الامم جانتے ہیں
بڑھے دست بوسی کو خود سنگ اسود  مقام انکا کیا ہے یہ ہم جانتے ہیں
یہ اسلام و ایماں یہ دین مجسم  ہم اس گھر کا لطف و کرم جانتے ہیں
فضائل کو انکے مناقب کو انکے  خدا اور لوح و قلم جانتے ہیں
یہ وہ ہیں ہم انکے غلاموں کا رتبہ  ملک سے فزوں محترم جانتے ہیں
نہ جانے اگر کوئی جاہل نہ جانے  عرب جانتے ہیں عجم جانتے ہیں
نہ سمجھیں انہیں اہل دوزخ نہ سمجھیں  مقام انکا اہل ارم جانتے ہیں

بڑا پرآشوب دور تھا امیرالمومنین کی طرح خطبات لکھکر خطاب تو

نہ کرسکے۔ آنسوؤں میں معرفت کے دریا بہادیئے۔ دعاؤں میں توحید کے گلزار سجادیئے۔ خاموشی کو زبان بنادیا۔ آنسوؤنکو بیان بنادیا۔

اک خموشی ہزار تقریریں　　ایک آنسو ہزار تفسیریں
اک صحیفہ ہزار تحریریں　　ایک شب میں ہزار تکبیریں

رخ بدل کرذراہدایت کا
کام سب کرگئے امامت کا

(مصائب)

توحید کا اگر گنجینہ دیکھنا ہو۔ معرفت کا اگر خزینہ دیکھنا ہو۔ ایماں کا اگر دفینہ دیکھنا ہو۔ نجات کا اگر سفینہ دیکھنا ہو۔ روحانیت کا اگر زینہ دیکھنا ہو سیاست الہیہ کا اگر قرینہ دیکھنا ہو اسلام کا صحیح آئینہ دیکھنا ہو۔ تو

اعجاز امامت کی زندہ تصویریں صحیفۂ کاملہ میں دیکھئے۔ امام زین العابدینؑ کی زندگی پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ رضاً بقضائہٖ وتسلیماً لامرہٖ کہنے والے حسینؑ نے اس فرزند کو بچپن ہی سے صبر کی لوریاں دیکر شکر کی گھٹیاں پلاکر کسی آنیوالے وقت کیلئے پروان چڑھایا تھا وہ وقت آیا اور وہ مصائب ساتھ لایا جسکے اٹھانے سے زمین وآسمان اور پہاڑوں نے انکار کردیا تھا۔ کربلا آئی اور سیلاب بلا ساتھ لائی۔ بیمار امام کبھی غش سے

آنکھیں کھولتا تو سنتا ۔ یا ذوالفقار نہ رہے ۔ چچا عباس علمدار نہ رہے ۔ اکبر ہمشکل احمد مختار نہ رہے پھر سنا اصغر شیر خوار نہ رہے ۔ حسین آخری رخصت کو خیمہ میں آئے ۔ بیٹے کو دیکھا غش میں پڑا ہے ۔ حسین نے آنسوؤں کے چھینٹے دیئے ۔ عابد بیمار نے آنکھیں کھولیں باپ اپنے سرہانے سرخ عمامہ اور سرخ لباس میں نظر آئے حیران ہو کر اٹھ بیٹھے ۔ عرض کی بابا لباس خون میں رنگین کیوں ہے ۔ فرمایا بیٹا تمہارا باپ صبح سے خون کے دریا میں تیراک ہے ۔ ساحل مراد اب نزدیک تر ہے ۔ سنو اور غور سے سنو ۔ تبرکات اور لوازمات امامت جب لوٹ کر مدینہ جاؤ تو اپنی محترمہ نانی ام سلمہ سے لے لینا اسرار امامت تلقین کر کے فرمایا بعد عصر اب تم امام عصر ہو یہ سن کر بیمار بیٹا کانپتی ہوئی ٹانگوں پر زور دیکر کھڑا ہو گیا ۔ عرض کی بابا عصر سے پہلے میں آپ پر قربان ہونگا ۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ بیٹے کی زندگی میں باپ کے گلے پر خنجر چل جائے ۔ اجازت جہاد دیجئے ۔ حسین؏ روئے فرمایا میرے بیمار مجاہد تمہیں ایک سخت جہاد در پیش ہے جہاد بالسنان اور جہاد بالسان تو ہم نے کیا ۔ تمہیں جہاد بالصبر کرنا ہے ۔ خدا حافظ ۔ مدینہ جب جاؤ تو عزیزوں اور ہمارے شیعوں سے ہمارا سلام کہنا اور کہنا کہ جب ٹھنڈا پانی پیو تو حسین کے بچوں کی پیاس بھی یاد کر لینا ۔ نمازی کا سر سجدہ میں جدا ہوا ۔ راکب دوش رسول نوک نیزہ پر بلند ہوا

اہل حرم لوٹے گئے۔ خیام جلائے گئے۔ زینب امام کو لیکر خاک گرم کربلا پہ آبیٹھیں۔ رات گزری۔ صبح نمودار ہوئی اہلبیت رسول قیدی بنائے گئے۔ رسول کی نواسیوں۔ زینب اور ام کلثوم کے ہاتھ رسن سے پس پشت باندھے گئے بیمار کی طرف بیڑیاں بڑھیں امام نے پیر بڑھا دیئے۔ ہتھکڑیاں بڑھیں ادھر ہاتھ بڑھے۔ طوق آیا امام نے گردن جھکادی۔ جہاد صبر کا آغاز ہوا۔ اسیروں کا قافلہ مقتل سے نکالا گیا۔ قیدی امام نے باپ کی لاش خاک وخون میں آلودہ دیکھی۔ قریب تھا کہ روح پرواز کر جائے۔ حکیمہ نفسانیات زینب علیہ نے بھتیجے کی حالت غیر دیکھی توجہ کو اپنی طرف منعطف کرنے کے لیئے خود کو اونٹ سے گرادیا۔ اور فرمایا سید الصابرین یہ کیا حال ہے ابھی صبر کی کٹھن منزلوں سے گزرنا ہے۔ قافلہ آگے بڑھا۔ جنت کے سردار کا فرزند اونٹوں کی مہار پکڑے پا برہنہ گلے میں طوق خاردار لیئے آگے بڑھا۔ سامنے دادا کا دارالامارہ نظر آیا۔ شرم سے گردن جھکالی۔ تماشائیوں کا ہجوم تھا اور عابد مغموم تھا دربار ابن زیاد سجا ہوا تھا۔ رسول کے نواسے کا سر طشت میں رکھا ہوا تھا۔ بیٹے نے دیکھا اور باپ کی وصیت یاد آئی۔ ابن زیاد مخاطب ہوا۔ یہ قیدی کون ہے۔ لوگوں نے کہا علی ابن الحسین اچھا۔ کیا علی بن الحسین کو خدا نے نہیں قتل کیا۔ امام سے نہ رہا گیا فرمایا وہ میرا بھائی علی اکبر تھا جسکو تیرے لشکر نے قتل کر دیا۔ ابن زیاد یہ

فقرہ سنکر برہم ہوا اور حکم دیا علی ابن الحسین کو قتل کردو۔ حیدر کرار
کے پوتے کو جلال آیا فرمایا ابن زیاد تو مجھے قتل سے ڈراتا ہے۔ سن قتل
ہماری عادت ہے اور شہادت ہمارا شرف ہے۔ ابن زیاد نے حکم
دیا ان سب کو فی الحال قید کردو۔ یزید کو اطلاع دیگئی شام کے پلید حاکم
کا حکم آیا۔ سرونکو معہ اسیروں کے فوراً ہمارے دربار میں بھیجو۔ راہ
کی بستیاں اور آبادیاں آراستہ کیجائیں۔ فتح کی خوشیاں منائی جائیں
اسیروں کا قافلہ کوفہ سے روانہ ہوا۔ ہر منزل آراستہ ہوئی تماشائیوں کا
ہجوم تھا۔ کوئی ہنستا تھا اور کوئی یہ معلوم ہوکر کہ یہ سر نواسہ رسول کا ہے
دھاڑیں مارمار کر روتا تھا۔ دین کا ساربان اونٹوں کی مہار پکڑے
کشاں کشاں جارہا تھا۔ بیماری سے چہرہ زرد تھا پیر طئے مسافت سے
متورم۔ پیر زنجیروں سے فگار۔ گلے میں طوق خاردار۔ امام کے شیدائیو۔
اگر اپنے صابر امام کی تصویر صبر دیکھنی ہو تو صرف ایک فقرہ ہی تمام
عمر کو رونے کیلئے کافی ہے۔ بیمار امام کربلا سے شام تک سات سو میل
کی مسافت پا برہنہ پیادہ طے کر رہا ہے۔ ماں، بہنیں، پھوپیاں سر
برہنہ رسن بستہ بے پردہ ساتھ ساتھ ہیں رگوں میں ہاشمی خون ہوتے
ہوئے خاموش جارہا ہے تھک کر بیٹھ جاتا ہے تو تازیانہ اٹھاتا
ہے۔ سوچو اور دل پر ہاتھ رکھکر سوچو کہ یہ کام سوائے امام کے کسی

انسان کا ہو سکتا ہے۔ اللہ رے صبر شاید امام کو یہ خیال رہ رہ کر آتا ہو
کہ کاش میں بھی امام کے ساتھ شہید ہو جاتا تو رسول کی نواسیوں کو کھلے
سر نہ دیکھتا۔ یہ سب وصیت حسینؑ کا پاس تھا اور بقائے دین کا لحاظ
تھا جو کشاں کشاں دمشق میں لے آیا۔ معاویہ کے بیٹے نے شہر کو
دلہن بنایا تھا۔ فتح کے شادیانے بج رہے تھے۔ لوگ گلے مل رہے تھے فرزند
رسول کی قتل کی عید تھی۔ فاطمہؑ کی بیٹی نے فضہ کو بلایا فضہ شمر سے کہہ دو
اگر دربار ہی میں لیجانا ہے تو ایک ایک چادر دیدے چادر دینے سے انکار ہوا
شیر خدا کی بیٹی نے کہا زینب کھلے سر دربار عام میں نہ جائے گی۔ شمر
نے سنا سید سجاد کی طرف بڑھا۔ تازیانہ ہاتھ میں تھا شقی ازلی
نے خدا جانے کیا سلوک کیا کہ امام پھوپی کی خدمت میں آئے اور پھوپی
کی طرف پشت کر کے کھڑے ہو گئے۔ پشت کے زخم دکھا کر فرمایا
پھوپی اماں اب سجاد میں تازیانے کھانے کی طاقت نہیں رہی۔
جناب زینب نے بھتیجے کی پشت پر نظر ڈالی کہ نظر سر امام تک پہونچی
دیکھا حسینؑ کے رخساروں پر آنسوؤں کے تارے چمک
رہے ہیں۔ بہت روئیں اور کہا بھائی حسین نہ روؤ زینب دربار میں
جا رہی ہے۔ دمشق کے بازار میں دو طرفہ تلوار کھولے فوجیوں کی قطار
تھی اور سید الصابرین بہنوں، پھوپیوں کو لئے سر جھکائے آگے آگے

جا رہے تھے۔ دربار میں کیا دیکھا سر حسین طشت میں رکھا دیکھا
اللہ رے امتحان صبر امام۔

کیوں اے فلک یہ صبر کا عابد کے امتحان ؛ گردن میں طوق پائے مقدس میں بیڑیاں
پیر ونمیں چھالے پشت پہ تھے درونکے نشان ؛ سلطان دوجہان تھا اللہ رے ساربان

دربار تھا یزید کا کنبہ تھا سر کھلا
شکوہ نہ کرتا تھا مگر ایوب کربلا

ایوب کربلا نے وہ مصائب سہے کہ تمام زندگی آنسو ہی نہ تھمے ایک روز ایک شخص نے کہا مولا کب تک روئے گا۔ فرمایا لیعقوب خدا کے نبی تھے۔ ایک بیٹا بارہ بیٹوں میں سے گم ہوگیا تھا حالانکہ جانتے تھے کہ بقید حیات ہے مگر صرف اسکی جدائی میں اتنا روئے کہ کمر جھک گئی۔ بال سفید ہوگئے۔ اور بینائی جاتی رہی۔ میں نے اٹھارہ عزیزوں باپ بھائی اور اقربا کا ایک دن میں سر کٹتا ہوا دیکھا ہے پھر مجھ سے پوچھتے ہو کہ کب تک روئے گا۔ ساری زندگی روؤں تو کم ہے۔ آخر روتے ہی روتے ۲۵ محرم کو ولید پلید کے زہر سے شہید ہوئے۔

الا لعنۃ اللہ علی قوم الظالمین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# امام محمد باقر علیہ السلام

# فضائل

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وآلہ الطیبین الطاہرین

امابعد فقد قال اللہ تبارک وتعالیٰ فی قرآن المجید وفرقان الحمید۔

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ۝ ۔ (سورہ احزاب)

اللہ اور اسکے فرشتے درود بھیجتے ہیں نبی پر۔ اے ایمان والو تم بھی درود سلام بھیجا کرو۔

فضائل درود لاتعد و لاتحصیٰ ہیں افضل ترین عبادت ہے جسکے بغیر عبادات بے کار۔ آدم کو پیدا کر کے خدا نے آدم کو مسجود ملک بنایا تھا اپنے محبوب کے واسطے درود کا حکم دیکر قیامت تک کے لئے انسانوں کی گردنیں سلام رسول کے لئے خم کرا دیں اور عظمت حبیب کو رفیع تر بنانے کو یہ بھی کہہ دیا کہ فرشتے ہی نہیں ہم بھی تمہارے ساتھ ہیں۔ دیکھو جتنی عبادتیں ہماری درگاہ میں بھیجو درود کا ٹکٹ لگا کر بھیجا کرو۔ دعا کی جتنی درخواستیں دو، درود کے لفافے میں رکھکر بھیجو۔ ورنہ بغیر درود کے ٹکٹ کے مہر قبولیت نہ لگ سکے گی

عظمت رسول کی معرفت کے لئے یہ ایک آیت ہی اگر دینا سمجھنا چاہیئے ۔ تو بہت کافی ہے ۔ آدم کو تو صرف ملائکہ ہی نے سلامی دی تھی قدرت چاہتی ہے میرے حبیب کو ملک اور بشر سب ملکر سلامی پیش کریں بلکہ وفور محبت میں یہ بھی کہدیا کہ چلو ہم بھی اس کام میں تمہارے ساتھ ہیں ۔

حقیقت یہ ہے کہ درود بلند ترین عبادت ہے عبد و معبود میں مابہ الامتیاز صرف عبادت ہے ۔ معبود بے نیاز عبادت ہے اور عبد نیاز مند عبادت ۔ مگر یہ عجیب عبادت ہے کہ معبود خود شریک عبادت ہے ؎

اسکا کوئی شریک نہیں وہ ہے لاشریک ؎ وہ خالق جلیل میں عبد حقیر ہوں
پڑھتا درود میں بھی ہوں اللہ بھی درود ؎ اس کام میں شریک خدائے قدیر ہوں

صلی اللہ علیہ وسلم کہنے والوں کا یہ اعتراض باقی رہ جاتا ہے ۔ کہ آیت میں صرف نبی پر درود بھیجنے کا حکم ہے ۔ آل کا ذکر نہیں ۔ لہذا آل قابل درود نہیں ۔ ہم یہ دریافت کرینگے ۔ کہ قرآن میں صرف اقیموا الصلوٰۃ آیا ہے ۔ یہ دو رکعت، تین رکعت ، چار رکعت ہر رکعت میں ایک رکوع دو سجدے کہاں سے آتے اور کیوں کئے جاتے ہیں جب قرآن میں انکا ذکر ہی نہیں معلوم ہوا کہ اجمال کی تفصیل قدرت نے اپنے رسول پر چھوڑی ہے لہذا دیکھنا یہ ہے کہ رسول نے درود بھیجنے کا کیا طریقہ بتلایا ہے ۔ بخاری سے عرض کر رہا ہوں ۔ کعب ابن حجر ناقل ہیں کہ ایک روز

میں نے رسول خدا سے سوال کیا کہ اے خدا کے رسول سلام کا طریقہ تو ہمیں آتا ہے آپ پر صلوات کا طریقہ کیا ہے۔ رسول نے فرمایا۔ اس طرح کہا کرو۔ اللھم صلی علی محمد و آل محمد کما صلیت علی ابراھیم و آل ابراھیم انک حمید مجید کتب تاریخ کے اکثر معتبر علماء نے آل پر درود بھیجنے کو واجب قرار دیا ہے اور علماء حقہ نے متفقہ طور پر نہ صرف نماز میں بلکہ جب بھی نام رسول زبان پر آئے یا نام آل رسول تو درود بھیجنا واجب سمجھا ہے۔ امام شافعی کے دو شعر ابن حجر نے صواعق محرقہ باب دہم میں لکھے ہیں بڑے عجیب شعر ہیں امام شافعی فرماتے ہیں ؎

یا اھلبیت رسول اللہ حبکم فرض من اللہ فی القرآن انزلہ
کفاکم من عظیم القدر انکم من لا یصلی علیکم لا صلوٰۃ لہ

منظوم ترجمہ

اے اہلبیت شاہ زمن سرور حجاز ٭ دیتا ہے حکم آپ کی الفت کا بے نیاز
یہ بات صرف آپکی عظمت کو کافی ہے ٭ بے آل پر درود کے ہوتی نہیں نماز

حدیث رسول ہے کہ میری آل کو درود میں شامل کیا جائے اور مجھ پر درود تبری نہ بھیجا جائے۔ لوگوں نے سوال کیا یا رسول اللہ درود تبری کیسے کہتے ہیں فرمایا تبری کے معنی بے زاری کے ہیں ایسا درود نہ بھیجو جس سے میں اور میرا خدا بے زار ہو یعنی اللھم صلی علی محمد۔ کہکر خاموش نہ ہو جاؤ

بلکہ یوں کہا کرو۔ اللھم صلی علی محمد و آل محمد۔ (صلوٰۃ)

سلطان غیاث الدین سلطان محمد خدا بندہ کا ایک واقعہ

موجود ہے کہ ایک روز ایک واعظ فضیلت درود پر تقریر کر رہا تھا بادشاہ نے اس سے سوال کیا کہ اور انبیاءؑ کے واسطے درود میں آل کا ذکر نہیں رسول کی آل کو درود میں کیوں شامل کیا گیا ہے واعظ تادیر خاموش رہا سامعین منتظر جواب تھے۔ بادشاہ نے کہا اگر اجازت ہو تو دو باتیں میری سمجھ میں آئی ہیں۔ ایک یہ کہ انبیاءؑ سابقین کی شریعت اور نبوت کیونکہ ختم ہونے والی تھی اسلئے انکی آل کے ذکر کی ضرورت نہیں۔ اور ہمارے رسول کی نبوت اور شریعت کیونکہ قیامت تک باقی رہنے والی تھی اور آل کے ذریعہ باقی رہنے والی تھی اسلئے آل کا ذکر واجب قرار دیدیا گیا اور سلامٌ علیٰ آل یٰسین کہا گیا تاکہ لوگ محافظان شریعت کو یاد رکھیں اور ان سے وابستہ رہیں۔ دوسری وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ کیونکہ آپ کے دشمن آپ کو ابتر کہا کرتے تھے یعنی مقطوع النسل اسوجہ سے قدرت نے درود میں رسول کے ساتھ آل کا ذکر بھی واجب کردیا تاکہ دنیا کو معلوم ہو جائے کہ ہمارا رسول ابتر نہیں بلکہ اس کے ساتھ آل کا سلسلہ قیامت تک باقی رہیگا۔

ایک اعتراض یہ بھی کیا جاتا ہے کہ معصومین کی ذوات مقدسہ کو جن پر خدا نے اپنی رحمتوں کی بارشیں کر رکھی ہوں۔ ہمارے درود کی کیا احتیاج

ہے اور یہ کہنا کہ اے خدا تو ان پر رحمتیں نازل فرما کیا فائدہ رکھتا ہے۔

میں معترضین سے یہ سوال کرونگا۔ کہ اگر آپ کے کہنے کے مطابق وہ برگزیدہ ہستیاں محتاج نہیں تو پھر یہ مانگی ہوئی رحمتیں جائیں گی کہاں۔ ظاہر ہے کہ بھیجی ہوئی چیز جسکے پاس بھیجی گئی ہے اگر اسکو ضرورت نہیں تو وہ آپ کے پاس لوٹ کر آجائیگی تو آپ کیا نہیں چاہتے کہ رحمتیں لوٹ کر آپ کے پاس آجائیں۔ (صلواۃ)

یہاں تک یہ بات ثابت ہے کہ اللہ ملائکہ مومنین۔ نبی اور آل نبی پر درود بھیجتے ہیں لیکن دیکھنا یہ ہے کہ رسول بھی اپنی آل پر درود بھیجتا ہے یا نہیں (رجب کی پہلی تاریخ جمعہ کا مبارک دن تھا۔ کہ فاطمہ بنت رسول کی پوتی اور علی ابن ابیطالب کے پوتے کے گھر میں پھرسے نور محمدی چمکا۔ دادا حسین اپنے کربلا کے ہمسفر کو دیکھنے آئے۔ پیشانی کا بوسہ لیا۔ محمد کے کان میں حسین نے اذان دی۔ دوسرے علی اور دوسری فاطمہ نے دوسرے محمد پر نظر ڈالی اور زبان پر بے ساختہ درود آیا۔ اللہ درود میں شریک ہوا۔ ملائکہ درود میں شریک ہوئے۔ مومنین نے صدائے درود بلند کی رسول نے عرش سے درود بھیجا ہوگا۔ رسول جب فرش پر تھے تو اپنے محمد کو پیغام سلام بھیجتے تھے۔ جابر ابن عبداللہ انصاری سے رسول نے فرمایا جابر تم میرے حسین کے

پوتے محمد باقر کا زمانہ دیکھو گے۔ جابر جب میرے محمد سے ملاقات ہو تو میرا سلام کہنا اس واقعہ کو نظم میں سنیئے ؎

سنو ایک حدیث پیمبر سنائیں امامت کی تصویر عظمت دکھائیں
رسول خدا رونق انجمن تھے زبان وحی پر وحی کے سخن تھے
تھے پیش نبی سب نبی کے پیارے جمع جیسے ہوں چاند کے گرد تارے
تھے جابر بھی بزم رسالت میں حاضر ادب دان مزاج رسالت کے ماہر
ارادہ تھا پوچھیں حضور رسالت مری عمر کتنی ہے فرمائیں حضرت
نگاہ رسالت نے دل کو ٹٹولا بنوع دگر عقدۂ عمر کھولا
مخاطب ہوتے جابر راز داں سے مدراج ہیں تیرے بلند آسماں سے
خوشا بخت دیکھا ہمارا زمانہ علی اور حسین و حسن کا زمانہ
مبارک ہو عابد کا ہمراز ہونا زیارت سے باقر کی ممتاز ہونا
مگر میرے باقر سے جابر جو ملنا سلام اسکی خدمت میں میرا بھی کہنا
شب و روز جابر کو ایک بے کلی تھی نہ تھی چشم چشم بصیرت کھلی تھی
تڑپ تھی کہ آئے مبارک وہ ساعت امامت کو دوں میں پیام رسالت
خدا نے وہ ساعت بھی آخر دکھائی کلی پانچویں بھی امامت میں آئی
وہ جابر کو دن بھی خدا نے دکھایا پدر کی معیت میں فرزند آیا
مصلے پہ جابر کو بیٹھے جو دیکھا جبیں صحابی کو بچے نے چوما

بصیرت نے پایا جو قبلہ نما کو ——— کیا سجدہ فرزند خیر الورا کو

کہا پیش کرتا ہوں خدمت میں حضرت ——— درود نبوت سلام رسالت

زباں مبارک سے پھر بولے باقر ——— کہو حسرت دل کوئی ہو تو جابر

کہا اک عنایت امام امم ہو ——— زیارت کا مشتاق ہوں گر کرم ہو

امامت نے اک ہاتھ آنکھوں پہ پھیرا ——— ہوئی چشم پرنور رخصت اندھیرا

زیارت ہوئی نائب مصطفےٰ کی ——— صحابی نے حضرت سے پھر التجا کی

نہیں روشنی کی مجھے اب ضرورت

نہ دیکھوں گا اب کوئی میں اور صورت (صلوٰۃ)

( اللہ اللہ اس امام کا مقام کہ اس رسول نے سلام بھیجا جس پر خدا نے درود و سلام بھیجا) جابر انصاری علیل تھے امام محمد باقر آپ کی عیادت کو تشریف لائے فرمایا جابر کیف حالک کیا حال ہے۔ جابر بولے خدا کا شکر ہے۔ پیری کو جوانی پر۔ بیماری کو تندرستی پر۔ عسرت کو ثروت پر۔ موت کو زندگی پر ترجیح دیتا ہوں امام نے فرمایا یہ منافی توکل ہے۔ جابر یوں کہو کہ اگر خدا کو بیماری پسند ہے تو ہمیں بھی بیماری پسند ہے اگر اسکو تندرستی پسند ہے تو ہمیں بھی تندرستی پسند ہے اگر عسرت میں رکھنا چاہتا ہے تو ہم عسرت میں خوش ہیں اگر ثروت دینا چاہتا ہے تو ہمیں بھی ثروت پسند ہے اگر موت دینا اس کو پسند ہے تو ہمیں بھی موت پسند ہے اور اگر

زندگی دینا چاہتا ہے تو ہم زندگی میں خوش ہیں۔ جابر انصاری نے امام کا کلام سنا اور اٹھ کر ہاتھ چوم لئے۔ اور کہا خدا کے رسول نے سچ فرمایا تھا کہ آپ باقر العلوم ہیں۔ (حقائق کا انکشاف کرنے والے) امام باقر علیہ السلام کا سینہ علوم کا خزینہ تھا۔ زمانہ نے تھوڑی مہلت دی تھی کہ درس وتدریس کا ایک بے پایاں سلسلہ شروع ہوگیا۔ سیکڑوں اپنے اور غیر مکتب باقری سے فیضیاب ہوئے۔ امام زہری امام اوزاعی امام مالک امام ابوحنیفہ جیسے بزرگ آپ ہی کی درسگاہ کے خوشہ چینوں میں سے تھے آپ کے سعید شاگردوں نے خدمت دین کے لئے امام کے اشارے سے بے شمار کتابیں لکھیں آپکی خدا داد قابلیت کا ہر اپنا اور غیر معترف تھا مشہور عالم ابن حجر مکی اپنی کتاب صواعق محرقہ صن۱۲۰ پر لکھتے ہیں کہ حضرت نے معارف وحقائق۔ علم وحکمت کے وہ دریا بہائے جس سے سوائے دیوانہ کے اور کوئی انکار نہیں کرسکتا۔

ایک مرتبہ امام معہ اپنے فرزند امام جعفر صادق کے حج کو تشریف لیگئے تھے خلیفہ ہشام ابن عبدالملک بھی آیا ہوا تھا۔ حج کے موقع پر امام نے مجمع سے خطاب فرمایا۔ جسمیں حمد خدا ثنائے رسول کے بعد اہلبیت رسول کی علومے شان کا تذکرہ بھی فرمایا۔ خلیفہ سنکر جل گیا اور شام پہونچکر امام اور فرزند امام دونوں کو دمشق طلب کرلیا جس وقت معصومین پہونچے دربار خلافت سجا ہوا تھا سیکڑوں اعیان مملکت بیٹھے ہوئے تھے۔ ہشام سریر خلافت

پر سرور شاہی میں جھوم رہا تھا۔ تیر اندازی کا کمال دکھایا جا رہا تھا سیکڑوں تیر انداز تیر نشانہ پر لگا رہے تھے۔ ہشام سوچا توہین امام کا اچھا موقع ہے کہنے لگا آپ بھی نشانہ پر تیر لگائیں امام نے انکار فرمایا۔ ادھر سے اصرار بڑھا سمجھا کہ ان سے تیر اندازی نہیں آتی۔ جب اصرار حد سے بڑھا تو امام نے کمان مانگی جبکے ترکش میں صرف نو تیر تھے۔ امام نے ایک تیر چلہ میں لگایا جو نشانہ کے بیچ میں پیوست ہو گیا اور نو کے نو تیر ایک ہی نشانہ اور ایک ہی نقطہ پر لگائے۔ لوگ حیران رہ گئے ہر طرف سے احسنت اور مرحبا کا شور بلند ہوا ہشام شرمندہ ہوا دونوں معصوموں کو اپنے قریب تخت پر جگہ دی اور پوچھا کہ کیا آپ کے فرزند بھی فن تیر اندازی سے کچھ واقف ہیں امام نے فرمایا خداوند عالم نے ہم اہلبیت رسول کو تمام علوم اور کمالات سے آراستہ کر کے خلق فرمایا ہے۔ ہشام نے امام کی مقبولیت سے گھبرا کر مدینہ کی واپسی کی اجازت دی امام نے مدینہ کا رخ کیا دمشق سے ابھی کچھ فاصلہ پر پہنچے تھے کہ صحرا میں ایک مجمع نظر آیا۔ تفحص حال پر معلوم ہوا کہ عیسائیوں کی ایک بہت بڑی جماعت ایک بہت بڑے راہب کی زیارت کو جمع ہوئی ہے جو سال بھر میں صرف ایک مرتبہ اپنی خانقاہ سے نکل کر عوام کے مجمع میں بیٹھتا ہے اور ان کے سوالات کے جوابات دیتا ہے۔ امام بھی اس مجمع میں بیٹھ گئے۔ اتنے میں راہب آیا۔ جو بہت ضعیف تھا۔ بھویں آنکھوں پر لٹک رہی تھیں

عیسائیوں نے بڑے احترام سے مسند پر بٹھایا۔ راہب نے بیٹھتے ہی امام پر نظر ڈالی اور یوں مخاطب ہوا۔ کیا آپ ہم ہی میں سے ہیں نہیں میں امت محمدیہ میں سے ہوں۔ کیا آپ عالم ہیں یا جاہل۔ نہیں میں جاہل نہیں ہوں۔ کیا آپ مجھ سے کچھ پوچھنا چاہتے ہیں۔ امام نے فرمایا نہیں۔ تو کیا میں آپ سے کوئی سوال کروں۔ فرمایا شوق سے۔ اچھا بتلایئے وہ کونسا وقت ہے جو دن ہے۔ نہ رات۔ فرمایا ختم شب سے طلوع آفتاب تک کا وقت وقت وہ ہے جو نہ دن ہے نہ رات۔ یہ جنت کے اوقات میں سے ایک وقت ہے اسوقت بیماروں کو ہوش آجاتا ہے۔ دردمندوں کے درد میں سکون پیدا ہوجاتا ہے۔ جسکو رات بھر نیند نہ آئی ہو اس کو نیند آجاتی ہے اور خدا کی طرف توجہ کرنیوالوں کے لئے تو یہ مخصوص وقت ہے راہب نے کہا اچھا مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ جنت میں لوگ کھائیں پئیں گے مگر بول و براز نہیں کرینگے کیا دنیا میں اس کی کوئی مثال ہے۔ فرمایا۔ جی ہیں۔ بچہ ماں کے شکم میں کھاتا پیتا ہے۔ مگر بول و براز نہیں کرتا۔ راہب نے کہا اچھا آپ کا یہ عقیدہ ہے کہ جنت میں میوے کھانے سے کم نہ ہونگے کیا اس کی بھی کوئی مثال دنیا میں ہے۔ فرمایا ایک چراغ سے ہزاروں چراغ جلالو اس کی لو میں کمی نہیں ہوتی اچھا یہ فرمائیے کہ مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ ایک درخت ہے جو خانۂ محمدؐ میں

ہے اور اس کی شاخیں ہر جگہ پھیلی ہوئی ہیں کیا اس کی بھی کوئی دنیا
میں مثال ہے فرمایا سورج کہ اسکی شعاعیں ہر گھر میں اور ہر جگہ موجود ہیں
اور اس درخت کی ایک شاخ میں ہوں جو اس جگہ اور ہر جگہ موجود ہوں۔

(صلوٰۃ)

راہب نے کہا اچھا یہ بھی بتلائیے کہ جنّت کے دروازے کی
تالی چاندی کی ہے یا سونے کی فرمایا نہ چاندی کی ہے نہ سونے کی بلکہ جنّت
کے تالے کی چابی زبان ہے جسوقت ذکر خدا میں متحرک ہوتی ہے جنّت کا
دروازہ کھل جاتا ہے۔ ہر طرف سے تحسین اور آفرین کی صدائیں بلند ہوئیں
راہب نے کہا اچھا ایک سوال اور کرتا ہوں جو بڑا مشکل سوال ہے امام
نے فرمایا اگر اسکا جواب شافی ملگیا تو کیا میرے دین میں داخل ہو جائیگا
راہب نے کہا ہاں میں عہد کرتا ہوں۔ اچھا پوچھو۔ راہب نے کہا کہ
دو بھائی ایک روز پیدا ہوئے اور ایک روز ہی دونوں کا انتقال ہوا۔
مگر ایک کی عمر سو سال ہوئی اور دوسرے کی دوسو سال۔ کیا یہ ممکن ہے۔
فرمایا ہاں۔ وہ دو بھائی نبی تھے اور دونوں کا نام عزیز تھا جو توام پیدا
ہوئے جب دونوں کی عمر پچاس سال کی ہوئی تو ایک بھائی کا ایک روز
ایسے قریہ سے گذر ہوا جو نہایت سرسبز اور شاداب تھا اہل قریہ اپنی
معصیت اور نافرمانی کی وجہ سے ہلاک کر دیئے گئے تھے۔ اور اب

صرف بوسیدہ ہڈیوں کے ان کا کوئی نشان باقی نہ تھا۔ عزیز نبی کو
یہ دیکھکر بڑی عبرت ہوئی ایک درخت سے کچھ پھل توڑکر کھائے انگوروں
کا شیرہ نکالکر ایک ظرف میں رکھ لیا۔ ایک گھنے سایہ دار درخت
کے سایہ میں لیٹ کر سوچا کہ اب روز قیامت یہ قوم جن کی ہڈیاں
بھی خستہ و فرسودہ ہو چکیں کیسے زندہ ہو سکتے ہیں۔ یہ سوچ رہے تھے کہ
بحکم خدا روح قبض کر لی گئی اور سنو سال کے بعد فرشتہ کو حکم ہوا کہ جاؤ ہمارے
اس نبی کو زندہ کرو اور اس سے پوچھو کہ تم کتنی دیر سوئے۔ روح قالب میں
آئی۔ فرشتہ نے سوال کیا۔ عزیز کب سے سو رہے ہو۔ عزیز نے دیکھا کہ
شیرۂ انگور ظرف میں موجود ہے جب سویا تھا تو آفتاب غروب ہو رہا
تھا اب طلوع ہو رہا ہے۔ کہا ایک شب۔ فرشتہ نے کہا نہیں سنو سال
آؤ اگر یقین نہ آتا ہو تو اپنی سواری کے گدھے کو دیکھو کہ خستہ خراب
کچھ ہڈیاں پڑی ہیں۔ فرشتہ نے بحکم خدا سواری کے گدھے کو پھر زندہ
کر دیا عزیز کی زبان سے بے ساختہ نکلا اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر
اور سوار ہو کر گھر آئے۔ پچاس سال اور زندہ رہے اور پچاس سال کے
بعد ایک ہی روز دونوں بھائیوں نے انتقال کیا۔ ایک کی عمر اس وقت دوسو
سال تھی اور دوسرے کی ایک سنو سال۔ راہب یہ جواب سنکر بے ہوش
ہو کر گر گیا جب ہوش میں آیا تو امام کی طرف دوڑا اور قدموں میں گر کر

کہنے لگا کہ آپ کیا محمدؐ خدا کے رسول ہیں۔ فرمایا محمدؐ تو ہوں مگر فرزند محمدؐ مصطفےٰ ہوں۔ راہب اور پورے مجمع نے اسلام قبول کیا (صلوٰۃ)
ایک روز عباد ابن کثیر بصری خدمت امام میں حاضر تھے عرض کی یا بن رسول اللہؐ مرد مومن کا حق حق تعالیٰ پر کیا ہے۔ امام خاموش رہے۔ عباد نے پھر سوال کیا امام ملتفت نہ ہوئے۔ اور پھر خاموش رہے عباد نے تیسری مرتبہ پھر سوال کیا۔ تو فرمایا مرد مومن کا حق حق تعالیٰ پر یہ ہے کہ اگر اس درخت سے کہے کہ میری طرف آ۔ تو درخت تعمیل حکم میں فوراً آجائے۔ عباد کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ وہ درخت جسکی طرف امام نے اشارہ کیا تھا۔ چلا آرہا ہے۔ یہاں تک کہ قریب آگیا تو امام نے فرمایا میں نے آنے کا حکم تجھکو کب دیا تھا میں نے تو مثال کے طور پر کہا تھا جا اپنے مقام پر واپس ہوجا میں نے دیکھا کہ درخت پھر اپنے مقام پر واپس ہوگیا۔ (کشف الغمہ)

محمدؐ و آل محمدؐ کی پیروی تو بڑی چیز ہے میرے امام کے اگر ان تین فقروں پر دنیا عمل کرلے تو مومن کامل بنجائے۔ آپ نے اپنے فرزند صادق آل محمدؐ سے فرمایا کہ خداوند عالم نے تین باتیں تین چیزوں میں چھپا رکھی ہیں۔ ۱؎ اپنی خوشی کو اپنی طاعت میں چھپایا ہے۔ پس تم اسکی طاعت سے کسی بات کو حقیر نہ جانو ہوسکتا ہے کہ جسکو

تم معمولی سمجھکر ترک کر دو اسی میں اس کی خوشی پوشیدہ ہو ۲۔ اور اپنے غضب کو معصیت میں پوشیدہ رکھتا ہے لہٰذا کسی بھی معصیت کو معمولی سمجھکر اس کے مرتکب نہ ہو کیا معلوم کہ کس معصیت میں اسکا غضب پوشیدہ ہے ۳۔ اور اپنے دوستوں کو اپنی مخلوق میں چھپایا ہے پس اسکے بندوں میں سے کسی کو حقارت سے نہ دیکھو شاید وہی خدا کا دوست ہو۔ کلامُ الامام امامُ الکلام ۔ محمدؐ پہ اختر درود و سلام

# مصائب

امام محمد باقر علیہ السّلام کیونکہ واقعہ کربلا میں موجود تھے گو سن شریف تین سال ہی کا سہی لیکن امام کمسن ہو یا مسن امام ہر حالت میں امام ہے۔ ظاہر ہے کہ ان چشم دید واقعات نے امام پر کیا اثر ڈالا ہوگا۔ دادا کے ساتھ باپ کی معیت میں امام محمد باقر مدینہ سے چلے۔ امام حسین نے نانا کی قبر اور ماں کے مزار سے جدا ہو کر خدا کے گھر میں پناہ لی جب دیکھا کہ ظالم یہاں بھی پناہ نہ لینے دینگے۔ کوفہ کی منزلیں طے کرتے کربلا پہونچے ساتویں محرّم کو پانی بند ہوا تو اس تین سال کے امام نے بھی پیاس کی تکلیفیں برداشت کیں یہ خالق کی ایک منشاء کی تکمیل تھی کہ روز عاشورہ قربان گاہ شہادت میں نہیں لائے گئے۔ ورنہ جب ششماہہ

میدان شہادت میں آکر تیر سہ پہلو کا نشانہ ہو سکتا تھا تو امام محمد باقر تو تین سال کے تھے مگر سلسلہ امامت کا قائم رہنا بھی قیام عالم کے لئے ضروری تھا اس لئے منظور الہٰی یہ تھا کہ امام محمد باقر کربلا کے جہاد میں اس طرح شریک ہوں جس طرح ان کے والد ماجد امام زین العابدین علیہ السلام شریک ہوئے۔ اور یہ واقعی بڑا سخت جہاد تھا از اوّل تا آخر امام نے مصائب و آلام کے پہاڑ اپنی آنکھوں سے ٹوٹتے ہوئے دیکھے۔ عاشور کے روز دن بھر لاشوں پر لاشے آتے ہوئے دیکھے۔ العطش العطش کی آوازیں سنیں بیبیوں اور بچوں میں کہرام امام حسین کا وداع ہونا علی اصغر شیر خوار کا جھولے سے جاکر شہید ہونا الاقتل الحسین بکربلا کی آوازیں سنیں۔ دادا کا سر نوک نیزہ پر بلند دیکھا۔ گھوڑے کا خالی زین در خیمہ پر آنا اور پھر خیمہ عصمت میں ایک قیامت کا برپا ہونا ان سب دردانگیز مناظر کی تصویریں اپنی آنکھوں سے دیکھیں۔ خیموں میں آگ لگی۔ سامان لوٹا گیا۔ ماں دادی نانی کے سروں سے چادریں چھینی گئیں۔ باپ کو غش میں پڑا دیکھا۔ شعلوں سے بچوں اور بیبیوں کو مضطرب دیکھا۔ انداز لگائیے۔ کہ امام محمد باقر علیہ السلام کے دل پر کیا گذری ہوگی۔ گیارہ محترم کو ماں پھوپی دادی اور نانی کو سر برہنہ رسن بستہ دیکھا اگر جناب سکینہ کا بازو رسن سے بندھ سکتا ہے تو امام محمد باقر کا گلا بھی ریسمان

ظلم سے ضرور باندھا گیا ہوگا۔ دربار یزید میں دیکھا ہوگا کہ آغوش شفقت
میں بٹھانیوالے دادا کا سر طشت یزید میں رکھا ہے باپ زنجیروں میں جکڑا
ہوا سر کی طرف دیکھ رہا ہے اور خاموش ہے ان مصائب و آلام کے دل
پر وہ نقوش بیٹھے کہ عمر بھر برقرار رہے۔ مدینہ آکر پدر بزرگوار کو صرف
دو کام کرتے ہوئے دیکھا۔

عبادت باری یا گریہ وزاری۔ باپ کے گلوئے بریدہ کے
تصور میں امام زین العابدین عمر بھر وہ خون کے آنسو روئے جن سے رخسار
مبارک فگار ہوگئے ظاہر ہے کہ امام محمد باقر کا بھی یہی مشغلہ رہا ہوگا
۳۸ برس کی عمر میں بعد شہادت پدر امامت کی ذمہ داریوں کا بار دوش
امام محمد باقر پر آیا ہوا کچھ سازگار تھی دشمن خانہ جنگیوں میں گرفتار تھے۔
ذرا آزادی کا سانس لیا اور علم و حکمت کے دریا بہا دیئے مگر کربلا
کے مناظر رہ رہ کر سامنے آتے تھے اور امام کو خون کے آنسو رلاتے تھے
اب تک کربلا کے شہیدوں پر آنسو تو بہے تھے مگر فرش عزا نہ
بچھا تھا۔ آپ نے مجالس سیدالشہدا کی بنیاد ڈالی اکثر
مجلس عزا برپا ہوتی امام اکثر کمیت ابن زید اسدی شاعر
کو دعوت دیتے کہ وہ آکر مرثیہ پڑھے کمیت مرثیہ پڑھتے اور امام
سنکر اتنا گریہ فرماتے کہ بے ہوش ہوجاتے آخر شام

کے دیرینہ دشمن خلیفہ ہشام نے، اذالجہ کو زہر کی پھوکوں سے امامت کا یہ پانچواں چراغ بھی گل کر دیا اور اپنے پدر بزرگوار کے پہلو جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔

اِلَّا لعنۃ اللہ علی قوم الظالمین۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# امام جعفر صادق علیہ السلام

# فضائل

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین

وآلہ الطیبین الطاہرین امابعد فقد قال اللہ تبارک

وتعالیٰ فی کتاب المبین وھو اصدق الصادقین

یا ایھا الذین امنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین —

اے ایمان والو اللہ سے ڈرو۔ اور صادقین کے ساتھ ہوجاؤ۔ آیت

میں قدرت ایمان والوں سے خطاب کر رہی ہے ان لوگوں سے جو صراط مستقیم

پر گامزن ہیں۔ کہ دیکھو ایمان کا راستہ کوئی معمولی راستہ نہیں بڑی دشوار گذار

راہ ہے قدم قدم پر جھاڑ اور خار ہیں ایسا نہ ہو کہ ان ہی میں الجھ کر رہ جاؤ

اور منزل مقصود تک نہ پہونچ سکو۔ لہٰذا۔ اتقوا اللہ۔ اللہ سے ڈرو اور

تقویٰ اختیار کرو۔ دامن کو سکیڑے ہوئے کانٹوں سے بچتے ہوئے احتیاط

سے نکلے چلو اور دیکھو اسی راستہ پر راستہ بھٹکانے والے بھی تاک

لگائے بیٹھے ہیں آج سے نہیں روز اوّل سے ۔معمولی رہزن نہیں ایسا عبادت گذار جس نے عمر بھر عبادت میں گذار دی تھی مگر خلافت جاتے ہوئے دیکھکر حصول خلافت کی آرزو میں خم ٹھوک کر معبود حقیقی کے سامنے آکھڑا ہوا کہ اگر خلافت مجھے نہیں دیتا تو میں عمر بھر اس راہ پر چلنے والوں کو بہکاؤں گا۔ مگر دیکھو اگر اس خطرہ سے بچنا چاہتے ہو تو راہ ہدایت سے نہ بھٹکنے کی صرف ایک ہی ترکیب ہے ۔ہم تمہیں بتلا رہے ہیں ۔ اسکو یاد رکھنا۔ پھر گمراہی کا کوئی خطرہ ہی نہ رہیگا۔ اور وہ یہ ہے کہ کونوا مع الصادقین ۔ سچوں کے ساتھ ہو جاؤ ۔ اس آیت میں خداوند عالم نے مومنین پر صادقین کا ساتھ واجب قرار دیا ہے اور اس سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ مومنین اور ہیں اور صادقین اور ہیں اب اگر مومن صادقین کے دامن سے وابستہ نہیں تو وہ مومن ہی نہیں منزل مقصود تک پہونچنے کے لئے صادقین کے دامن سے وابستگی ضروری ہوگئی ۔ ے

چلے ہی جائینگے کھچتے کھچاتے کوثر تک ☆ رہا جو ساقی کوثر کا ہاتھ میں داماں

اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ صادقین کون ہیں جن سے تمسک کا خداوند عالم حکم فرما رہا ہے ۔صادق ہر وہ شخص ہے جو سچ بول رہا ہو اور جس وقت وہی شخص جھوٹ بول رہا ہو تو کاذب ہے صداقت کے

درجات ہیں کوئی معمولی صادق کوئی اس سے بھی زیادہ صادق کوئی
سب سے زیادہ صادق۔ یہاں جسکو خدا صادق کہہ رہا ہے وہ ایسا صادق
ہونا چاہیئے جس میں کذب کا شائبہ بھی نہ ہو اور ایسا صادق ہو کہ دشمن
بھی اُسے صادق کہدیں۔ اور اس کے منتخب صادقین ایسے ہوں کہ اگر زبان
سے دیوار کے لئے یہ لفظ نکل جائے کہ سونے کی ہوجا تو سونے کی ہوجائے
اگر صادقہ کی زبان سے یہ لفظ نکل جائے کہ کل تمہارا لباس خیاط لائیگا۔
تو فرشتہ خیاط بنکر آئے لباس لائے۔ اور تصدیق صداقت کر جائے
لہٰذا معلوم ہوا کہ یہاں صادقین سے وہی صادقین مراد ہیں جنمیں
شائبہ کذب نہ ہو اور ایسے صادق کو مذہب حقہ معصوم کہتا ہے اب
اگر کسی شے میں نزاع یا اختلاف ہو ایک کہے کہ اسکا میں حقدار ہوں
دوسرا کہے میں حقدار ہوں تو پھر فیصلہ صداقت اور عدم صداقت کا
عصمت کرے گی۔ جو یہ کہتا ہوا نظر آئے کہ میں معصوم ہوں وہی صادق
اور حقدار ہے۔ اور یہیں سے مسئلہ امامت بھی حل ہوجاتا ہے اسلئے
کہ اگر ساری دنیا مل کر کسی ایسے صادق اور معصوم کا انتخاب کرنا چاہے
جس سے کبھی کوئی لغزش ہوئی ہی نہ ہو تو ناممکن اور محال ہے یہ فیصلہ
عالم الغیب ہی کرسکتا ہے جو دلوں کا حال جانتا ہے کہ کون صادق ہے۔
اور کون کاذب یہی وجہ ہے کہ امام کے لئے ضروری ہے۔ کہ معصوم ہو اور

معصوم کے لیے ضروری ہے کہ منصوص من اللہ ہو۔ صادقین کو اگر اور قریب سے دیکھنا ہو تو ذرا میدان مباہلہ میں آئیے۔ قدرت کچھ لوگوں کو کاذبین پر لعنت کرنے بھیج رہی ہے۔ کس طرح۔ ہر رجس سے پاک و پاکیزہ کرکے چادر تطہیر کے سایہ میں صداقت وعصمت کی سند دیکر صادقین کی نشاندہی ہو رہی ہے۔ صادقین کو دنیا نہ سمجھی مگر عیسائیوں نے پہچانا۔ پادری نے انوار رسالت دیکھکر اپنی قوم سے کہا کہ میں صداقت کے وہ پیکر دیکھ رہا ہوں کہ اگر انھوں نے اپنی زبان صداقت سے بددعا کردی تو عیسائی کا کیا ذکر ہماری بستیوں کا ایک پرندہ بھی زندہ نہ رہے گا۔ نبی اور امام وہ ہے جو ہدایت اور صداقت کا راستہ دکھاکر نجات کا ضامن بن جائے! اگر دنیا کسی اور ضامن نجات کو پیش کرسکتی ہے تو بیشک نام لے ہم متابعت کو تیار ہیں۔ جن صادقین کا ہم ذکر کر رہے ہیں انکا بچہ بھی ایسا ضامن نجات تھا کہ ایک مرتبہ اس بچہ نے کسی کو غلام زادہ کہدیا تھا۔ بیٹے نے باپ سے جاکر شکایت کی باپ نے کہا جا اور ایک کاغذ پر لفظ لکھو الامین اس پر دانۂ جنت کو عمر بھر پاس رکھوں گا اور عمر کے ختم ہونے پر قبر میں ساتھ لے جاؤنگا۔

بنالو سرور و سردار دنیا جسکو جی چاہے
مگر سردار جنت کا بنانے سے نہیں بنتا

ربیع الاول کی ۱۷ ر وہ مبارک تاریخ تھی جسمیں صادق و امین
سردار اولین و آخرین سید المرسلین عالم وجود میں آیا اسی تاریخ
محمد کے گھر میں صادق آل محمد۔ مصداق کو لوازم الصادقین بنکر خلیل
کی دعا لسان صدق فی الآخرین بنکر۔ گوہر تاج عارفین بنکر۔ کل شیٔ
احصینا ہُ فی امام المبین بنکر۔ سایۂ رحمت للعالمین بنکر۔ صادق
کا جانشین بنکر۔ مظہر انوار رب العالمین بنکر اسطرح آیا کہ ہدایت
ساتھ آئی ایمان میں جان آئی۔ صراط مستقیم صاف نظر آئی۔ صداقت کے
چراغ جلے۔ شرک کے دل جلے آل رسول کے خون کی پیاسی حکومتیں
کروٹیں بدل رہی تھیں۔ خون آشام تلواریں اپنے ہی گلوں پر چل رہی تھیں
امامت نے وقت پایا۔ فریضہ امامت یاد آیا۔ تبلیغ کے دریا بہادیئے
اسلامی دنیا سے تشنگان دین جوق جوق آئے۔ صادق آل محمد کی درسگاہ
میں بیک وقت چار ہزار طالبان دین کا مجمع ہوگیا درس و تدریس کا آفتاب
چمکا۔ دین حقہ کے انوار گوشہ گوشہ میں پہونچے۔ سعید شاگردوں نے
ایماء امام سے تصنیف و تالیف کا سلسلہ شروع کیا۔ تفسیر و حدیث کی
تدوین ہوئی تقریباً ایک ہزار کتابیں تصنیف ہوئیں۔ اپنے ہی نہیں
غیر بھی آتے اور مسائل مشکلہ میں سکون قلب لیکر جاتے۔ امام مالک
اور امام ابوحنیفہ جو امام محمد باقر علیہ السلام کی مکتب کے خوشہ چینوں

ہیں تھے یہاں بھی آکر فیض یاب ہوتے۔

علامہ دمیری لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ امام ابوحنیفہ خدمت امام جعفر صادق میں پہونچے امام بڑی محبّت سے پیش آئے اور فرمایا —— نعمان۔ سنا ہے کہ تم دین خدا میں اپنے قیاس سے کام لیتے ہو۔ خدا کے عذاب سے ڈرو۔ دیکھو آدم کے معاملہ میں جس نے قیاس سے کام لیا اس کا کیا حشر ہوا اچھّا نعمان یہ تو بتلاؤ۔ کہ وہ کونسی عبارت ہے جسکو پڑھنا شروع کرد تو کافر اور ختم کرد تو مسلمان۔ امام ابوحنیفہ خاموش رہے فرمایا کلمہ کبھی نہیں پڑھا۔ دیکھو اگر۔ لا اِلٰہ پر رک جاؤ تو کافر اور اگر الا اللہ تک پہونچ جاؤ تو مسلمان اچھّا یہ بتلاؤ کہ قتل کا گناہ بڑا ہے یا زنا کا۔ امام ابوحنیفہ نے کہا کہ قتل کا فرمایا پھر کیا وجہ ہے کہ قتل میں دو گواہ کافی ہوتے ہیں اور زنا میں چار گواہ ضروری ہیں۔ امام ابوحنیفہ خاموش رہے امام نے فرمایا۔ کہ قتل میں ایک مجرم ہوتا ہے جسکے واسطے دو گواہ کافی ہیں۔ زنا میں دو مجرم ہوتے ہیں ہر ایک کے واسطے دو دو گواہ ہونے چاہئیں۔ خوش قسمت ہیں وہ لوگ جنکو ایسا امام ملا جسکے شاگردوں کو لوگ اپنا امام مانتے اور فخر کرتے ہیں۔

مجھکو قسمت پر مقدر پر بڑا ہی ناز ہے

حق نے وہ مولا دیا ہے جو مقدّر ساز ہے

سازِ انوارِ رسالت کا عجب انداز ہے
مینے جس پردہ کو چھیڑا ایک ہی آواز ہے

یہ وہ ذواتِ قدسیہ ہیں جنکے ذکر کے واسطے آب کوثر سے دھلی ہوئی زبان ہو۔ دل منورِ ایمان ہو ورنہ چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک ولی را ولی می شناسد
خیال و فکر و خرد فہم کا یہ کام نہیں ؛ ولی کا عقل میں آجائے وہ مقام نہیں

امام کا کیا ذکر ان کے شاگردوں کا یہ عالم تھا کہ اکثر نے سو سو دو دو سو کتابیں تفسیر و حدیث کی تالیف و تصنیف کیں ایک کمسن شاگرد کا حال سنیئے انکا نام ہشام ابن حکم تھا ایک روز شاگردوں کا مجمع تھا۔ ہشام ابن حکم بھی جنکی عمر ۱۸ سال تھی بیٹھے ہوئے تھے۔ امام ہشام سے مخاطب ہوئے۔ اے ہشام فرقہ معتزلہ کے پیشوا عمر بن عبید سے جو مناظرہ تم سے ہوا وہ تو سناؤ۔ ہشام نے کہا حضور آپ کے سامنے ایسی باتیں سناتے ہوئے مجھے شرم آتی ہے۔ فرمایا جب میں خود تم سے کہہ رہا ہوں تو تمہیں عذر نہ کرنا چاہیئے ہشام مطمئن ہوئے اور کہا کہ مجھے معلوم ہوا کہ عمر ابن عبید بصرہ کی مسجد میں مسند علم و تحقیق پر بیٹھے ہوئے مسئلہ امامت اور اصول دکلام میں اپنے بزرگوں کے عقائد کی اشاعت اور ترویج کرتے رہتے ہیں۔ تو مینے بصرہ کا قصد کیا۔ جمعہ کے روز وہاں پہونچا مسجد جامع میں داخل ہوا تو دیکھا عمر ابن عبید سیاہ اُون کا شملہ پہنے

ہوئے بیٹھے ہیں۔ اور ایک بڑی جماعت ان کے گرد حلقہ کئے ہوئے ہے
لوگ اُن سے علمی مسائل دریافت کر رہے ہیں وہ سب کا جواب دیتے
جاتے ہیں۔ میں صفوں کو چیرتا ہوا آگے بڑھا اور ان کے سامنے دوزانو بیٹھ
گیا پھر اسطرح میرے اور ان کے باتیں ہونے لگیں۔ اے عالم میں ایک
مسافر شخص ہوں کیا آپ اجازت دیتے ہیں کہ میں بھی آپ سے کچھ
پوچھوں۔ ہاں ہاں جو پوچھنا ہے دریافت کرو۔ میں نے سوال کیا کہ آپ
یہ بتلائیں کہ آپ کے آنکھیں ہیں۔ عالم نے کہا اے فرزند یہ کیسا مہمل
سوال تم کرتے ہو۔ میں نے کہا میرا سوال تو یہی ہے آپ جواب دیں یا
نہ دیں۔ عالم نے کہا اچھا پوچھو اگرچہ باتیں پاگل پن کی ہیں۔ میں نے
پھر کہا آپ کی آنکھیں ہیں۔ ہاں میری آنکھیں ہیں۔ پھر آپ اُن سے
کیا کام لیتے ہیں۔ میں آنکھوں سے تمام دنیا کی چیزیں دیکھتا ہوں آدمیوں
کو اور رنگوں کو پہچانتا ہوں۔ پھر میں نے سوال کیا آپ کے ناک بھی ہے
کہا ہاں ناک بھی ہے اچھا ناک سے آپ کیا کام لیتے ہیں۔ کہا خوشبو اور
بدبو میں تمیز کرتا ہوں۔ میں نے کہا آپ کے منہ بھی ہے۔ اس سے آپ
کیا کام لیتے ہیں اس سے میں غذا کھاتا ہوں۔ اچھا آپ کے دل بھی ہے
عالم نے کہا ہاں دل بھی ہے۔ اس سے آپ کیا کام لیتے ہیں کہا مذکورہ بالا
اعضاء آنکھ کان۔ ناک۔ منہ پر جو چیزیں وارد ہوتی ہیں انہیں اس دل

سے تمیز کرتا ہوں۔ کہ کون شخص دکھائی دیا۔کس چیز کی آواز ہے۔ کیس بو ہے خوش بو ہے یا بد بو۔کیسا مزہ ہے خوش ذائقہ یا بد ذائقہ۔ جب اختلاف ہوتا ہے تو یہ دل انکشاف حقیقت میں مدد کرتا ہے۔ میں نے کہا کیا دوسرے اعضاء۔ دل سے بے نیاز نہیں بلکہ اس کے محتاج ہیں۔ کہا بیشک بے نیاز نہیں ہیں۔ میں نے کہا کیوں بے نیاز نہیں حالانکہ ہر ایک میں قوت ادراک ہے اور عضو صحیح وسالم ہے۔ عالم نے کہا اے فرزند جو چیزیں دیکھتا سونگھتا سنتا اور چکھتا ہوں اسمیں جب مجھے کوئی شک ہوتا ہے تو دل کی طرف رجوع کرتا ہوں جس سے وہ شک زائل اور یقین حاصل ہوجاتا ہے۔ میں نے کہا تو خدا نے دل کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ جب باقی اعضاء میں شک پیدا ہو تو وہ زائل ہوتا رہے۔ اور صحیح اور غلط کی تمیز ہوتی رہے۔ عالم۔ ہاں ہاں بس یہی بات ہے۔

آخر میں میں نے کہا آپ کی تقریر سے ثابت ہوا کہ آپ کا یہ اعتقاد ہے کہ خدا نے کسی آدمی کے اعضاء کو بغیر دل کے نہیں چھوڑا جو ان اعضاء کے شک ویقین۔ غلط اور صحیح میں تمیز کرتا ہے۔ یعنی جسم میں جب تک ہمارے دل نہیں شک ہی شک ہے اور یقین کامل نہیں تو پھر یہ فرمائیے کہ ایک چھوٹے جسم اور چند اعضاء کو تو خدا نے بغیر دل کے نہیں چھوڑا اور اتنے بڑے عالم اور لوگوں کو بغیر امام کے چھوڑ دیا اور کوئی

امام دل کی طرح اپنی طرف سے مقرر نہیں کیا۔ اور ان کو یونہی چھوڑ دیا
کہ ضلالت اور گمراہی اور شک میں بھٹکتے پھیریں اور اگر آپ کا یہ خیال
ہے کہ مسلمانوں کو اختیار دیا کہ جسکو چاہیں اپنا امام بنالیں تو ہمارے
اعضاء کو یہ اختیار کیوں نہ دیا کہ جسکو چاہیں اپنا رہبر بنالیں دل کو
کیوں امام بنایا۔ آپ کے بیان سے ثابت ہوا کہ خدا پر واجب ہے
کہ وہ بندوں کے لئے خود امام بنائے۔ عمر بن عبید یہ سنکر حیران
ہوگئے۔ مجھ سے کہا تمہارا نام ہشام ابن حکم ہے بتلاؤ کہاں کے رہنے
والے ہو میں نے کہا کوفہ کا اٹھکر مجھ سے لپٹ گئے اور اپنے پاس
بٹھایا۔ امام جعفر صادق یہ باتیں سنکر ہنس پڑے فرمایا ہشام یہ باتیں
تم نے کس سے سنی تھیں کہا خود بخود خدا نے مجھے ایسی باتیں کہلوا دیں۔
حضرت نے فرمایا خدا کی قسم یہ مضمون ابراہیم اور موسیٰ کے صحائف
کا ہے (مجالس المومنین صہ۱۴۵) آج ایک ایسے امام کا ذکر ہو رہا ہے۔
جو احیائے علوم الٰہیہ کا ضامن ہے ؎

صورت مذہب حقہ کی بقا کا ضامن ⁂ جلوۂ رنگ حقیقت وہ تصویر نماز
چند لمحوں کی فراغت کی اشاعت اللہ ⁂ کار تبلیغ واشاعت پہ شریعت کو ہے ناز
رنگ میں جنکے تصدق سے نمازیں اختر ⁂ ذکر بھی انکا نگا ہو نمیں ہماری ہے نماز

تخت و تاج دنیا پر ناز کرنے والوں کو جب کوئی مشکل پیش

آتی تھی تو آستانۂ آل محمدؐ یاد آتا تھا۔ عبدالملک کے دربار میں علمار کا جمگھٹا تھا۔ مختلف الخیال اور مختلف الاعتقاد مسلمانوں کا مناظرہ تھا علمار نے جب ہتیار ڈالدیئے تو خاندان رسول یاد آیا امام محمدؐ باقر علیہ السلام کو بلوایا گیا۔ امام نے خود جانے کے بجائے اپنے فرزند صادق آل محمد کو بھیجدیا۔ لوگوں نے کہا ہم بچہ سے کیا مناظرہ کریں۔ عبدالملک نے خاندان رسول کی تذلیل کا اچھا موقع دیکھا مناظرہ شروع کرا دیا۔ ایک قدریہ نے جسکا یہ ایمان تھا کہ ہر چیز کا بندہ ہی کو اختیار دیا گیا ہے اور اپنے کاموں میں خدا سے مدد چاہنی بیکار اور بے وجہ ہے امام سے استدلال چاہا۔ امام نے فرمایا سورۂ الحمد پڑھو۔ اس نے پڑھنا شروع کیا جب ایاک نستعین تک پہونچا تو حضرت نے فرمایا ٹھیر جاؤ۔ تم کو خدا سے مدد چاہنے کی کیا ضرورت ہے کیونکہ تمہارے اعتقاد کے مطابق جب ہر چیز تمہارے ہی اختیار میں ہے۔ قدریہ مبہوت ہو گیا۔ ایک جبریہ سے بھی جو اس کا قائل تھا کہ ہر کام خدا ہی کے اختیار میں ہے جس میں کوئی ردو بدل ہو ہی نہیں سکتا۔ امام نے یہی فرمایا کہ سورۂ الحمد پڑھو جب وہ بھی ایاک نستعین تک آیا تو آپ نے فرمایا ٹھہر جاؤ جب ہر کام خدا ہی کے اختیار میں ہے اور کوئی اسمیں ردو بدل ہو ہی نہیں

سکتا تو پھر مدد کس کام ہے اور کیوں چاہتے ہو وہ بھی خاموش ہو گیا۔ پھر
ایک شخص نے پوچھا۔ بتایئے فرمایئے کہ انسان مجبور ہے یا مختار آپ نے
فرمایا کھڑے ہو جاؤ وہ کھڑا ہو گیا فرمایا ایک پیر زمین سے بلند کر لو
فرمایا دوسرا بھی اٹھا لو۔ اب وہ پریشان ہوا کہ یہ تو میرے اختیار میں
نہیں۔ فرمایا پھر کچھ چیزیں تمہارے اختیار میں ہیں کچھ چیزیں تمہارے
اختیار میں نہیں ہیں۔ ابو شاکر دیصانی جو اس زمانہ کا سب سے بڑا
دہریہ اور لامذہب تھا امام کی خدمت میں آیا اور سوال کیا کہ تمہارا خدا
ہر بات پر قادر ہے آپ نے فرمایا بیشک وہ ہر بات پر قدرت رکھتا ہے
تو کیا یہ بھی قدرت رکھتا ہے کہ پوری دنیا کو ایک انڈے میں سمو دے اور
نہ انڈا بڑھنے پائے اور نہ دنیا سکڑ کر چھوٹی ہو۔ فرمایا بیشک خدا قادر مطلق
ہے اس کے لئے یہ کوئی بڑی بات نہیں کہ آنکھ کی پتلی جو مقدار میں مسور
کے دانہ سے زیادہ نہ ہوگی باوجود اس کے آسمان جنگل پہاڑ شہر و دریا
وغیرہ سب پر جو اسکے سامنے پڑتے ہیں محیط ہو جاتی ہے بس جو ایک مسور
کے دانہ میں سارا عالم سمو دیتا ہے وہ اتنے بڑے انڈے میں نہیں سمو سکتا
یہی ابو شاکر دہریہ پھر امام کی خدمت میں اکثر اور سوالات کرتا ایک
روز کہنے لگا مجھے معبود برحق کی طرف راستہ دکھلایئے۔ فرمایا ذرا صبر کرو۔
اتنے میں ایک لڑکا ہاتھ میں مور کا انڈا لئے اسطرف سے گذرا حضرت نے

اس لڑکے سے انڈا لیکر دلیصانی سے فرمایا دیکھو یہ ایک مستحکم اور سیڈول قلعہ ہے اس میں کوئی سوراخ اور راہ نہیں ہے اس کے اوپر ایک سخت جلد اور اس کے اندر ایک باریک اور نرم جھلّی ہے اور دونوں کے نیچے سفیدی اور زردی چاندی اور سونے کی طرح رقیق اور بہتی ہوئی ہیں اور پھر بھی ایک دوسرے سے الگ ہیں نہ سفیدی زردی میں مخلوط ہوتی ہے نہ زردی سفیدی میں یہ دونوں چیزیں اسی طرح الگ الگ رہتی ہیں نہ کوئی درست کرنیوالا کاریگر اس کے اندر جاتا ہے نہ کوئی بگاڑنے والا باہر آتا ہے پہلے سے کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ اس سے نر پیدا ہوگا یا مادہ کچھ دنوں کے بعد دفعتاً یہ شق ہوتا ہے اور ایک طائر خوشنما طاؤس کے رنگ کا اس سے نکل آتا ہے بتلاؤ تو کیا تمہاری عقل اسمیں مانتی ہے کہ یہ سب صنعتیں بغیر کسی علیم و خبیر صانع کے آپ سے آپ ہو رہی ہیں دلیصانی نے یہ سنکر سر جھکا لیا اور کچھ دیر غور کرنے کے بعد بول اٹھا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ بیشک اللہ ہی خالق کائنات ہے اور محمدؐ اس کے رسول اور آپ حجت خدا نائب رسول ہیں۔ محمد ابن طلحہ شافعی اپنی کتاب مطالب السؤل میں لکھتے ہیں امام جعفر صادق سادات کے عظیم ترین فرد زیور علم سے آراستہ اور پیراستہ تھے۔ معنیٔ قرآن کے سرچشمہ حکمت کے بحر زخار۔ اور علمی اور روحانی عجائب اور کمالات کے مرکز تھے۔

آپ کے اقوال کی صداقت دلیل ہے کہ جس نے آپ کی پیروی کی وہ ضرور داخل جنّت ہوگا۔ آپ انتہائی مہمان نواز تھے مہمانوں کے واسطے لذیذ غذاؤں کا دسترخوان ہر وقت کشادہ رہتا ایک روز ایک شخص بول اٹھا کہ اس وقت تو ہم لذیذ کھانے کھا رہے ہیں لیکن روز قیامت ان کا حساب دنیا ہوگا۔ آپ نے فرمایا کہ خدا اس بات سے بزرگ اور بالاتر ہے کہ وہ قیامت میں ہمارے کھانوں کا محاسبہ کرے وہ شخص بولا خدا ہی نے تو قرآن میں کہا ہے۔ وَلَتُسْـَٔلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ ٥ کہ لوگوں سے قیامت کے دن نعمتوں کی بازپرس کی جائے گی۔ امام نے فرمایا اس آیت میں نعمت سے مراد کھانے نہیں بلکہ نعمت سے مطلب ہم اہلبیت کی محبّت اور مودّت ہے۔ قیامت کے دن ہماری محبّت کے متعلق سوال کیا جائے گا۔

فقط ہے روز سوال محبت حیدر ؎ یہ نا سمجھ جسے روز حساب کہتے ہیں

# مصائب

امام جعفر صادقؑ کے زمانہ میں عزاء سیّد الشہدا نے کافی عروج پایا یوں تو عزائے سیدالشہدا کا سلسلہ امام زین العابدینؑ نے دمشق ہی میں شروع کر دیا تھا مدینہ کی روانگی سے قبل دمشق میں ایک مکان خالی کرایا گیا۔ جسمیں سیّد الشہدا کا بیٹا ذاکر ہوتا اور اہل حرم سامعین۔ کس طرح ذاکری کرتے

اور کیا بیان فرماتے ہونگے کچھ سمجھ میں نہیں آتا واقعات ومصائب تو سب ہی کے پیش نظر تھے ان کو کیا سنانا تھا۔ ہاں وا محمدا۔ وا علیا۔ وا سیدا کی آوازیں بلند ہوتی ہونگی۔ کبھی درگاہ منتقم حقیقی میں فریاد ہوتی ہوگی کہ تو ہی خون حسین کا انتقام لینے والا ہے کبھی قبر رسول سے خطاب ہوتا ہوگا۔ کہ اے اللہ کے حبیب آپکا پیارا نواسہ تین روز کا بھوکا پیاسہ ذبح کردیا گیا۔ کبھی دادا مشکل کشا کو آوازیں دیتے ہونگے کہ مدد کو آئیے آپ کی بیٹیاں قید ہوکر شام میں پریشان حال ہیں کبھی حسین کی چکیاں پیسکر پالنے والی ماں کو پکارا جاتا ہوگا کہ آپ کا لاڈوں کا پالا خاک کربلا پر بے گور وکفن پڑا ہے۔ امام محمد باقر نے مدینہ میں باقاعدہ عزاء حسین کی ابتدا کی مگر خود اپنی زبان سے واقعات کربلا کے بیان کی تاب نہ لاسکتے تھے۔ کمیت اسدی کو اکثر دعوت دیتے وہ آکر مرثیہ پڑھتے جسکو سنکر امام محمد باقر بے ہوش ہوجاتے امام جعفر صادق علیہ السلام کے زمانہ میں مجالس کا خاص اہتمام ہوا صادق آل محمد خود ذکر سید الشہدا کرتے اصحاب اور شاگردوں کا کثیر مجمع ہوتا امام بھی روتے مجمع بھی زار وقطار رو رہا تھا ایک صحابی ممبر کے قریب بیٹھے ہوئے تھے رخسار ول پر آنسوؤں کا دریا بہہ رہا تھا امام ان سے مخاطب ہوئے اور فرمایا تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ تم مصائب سید الشہدا سن رہے ہو اور روتے نہیں صحابی نے گردن اٹھائی اور عرض کی مولا یہ کیسے ممکن ہے کہ۔

سیّد الشہدا کے مصائب کا ذکر ہو اور غلام نہ روئیں۔ فرمایا اس طرح مت روؤ۔ ایسے روؤ جسطرح میری دادی فاطمہؑ چیخیں مار کر روتی تھیں بالآخر دشمن دین منصور خلیفہ نے ۱۵ رجب کو عامل مدینہ کے ذریعہ امام کو زہر سے شہید کرا دیا جنّت البقیع میں دفن کیا گیا ؎

دنیا نے بہت چاہا مٹا دیں اسلام ✿ بھیجا کیا حق اپنے اماموں پہ امام
آآکے ہر ایک دور میں جانیں دیدیں ✿ ہونے نہ دیا ختم الٰہی پیغام

الا لعنة الله علی قوم الظالمین ۰

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# امام موسیٰ کاظم علیہ السلام

# فضائل

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وآلہ الطیبین الطاہرین اما بعد فقد قال اللہ تبارک وتعالیٰ فی کتاب المبین

وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوا وَكَانُوا بِآيَاتِنَا يُوقِنُونَ ۝ پ۲۱

ارشاد ربّ العزت ہے کہ ہم نے ان میں سے امام بنائے جنہوں نے مصائب پر صبر کیا اور ہمارے حکم سے ہدایت کرتے تھے اور ہماری آیتوں کا دل سے یقین رکھتے تھے۔ مختصر سی آیت نے چار چیزوں پر روشنی ڈالی ہے۔ سب سے پہلے۔ وجعلنا۔ ہے یعنی ہم نے قرار دیا۔ جہاں خلافت اور امامت کا ذکر ہوا ہے قدرت نے تقرری کی نسبت اپنی ہی طرف دی ہے۔ سب سے پہلی خلافت کو یاد کیجیے۔ وہاں بھی یہی کہا گیا۔ انی جاعل فی الارض خلیفہ اعتراض ہر دور میں ہوئے۔ وہاں بھی ہوا مگر یہ کہکر اعتراض کو ٹھکرا دیا جو کچھ ہم جانتے ہیں تم نہیں جانتے۔ یعنی خلافت اور امامت کے لئے عصمت شرط ہے اور کون معصوم ہے اسکو ہمارے

سوا کوئی نہیں جانتا معلوم ہوا اعتراض کرنے والا معصوم نہ تھا ورنہ اعتراض ہی نہ کرتا اور خدا کے حکم کو تسلیم کرلیتا۔ دوسری چیز آیت میں یھدون بامرنا ہے کہ وہ ائمہ ہمارے حکم سے ہدایت کرتے ہیں یہ نہ سمجھنا کہ وہ جو کچھ کہتے ہیں اپنی طرف سے کہتے ہیں نہیں زبان ان کی ہوتی ہے اور حکم ہمارا لاینطق عن الھوا۔ تیسری چیز لَمَّا صَبَرُوا۔ ہے یعنی صبر کرتے ہیں۔ راہ ہدایت میں جب مصائب کی آندھیاں چلتی ہیں تو وہ ثابت قدم رہتے ہیں۔ چیختے چلاتے نہیں۔ چوتھی چیز وکانوا بِاٰیاتِنا یوقنون ہے کہ ان کو ہماری آیات پر کامل یقین ہے جو ان کو ثابت قدم بنائے ہوئے ہیں۔ امام کے لئے ان چار چیزوں کا ہونا ضروری ہے منصوص من اللہ ہونا۔ حکم خدا سے ہدایت کرنا۔ مصائب میں صبر کرنا اور آیات الٰہیہ پر ایقان ہونا۔ معلوم ہوا کہ ان ائمہ کی ہدایت کا وہ طریقہ ہوگا جیسا اس کی طرف سے حکم ہوگا۔ اگر ہدایت خلق کیلئے جہاد بالسیف ضروری ہے اور اسکا حکم ہے تو جہاد بالسیف ہوگا اگر جہاد باللسان کا حکم ہے تو تبلیغ باللسان ہوگی اگر ان دونوں کا حکم نہیں ہے اور ماحول بدلا ہوا ہے تو جہاد بالصبر ہوگا جسکا آیت میں خصوصیت سے ذکر ہوا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ یہ جہاد بالصبر سب سے مشکل اور سب سے بڑا جہاد ہے اسمیں بڑی ہمت اور حوصلہ کی ضرورت ہے تمام انبیاء اور اوصیاً

یہی جہاد کرتے چلے آئے اور قدرت نے اسی صبر کو ذریعہ امتحان
قرار دیا۔ جسکا امتحان ہوا صرف ایک ہی پرچہ صبر میں ہوا سوال یہ ہے
کہ جب خداوند عالم علیم وخبیر ہے تو یہ جانتے ہوئے کہ کون کتنے پانی میں
ہے ان امتحانات کی کیا ضرورت تھی بات یہ ہے کہ نہ قدرت کو خود اطمینان
حاصل کرنا تھا نہ ان ہستیوں کا امتحان لینا تھا بلکہ ان کی منزلت ان کا مقام
انکا ایقان دنیا والوں کو دکھانا تھا کہ دیکھو یہ ہمارے سچے پیغامبر ہیں ایک
لاکھ چوبیس ہزار نبی مصائب کے طوفانوں میں گھرے مگر میدان چھوڑ
کر کوئی نہیں بھاگا۔ دشمنان خدا کے مظالم سے گھبرا کر کسی نے یہ نہیں
کہا کہ ہمیں معاف کرو اب ہم لا اللہ الا اللہ نہیں کہیں گے اگر ظالموں
کا مطالبہ ہوا تو یہ کہا کہ اگر ایک ہاتھ پر سورج اور دوسرے پر چاند
بھی رکھدو تو محمدؐ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہنے سے باز نہیں آئیگا۔ نوحؑ کا
امتحان اسی صبر کے پرچہ میں ہوا۔ ابراہیم اسی امتحان گاہ میں بیٹھے۔
ایوب نے اسی میں سند حاصل کی۔ یعقوب کی آزمائش اسی میں
ہوئی۔ موسیٰ اور عیسیٰ سب ہی صبر کی کسوٹی پر پرکھے گئے۔ یہ اور بات
ہے کہ نوح نے بارگاہ الٰہی میں نوحہ کیا تو کشتی آگئی۔ ایوب مصائب
سے گھبرائے تو پھر اتنی ہی اولاد دیدی۔ یعقوب کو دیکھا کہ روتے روتے
بینائی جاتی رہی تو بیٹے کو بادشاہ بنادیا۔ موسیٰ فرعون کے مظالم

سے تنگ آئے تو عصا ہاتھ میں دیکر کہا موسیٰ لڑو مگر موسیٰ نے جبین بندگی فرعون کے سامنے نہ جھکائی۔ عیسیٰ صبر کا امتحان دیتے ہوئے دار تک پہونچ گئے طالب امداد ہوئے۔ سولی سے اٹھا لیا۔ ابراہیم کا بڑا سخت امتحان ہوتا۔ بیٹے کے گلے پر چھری پھیر لی تھی۔ خلیل کو آمادہ دیکھکر صبر کی داد دی گئی مگر آنکھوں پر پٹی دیکھکر دنبہ بھیجدیا۔ سید الانبیاء نے ایک صابر کو بچپن سے اس امتحان کے لئے تیار کیا تھا جب وہ امتحان میں آیا تو اس کے صبر کو دیکھکر صابر دل کا خالق بھی حیران رہگیا بار بار پیغام بھیجے حسین زبان سے کہو کیا مدد چاہتے ہو حسین نے کہا میرے مالک میں تیرے آخری رسول کا نواسہ ہوں۔ یہ صبر کا آخری پرچہ ہے۔ کسی کی امداد سے پرچہ حل نہیں کروں گا۔ ہاں تیری امداد کی ضرورت ہر حال میں ہے اور وہ امداد صرف یہ چاہتا ہوں کہ تو حسین کو آج وہ صبر عطا کر جو ابتک کسی نبی کو نہ دیا ہو۔ صفر کی سات تاریخ تھی کہ سید الصابرین کے گھر میں ساتواں صابر آیا۔ باب مدینتہ العلم کے گھر میں باب قضاء الحوائج آیا صادق آل محمد نے ساتویں صادق کے کان میں اذان کہی اور ساتوں طبق روشن ہوگئے عبادت نے سجدہ شکر ادا کیا۔ شکر نے ہاتھ اٹھا کر دعا سے صبر دی۔ علم نے کہا عالم آیا۔ غصہ نے کہا کاظم آیا ہدایت تعظیم کو بڑھی

صبر نے آیہ اِنَّ اللہ مع الصابرین پڑھی نخل صداقت میں ثمر آیا صادق آل محمدؐ کے گھر میں صابر آل محمدؐ آیا ولادت نے کہا طہارت آئی اور طہارت نے کہا عصمت آئی۔ فرائض امامت کے حامل انسان کامل کے نور سے پھر دنیا روشن ہوئی۔ پدر بزرگوار کے سایۂ عاطفت میں علم کا دریا بہتا ہوا دیکھا تھا۔ صادق آل محمد کے آئینہ سے صداقت کے جوہر سیکھے تھے۔ محمد ابن طلحہ شافعی مطالب السئول صـ۳۰۸ اور علامہ ابن حجر مکی صواعق محرقہ صـ۱۲۱ پر لکھتے ہیں کہ امام موسیٰ کاظم اپنے والد کے صحیح وارث۔ امام اور فقیہہ کامل تھے۔ عبادت اور کرامت میں مشہور تھے۔ رکوع اور سجود میں راتیں گذارتے اور دن روزوں میں بہت سے حج با پیادہ کئے۔ امام کے بچپن کا واقعہ امام ابوحنیفہ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز چند مسائل دریافت کرنے کی غرض سے میں امام جعفر صادقؑ کے عصمت کدہ پر حاضر ہوا معلوم ہوا امام آرام فرمارہے ہیں انتظار میں بیٹھ گیا۔ کہ اتنے میں امام کے صاحبزادے موسیٰ کاظم جنکی عمر ابھی پانچ چھ سال کی تھی باہر تشریف لائے میں نے انہیں سلام کیا اور کہا فرزند رسول انسان کے افعال کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے آیا انکا فاعل انسان ہے یا خدا۔ امام موسیٰ کاظم نے سنا اور آپ دوزانو ہوکر بیٹھ گئے اور فرمایا ابوحنیفہ اپنے سوال کا جواب سنو۔ یاد بھی کرلو۔ اور

اس پر عمل بھی کرنا۔ دیکھو بندوں کے اعمال تین صورتوں سے خالی نہیں۔
۱ یا ان کو خدا کرتا ہے اور بندے بالکل مجبور ہیں ۲ یا خدا اور بندے
دونوں ملکر کرتے ہیں ۳ یا صرف بندے کرتے ہیں اور خدا ان افعال میں
بندوں کا بالکل شریک نہیں۔ اچھا اگر پہلی صورت مان لی جائے۔ یعنی
افعال کا فاعل صرف خدا ہے تو یہ کیسا خدا ہے کہ باوجود عادل ہونے
کے اپنے بندوں کو ان اعمال کی سزا دے گا جنکو انہوں نے نہیں کیا
بلکہ خود خدا نے کیا ہے اور اگر دوسری صورت ہے تب بھی یہ کیسا
خدا ہے کہ افعال میں خدا اور بندے دونوں شریک ہیں اور سزا
صرف بندونکو دی جائے گی۔ حالانکہ وہ خود بھی شریک ہے۔ معلوم
ہوا کہ یہ دونوں صورتیں محال ہیں اب تیسری صورت کے علاوہ کوئی صورت
باقی نہیں رہی اور وہ یہ کہ بندے خود اپنے افعال کے فاعل ہیں۔
بحار الانوار جلد ۱۱ ایک روز امام ابو حنیفہ نے امام جعفر صادق علیہ السلام
سے کہا کہ میں نے آپ کے صاحبزادے کو دیکھا کہ لوگ ان کے آگے
سے گذر رہے ہیں اور وہ نماز پڑھ رہے ہیں حضرت نے صاحبزادے کو بلایا
دیکھو ابو حنیفہ کیا کہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اے ابو حنیفہ میں جس کی
نماز پڑھتا ہوں وہ مجھسے بہ نسبت ان لوگوں کے جو میرے آگے سے گذر
رہے تھے بہت زیادہ قریب ہے۔ وہ خود فرماتا ہے نحن اقرب من

حبل الورید - امام نے فرزند کا منہ چوم لیا (صلواۃ) کشف الغمہ
بیں ابو بصیر سے روایت ہے کہ میں نے ایک روز امام موسیٰ کاظم سے سوال
کیا کہ مولا امام کی کیا پہچان ہے - فرمایا بہت سی نشانیاں ہیں - امام وہ
ہے جو کسی سوال کے جواب میں یہ نہ کہے کہ میں نہیں جانتا - ہر زبان سے
واقف ہو - آگ اس پر اثر نہیں کرتی - چنانچہ میں نے ایک روز سنا کہ امام
ایک شخص سے باتیں کر رہے ہیں اور بالکل جانوروں کی سی زبان میں
جب وہ چلا گیا تو میں نے عرض کیا مولا یہ کونسی زبان تھی جو بالکل سمجھ
میں نہیں آئی - فرمایا یہ شخص چین کا رہنے والا تھا - ایک روز ہارون رشید
طواف خانہ کعبہ میں مشغول تھا بڑا اہتمام تھا لوگ ہٹا دیئے گئے تھے
کہ ایک عرب آیا اور ہارون رشید کے آگے آگے طواف میں مشغول ہو گیا
ہارون بگڑا اور بعد طواف عرب کو بلا کر کہا تم شاہوں کے آداب و احترام
سے واقف نہیں عرب نے کہا یہاں شاہ و گدا سب ایک ہیں - کہا بڑے
حاضر جواب ہو اچھا میں ایک سوال کرتا ہوں کیا جواب دو گے - عرب نے
نے کہا جو چاہیئے پوچھ - اچھا یہ بتلاؤ واجبات شرعیہ کتنے ہیں عرب
نے کہا - ایک - پانچ - سترہ چونتیس - چورانوے ایک سو تریپن - پھر بارہ
میں ایک - چالیس میں ایک - دو سو میں پانچ - تمام عمر میں ایک - اور
ایک کے عوض ایک - ہارون ہنسا اور کہا بادشاہوں سے مذاق کرتے ہو

اگر میرے سوال کا جواب نہ دیا گیا تو صفا اور مروہ کے درمیان قتل کردوں گا۔ ہارون کے ایک مصاحب نے کہا بادشاہ یہ خانۂ خدا ہے یہاں اس عرب کے قتل کا ارادہ نہ کر۔ عرب ہنسا۔ ہارون نے کہا کیوں ہنستے ہو۔ عرب نے کہا میں یہ سوچ رہا ہوں کہ تم دونوں میں زیادہ بے وقوف کون ہے۔ آیا وہ جو کسی کی نہ آنے والی موت کو بلانا چاہتا ہے یا وہ جو کسی کی آنیوالی موت کو ٹالنا چاہتا ہے۔ ہارون نے کہا جو اعداد تم نے بتلاتے ہیں ان کا کیا مطلب ہے۔ اچھا سنو میں نے جو کہا۔ واجب ایک ہے اس سے مراد دین اسلام۔ پانچ سے نماز پنجگانہ۔ سترہ سے سترہ رکعتیں چونتیس سے ہر رکعت کے دو دو سجدے۔ چورانوے سے تکبیریں ایکسو ترپین سے تسبیحات۔ بارہ میں ایک سے بارہ مہینوں میں سے رمضان کا ایک مہینہ۔ چالیس میں ایک سے چالیس دیناروں میں سے ایک دینار۔ دو سو میں پانچ سے پانچ درہم زکواۃ۔ عمر بھر میں ایک سے مراد ایک حج۔ ایک کے عوض ایک سے مطلب قصاص۔ ہارون حیران رہ گیا بعد کو معلوم ہوا کہ وہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام تھے۔ آپ کے منصب امامت پر فائز ہونے کے بعد کا واقعہ ہے کہ آپ کے بڑے بھائی عبداللہ نے دعوےٰ کیا کہ میں امام ہوں آپ نے اصحاب کو حکم دیا کہ صحن خانہ میں لکڑیاں جمع کریں جب لکڑیاں کافی جمع ہوگئیں تو فرمایا اس میں

آگ لگادو جب جل کر انگارے ہو گئے تو امام ان پر جا بیٹھے اور
مصروف وعظ ہو گئے۔ ایک شخص سے کہا کہ بڑے بھائی عبد اللہ
کو بلا لاؤ وہ آئے تو آپ نے کہا اگر آپ امامت کے اہل ہیں تو بسم اللہ
میری جگہ آ بیٹھے۔ اور یہ کہکر اتر آئے۔ عبد اللہ کو سخت شرمندگی ہوئی
اور خاموش ایسے واپس ہوئے۔ کہ پھر گھر سے نہ نکلے۔ یوں تو ہر حکومت
اپنے اپنے دور میں خانوادۂ نبوّت کی جانی دشمن اس لئے رہی کہ جانتے
تھے وارث خلافت درحقیقت یہی لوگ ہیں ان کو اتنا موقع ہی نہ دیا
جائے کہ ہمارے لئے خطرہ کا باعث ہو جائے۔ طرح طرح کی تکلیفیں پہونچائی
جاتی تھیں۔ ہزاروں کو صرف اس لئے قتل کرا دیا گیا کہ ان کے دل میں
محبّت اہلبیت ہے مگر ہارون سب سے زیادہ دشمن اہلبیت تھا۔ ہارون
کے ایک وزیر علی ابن یقطین کو جو در پردہ محبّ اہلبیت تھا خلیفہ کی
طرف سے ایک خلعت فاخرہ انعام میں ملا ابن یقطین نے وہ خلعت اور
اور کچھ رقم اپنے غلام کے ہاتھ خدمت امام میں بھجوا دی امام نے دونوں
چیزیں رکھکر غلام کو رخصت کیا۔ رقم غربا میں تقسیم کر دی اور خلعت اپنے
ایک معتبر آدمی کے ہاتھ یہ کہکر کہ اسکو بحفاظت اپنے پاس رکھو واپس
کر دی اور یہ تاکید کر دی کہ آج سے تم نماز کے واسطے اہلسنت کے طریقہ
پر وضو کیا کرو۔ ابن یقطین نے خلعت لیلی اور سوچا کہ غلط وضو کا کیوں

حکم دیا ہے مگر حکم امام تھا تعمیل میں وضو بدل دیا کچھ دنوں کے بعد ابن یقطین اپنے غلام سے کسی بات پر ناراض ہوئے اور غلام کو نکال دیا۔ غلام نے جا کر ہارون سے شکایت کر دی کہ یہ وزیر امام موسیٰ کاظم کو اپنا آقا مانتا ہے۔ اور وہ خلعت جو آپ نے دی تھی وہ بھی میرے ہاتھ ان کی خدمت میں بھیجدی۔ بادشاہ برافروختہ ہوا اور وزیر کو بلا کر کہا وہ خلعت کہاں ہے ابن یقطین نے کہا وہ عطیۂ بادشاہی ہے جو تبرک کے طور پر میں نے ایک صندوق میں محفوظ رکھا ہے۔ کہا منگواؤ۔ صندوق منگوایا گیا۔ بادشاہ نے خلعت دیکھکر حکم دیا کہ غلام کے سو تازیانے مارے جائیں۔ ابھی پچاس ہی تازیانے لگے تھے کہ بے ہوش ہوکر فی النار ہوگیا۔ کچھ ہی روز بعد ایک وزیر نے بھی یہی شکایت کی کہ ابن یقطین او امام سے روابط ہیں اور یہ رافضی ہے۔ طے یہ پایا کہ یہ دیکھا جائے کہ یہ وضو کیسے کرتا ہے۔ جب نماز کا وقت ہوا ابن یقطین نے خادم سے وضو کو پانی مانگا بادشاہ کو اطلاع دی گئی کہ اب وہ وضو کر رہا ہے خود ہارون نے کمینگاہ سے اس کو دیکھا کہ اہل سنت کے طریقہ پر وضو کر رہا ہے بڑا برافروختہ ہوا اور اس وزیر کو جس نے شکایت کی تھی معزول کر دیا۔ دوسرے روز امام کا پیغام پہونچا کہ اب اپنے طریقہ پر وضو کیا کرو۔ اب ابن یقطین کی سمجھ میں مصلحت امام آئی۔

ہم اس امام کے ایسی نگاہ کے قربان
کہ جس نظر میں ہوں اسرار عالم امکان

ہارون رشید امام کی مقبولیت اور عظمت کو سنکر ہمیشہ پریشان رہتا تھا اور اس فکر میں تھا کہ مزید صحیح حالات معلوم ہوں اور کوئی ایسا موقع ملے کہ امام کو قتل یا قید کرا دیا جائے ایک مصاحب جو دشمن امام تھا اور اسکو یہ بھی معلوم تھا کہ امام کے عزیزوں میں کون کون امام کا دشمن ہے اس لئے ہارون کو مشورہ دیا کہ صحیح حالات تو امام کے کسی عزیز سے ہی معلوم ہو سکتے ہیں اور علی ابن اسمٰعیل جو امام کے بڑے بھائی کا فرزند تھا اسکے بلانے کا مشورہ دیا۔ علی ابن اسمٰعیل کے پاس دعوت نامہ پہونچا یہ پھولا نہ سمایا کیونکہ امام کا دشمن تھا اور امام کی بڑھتی ہوئی عزت اور وقار کو اک نظر نہ دیکھ سکتا تھا۔ چنانچہ ہارون کی طلبی پر بغداد کی طرف اس نیت سے روانہ ہوا کہ امام کی شکایت کرکے بادشاہ کو قتل امام کی طرف متوجہ کرے امام اسوقت اپنے چند اصحاب کے ہمراہ مسجد میں تشریف فرما تھے۔ ایک صحابی سے فرمایا کہ دیکھو فلاں راہ سے علی ابن اسمٰعیل گذر رہا ہے۔ اس کو میرے پاس بلا لاؤ۔ علی امام کی خدمت میں آیا آپ نے بھتیجے سے فرمایا بغداد کیوں جا رہے ہو۔ وہ حیران ہوا کہ ان کو میرا ارادہ کیسے معلوم ہوا کہنے لگا مجھ پر کچھ قرض ہے

اس کی ادائے گی کی فکر ہے امام نے مصلے کے نیچے ہاتھ ڈال کر کچھ اٹھایا اور فرمایا لو یہ سو دینار ہیں ان سے قرض ادا کرو۔ وہ نہ مانا۔ امام نے کہا اگر یہ کم ہوں تو میں تمہارے کل قرض کا ذمہ دار ہوتا ہوں وہ پھر بھی نہ مانا۔ امام نے تین مرتبہ کہا علی نہ جا۔ لیکن وہ پھر بھی نہ مانا۔ بعد میں آپ نے فرمایا علی خدا سے ڈرو۔ اور میرے بچوں کو یتیم نہ کرو مگر اس کو پھر بھی رحم نہ آیا۔ امام نے اس کے جانے کے بعد اصحاب کو اس کے ارادہ اور نیت سے مطلع کیا اصحاب نے عرض کی یا حضرت آپ ایسے دشمن سے اسقدر ہمدردی کا سلوک کیوں فرماتے ہیں آپنے فرمایا سنو اور یاد رکھو۔ رسول خدا نے فرمایا ہے کہ اپنا عزیز اگر بدسلوکی کرے تو اس کے ساتھ پھر بھی نیک سلوک کرو یہاں تک کہ تین مرتبہ ایسا ہی کرو خدا فرماتا ہے کہ اگر وہ تین مرتبہ کے بعد بھی باز نہ آئے گا۔ تو ہم اس کے ساتھ بدسلوکی کریں گے۔ چنانچہ علی ابن اسمٰعیل ہارون کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ میں حیران ہوں کہ ایک ملک میں دو بادشاہ کیسے حکومت کر سکتے ہیں۔ اگر تو نے موسیٰ کاظم کا انتظام نہ کیا تو مخلوق ان سے اسقدر گرویدہ ہو چکی ہے کہ تیری حکومت ختم ہو جائیگی ہارون اس کی باتوں سے بڑا خوش ہوا اور بڑی خاطر و مدارت سے پیش آیا۔ حکم دیا کہ علی کو دولت سے مالا مال کر دو۔ خزانچی اشرفیوں

کی تھیلی لینے گیا۔ علی کے شکم میں درد ہوا بار بار بیت الخلا جاتا تھا کہ
ایک مرتبہ آنتیں باہر نکل آئیں بڑے علاج معالجے ہوئے مگر جانبر نہ ہو سکا
انعام واکرام سے محروم حالت نجاست ہی میں فی النار ہوا۔ مگر ہارون
کے دل پر اس کی باتوں کا ایسا اثر ہوا کہ رات دن اسی فکر میں رہتا کہ کسی
طرح امام کو ختم کرایا جائے اسی سال حج کو آیا امام بھی تشریف لے گئے
تھے ہارون جب روضہ پر آیا تو قبر رسول کی طرف رخ کر کے امام کے سنانے
کو اسطرح سلام کیا۔ السلام علیک یا ابن عم ۔ اے میرے چچا کے لڑکے
آپ پر میرا سلام ہو امام نے سنا اور قبر رسول کی طرف رخ کر کے
یوں سلام کیا۔ السلام علیک یا ابت ۔ اے پدر بزرگوار آپ پر میرا
بھی سلام ہو یہ سن کر ہارون رشید کا چہرہ فق پڑ گیا۔ اور اسقدر ذلت
محسوس کی کہ امام کو حالت نماز ہی میں گرفتار کرا کر بصرہ کے زندان
میں قید کر دیا ایک سال کے بعد حاکم بصرہ کو لکھا کہ موسیٰ کاظم کو قتل
کر دیا جائے حاکم بصرہ نے انکار لکھ بھیجا کہ یہ کام مجھ سے نہیں ہو سکتا ۔
امام کو بصرہ سے منتقل کر کے بغداد کے زندان میں بلا لیا گیا۔ اور تا زیست
وہیں قید رہے۔ ایک روز سوچا کہ ان پر کوئی اخلاقی الزام لگا کر قتل کرایا جائے
چنانچہ ایک رات ایک حسینہ جمیلہ کنیز کو خوب سمجھا پڑھا کر قید خانہ میں
بھیجا گیا صبح ایک شخص کو اس کنیز کا حال معلوم کرانے بھیجا اس نے جا کر

دیکھا کہ زہد و عبادت امام نے اس پر اتنا اثر کیا ہے کہ سجدہ میں پڑی
ہوئی سبحان ربی الاعلیٰ و بحمدہٖ کہہ رہی ہے۔ یہ حال ہارون نے جب
سنا تو کہنے لگا موسیٰ ابن جعفر نے کنیز پر جادو کر دیا ہے۔ میرے سامنے حاضر
کی جائے کنیز آئی سارے جسم میں رعشہ تھا چہرہ خوف خدا سے زرد پڑا
تھا آنکھوں سے آنسو جاری تھے ہارون نے کنیز سے پوچھا یہ کیا حال ہے
اس نے کہا میرا ایک تعجب خیز حال ہے جو کچھ میں نے دیکھا اگر بادشاہ
دیکھتا تو اسکا بھی یہی حال ہوتا۔ میں خدمت امام میں کھڑی ہوئی
تھی وہ سجدۂ خالق میں پڑے ہوئے تھے بعد انتظار بسیار جب سجدے
سے سر اٹھایا تو میں نے عرض کی آپ کی کوئی حاجت ہو تو میں بجا لانے
کو موجود ہوں امام نے فرمایا مجھے تیری حاجت بالکل نہیں ہے۔ مینے
پھر عرض کی میں آپ کی خدمت کے لئے یہاں بھیجی گئی ہوں۔ تب حضرت
نے ایک جانب اشارہ کر کے فرمایا پھر یہ لوگ کس لئے ہیں مینے جب
ادھر نظر کی تو ایک وسیع باغ نظر آیا۔ جسکے پھول اور شگوفہ کھلے ہوئے تھے
نہریں بہہ رہی تھیں۔ ہر جگہ فرش و فردش سے آراستہ تھی حسین و جمیل
کنیزیں خوبصورت غلام خدمت کے لئے کمربستہ تھے جو زرق برق لباس
سے آراستہ تھے یہ دیکھکر میں سجدہ میں گر گئی رات بھر ایک گوشہ میں امام
مصروف عبادت رہے دوسرے گوشہ میں سجدہ میں پڑی رہی ہارون نے

یہ کہکر کنیز کو چھوڑ دیا کہ اس خواب کو آئندہ کسی سے بیان نہ کرے کنیز جب تک زندہ رہی عبادت خدا میں مصروف رہی قیدی امام نے ایک فاحشہ کو بھی قید خانہ میں مومنہ بنا دیا۔

ایسے آقا پر ہوں جانیں ہم غلاموں کی نثار | جو اسیر رنج و غم ہو باوجود اختیار
پیرہن تار نسیت اسکے حلقۂ زنجیر ہو | دست قدرت میں ہو جسکے گردش لیل و نہار

# مصائب

ہارون رشید جسقدر امام پر سختیاں کرتا رہا امام کی مقبولیت اور بڑھتی رہی۔ اُسے ہر وقت یہ خطرہ لگا رہتا کہ کہیں حضرت دعویٰ خلافت نہ کر بیٹھیں اور میری حکومت میں خلل واقع ہو آخر اس نتیجہ پر پہونچا کہ امام کو زہر دیدیا جائے اپنے خاص خادم کے ذریعہ سات دانہ رطب کے زہر سے بھر کر امام کی خدمت میں قید خانہ بھیجے گئے خادم نے امام سے کہا کہ یہ خاص رطب آپ کے واسطے بادشاہ نے بھیجے ہیں اور قسم دلائی ہے کہ آپ ان کو ضرور کھلائے امام نے کھانے سے انکار فرمایا خادم نے کہا مجھے حکم ہے کہ میں آپ کو بجبر طور اپنے سامنے ان کو کھلاؤں۔ اس خادم کے ساتھ ہارون کا ایک مخصوص کتا جو سونے کا پٹہ پہنے سونے کی زنجیر توڑ کر آگیا تھا سامنے کھڑا تھا۔ امام نے رطب کا ایک دانہ کتے کے سامنے ڈالا

کتا فوراً تڑپ کر مر گیا۔ پھر امام نے باقی دانے اس کے سامنے نوش فرمائے
خادم واپس ہوا ہارون نے حال پوچھا اس نے کہا اوّل تو انکار
کیا پھر سب دانے میرے سامنے کھا لئے۔ ایک دانہ کتے کو ڈالا جو فوراً مر گیا
کتے کا حال سنکر اپنے کئے کا ہارون کو بڑا افسوس ہوا۔ امام پر زہر نے اثر کرنا شروع
کیا اسی روز ایک شخص شیعان امام میں سے آیا اور قید خانہ میں محافظ سے
اجازت چاہی کہ امام کی زیارت سے مشرف ہو۔ محافظ نے انکار کر دیا اس
نے کافی رقم پیش کی تو اس نے کہا کہ قید خانہ کی پشت پر ایک سوراخ ہے
اس میں سے تم امام سے ملاقات کر سکتے ہو اس نے دیکھا کہ ایک گوشہ
میں سفید کپڑا پڑا ہے اور کوئی نظر نہیں آتا۔ تھوڑی دیر میں کپڑے میں
حرکت ہوئی اور یہ آواز سنائی دی جیسے کوئی کہہ رہا ہے پالنے والے تیرا
میں کیسے شکریہ ادا کروں کہ تو نے اپنی عبادت کے واسطے اس قدر
اطمینان اور سکون کی تنہائی عطا فرمائی ہے۔ پھر امام نے سجدہ
سے سر اٹھایا۔ صحابی سلام احترام بجا لایا اور رو کر کہا آقا آپ کے شیعہ
سب مشتاق زیارت ہیں۔ کب زیارت ہوگی۔ فرمایا ان سب سے کہدو کہ پرسوں
بغداد کے پل پر آجائیں۔ میں بھی وہاں پہونچونگا۔ صحابی خوش خوش
واپس ہوا یہ خبر تمام مومنین میں گشت کر گئی۔ زہر اپنا اثر کرتا جا رہا تھا امام
نے مسیب جو پاسبانوں میں ایک دوستداران اہلبیت سے تھا فرمایا مسیب

میں مدینہ جارہا ہوں تاکہ جدّ بزرگوار سے آخری رخصت چاہوں اور اپنے
فرزند علی رضا کو جو میرے بعد امام ہوگا۔ تبرکات رسالت اور اسرار امامت
سپرد کروں۔ مسیب پریشان ہو گئے آقا یہ کیسے ممکن ہے اتنے مخالف
محافظوں کے ہوتے ہوئے آپ کیسے چلے جائیں گے اور کون قید خانہ کا
دروازہ کھول دے گا امام نے فرمایا مسیب بڑے سست اعتقاد ہو
اپنے یقین کو خدائے قادر اور ہمارے بارے میں قوی کرو۔ مسیب کہتے
ہیں میں نے دیکھا کہ امام کے لبہائے مبارک ہلے اور آپ نظروں سے
غائب ہو گئے۔ زنجیریں پڑی رہ گئیں۔ امام نے قبر رسول پر کیا کہا ہوگا۔ زنجیروں
سے زخمی پیر دکھائے ہونگے۔ طویل اسیری کی داستان سنائی ہوگی
امت کے قرابے پر احسانات کا ذکر کیا ہوگا یہ تو خدا جانے مگر مسیب نے
پھر جو نظر ڈالی تو امام اپنی جگہ پر موجود تھے زنجیریں پیروں کا بوسہ
لے رہی تھیں مجھ سے فرمایا مسیب میری روح جب میرے جسم سے
مفارقت کر جائے تو پریشان نہ ہونا میرا فرزند علی مجھے غسل دے گا۔
اور وہی نماز پڑھائے گا۔ ۲۵ / رجب تھی کہ ہارون کی زہر خورانی
سے امام کا قید خانہ میں ہی انتقال ہوا برسوں بعد آج قید خانہ کا دروازہ
کھلا۔ امام کے پیروں کی بیڑیاں کاٹی گئیں۔ مظلوم کا جنازہ ہارون کے
حکم کیمطابق بغداد کے پل کی طرف چلا۔ پل پر سیکڑوں کا مجمع تھا۔ ہر شخص

خوش تھا کہ امام نے آج کا وعدہ زیارت فرمایا ہے آقا کی آج زیارت ہوگی۔ کہ دیکھا ایک جنازہ آرہا ہے آگے آگے ایک منادی ندا دے رہا ہے کہ رافضیوں کے امام نے قید خانہ میں انتقال کیا یہ ان کا جنازہ ہے۔ مشتاقان زیارت نے سر پیٹ لیا۔ مولا یہ کیسا وعدہ فرمایا تھا۔ سلمان ابن جعفر کو خبر ملی سیکڑوں آدمیوں کو لیکر آپہونچے۔ نالہ وفریاد کی صدائیں عرش سے ٹکرا رہی تھیں سر برہنہ پا برہنہ ہزاروں کا مجمع گریباں چاک ماتم کناں جنازے کو ندھوں پر رکھے کاظمین کی طرف جا رہے تھے۔ اسیر امام کا جنازہ اس شان سے نکلا کہ لکھا ہے ڈھائی ہزار درہم صرف خوشبو میں صرف ہوئے۔ کاش یہ مجمع کربلا میں بھی ہوتا تو میرے مظلوم کی لاش بے گور وکفن نہ پڑی رہتی۔ کم سے کم لاش پر گھوڑے ہی نہ دوڑلتے۔ زینب کے سر سے چادر ہی نہ چھنتی۔ سکینہ کے کان خون کے آنسو نہ روتے سید سجاد بستہ طوق وزنجیر نہ ہوتے۔

مگر افسوس بر غریبی ومظلومی حسین۔

نہ غسل ہوسکا نہ دفن نہ جنازہ اٹھا ؎ تیری غریبی پہ قرباں شہید کرب وبلا

الا لعنۃ اللہ علیٰ قوم الظالمین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# امام علی رضا علیہ السلام

## فضائل

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی

سید المرسلین و آلہ الطیبین الطاہرین اما بعد فقد قال

اللہ تبارک وتعالیٰ فی کتاب المبین (اِنَّا نَحْیِ الْمَوْتٰی وَنَکْتُبُ مَا

قَدَّمُوْا وَاٰثَارَھُمْ وَکُلَّ شَیْءٍ اَحْصَیْنٰہُ فِیْ اِمَامٍ مُّبِیْنٍ○

ترجمہ آیۂ وافی الہدایہ

(ہم ہی مردوں کو زندہ کرتے ہیں اور جو کچھ لوگ پہلے کر چکے

ہیں۔ ان کو اور ان کے آثار کو لکھتے جاتے ہیں اور ہر شے کو ہم نے

امام مبین میں گن گن کر جمع کر دیا ہے۔ قرآن فصاحت و بلاغت

کی کان اور معانی و بیان کی جان ہے۔ خدا کا ازلی راز ہے۔

اور رسول کا ابدی اعجاز ہے۔ کونسی کتاب ہے جو بار بار پڑھی

جاتی ہو۔ اس کے لئے حکم ہے کہ روز پڑھو اور زندگی بھر پڑھتے رہو

معلوم ہوا کہ یہ وہ رازِ سربستہ کا دفینہ ہے جسکے پڑھنے میں ہر بار روح کو زندگی اور فکر کو تابندگی ملتی ہے۔ جس آیت کو عنوان بیان میں تلاوت کیا گیا اس کا ذرا انداز تو دیکھئے۔ خدا فرما رہا ہے کہ ہم مردوں کو زندہ کرتے ہیں اور لوگوں کے گذشتہ اور آئندہ کاموں کو بھی ہم جانتے ہیں اور صرف یہ ہی نہیں بلکہ ہر شے ہم نے امام مبین میں جمع کر دی ہے۔ امام مبین کی مفسرین نے بڑی تفسیریں کی ہیں۔ کسی نے کہا تختی ہے کسی نے کہا قلم ہے۔ کسی نے کتاب بتلائی اور کسی نے حساب مگر لفظ امام جو صاف نظر آرہا تھا اس کی طرف جا نکر نظر نہ کی۔ کیوں اس لئے کہ بڑا خطرہ درپیش تھا۔ تقرر امام کا اختیار ہی سلب ہو رہا تھا۔ آیت میں اگر صرف امام مبین ہوتا تو شاید مان لیتے کہ ہاں امام سے مطلب امام امت ہے مگر کل شیئٍ احصیناہُ نے بڑی مشکل میں ڈالدیا اگر امام سے امام ہی مان لیں تو احصیناہُ والا امام کہاں سے لائینگے (مردوں کو زندہ کرنا تو بڑی بات ہے) ہمارے بنائے ہوئے اماموں کو تو آنے والی کل کا کیا ذکر جانے والی کل کی خبر نہیں۔ لہٰذا بہتر یہی ہے کہ یہ کہدو کہ یہاں امام مبین میں امام سے امام مراد ہی نہیں۔ آئیے ہم سے پوچھئے کہ یہ کون امام مبین ہے۔ اور کل شیئٍ احصیناہُ سے کیا مطلب ہے دیکھو پارہ ۱ ع ۱۵ ارشاد قدرت ہے کہ جب ہم نے ابراہیم کو آزما لیا

اور وہ پورے اترے تو خدا نے فرمایا میں تجھے تمام انسانوں کا امام بناؤنگا
حضرت ابراہیمؑ نے کہا میری ذریت میں سے بھی امام ہوگا حکم ہوا کہ یہ
عہدہ ظالموں کو نہیں پہونچ سکتا حضرت ابراہیم سے پہلے یہ منصب کسی
نبی کو نہیں ملا تھا۔ جناب ابراہیمؑ کو نبوت رسالت اور خلت کے
(مناصب رفیعہ کے) بعد منصب امامت سے سرفراز کیا گیا منصب امامت کی
عظمت اور رفعت اور اہمیت اب تو سمجھ میں آگئی ہوگی کہ یہ آخری منصب ہے حضرت
ابراہیم کو یہ منصب ملا اور کیونکہ آپ اب کل شیٔ احصیناہ کے
مصداق ہوگئے تو اِنّا نحنُ نُحیِ الموتیٰ کا اعجاز بھی قدرت
کی طرف سے ملا جناب ابراہیم نے پرندوں کو مارا اور جلایا منصب
امامت ذریت ابراہیم میں ظالموں سے بچتا رہا اور معصومین کو ملتا
رہا۔ اسمٰعیل۔ اسحاق یعقوب یوسف موسیٰ عیسیٰ سب ہی امام
ہوئے اور آخر میں یہ مرتبہ جلیلہ امامت حبیب کردگار احمد مختار
تک پہونچا۔ یہ امامت ہی کا طفیل تھا۔ کہ محبوب نے غیب کی باتیں
بتلائیں۔ مردوں کو حضرت عیسیٰ نے بھی زندہ کیا مگر حضور وہ بڑی معمولی
بات تھی جسم تو موجود ہوتا ہی تھا صرف گویائی پیدا کرنی ہوتی تھی۔
یہاں جسم انسانی نہیں کچھ سنگریزے ہاتھ میں ہیں اور انسان
کی طرح بول رہے ہیں (صلوٰۃ) خالق اگر خدا بنانا چاہے تو اور کچھ

ہو سکتے ہیں مگر احسن الخالقین صرف وہ ہے رازق اس کے حکم سے
دوسرے بھی ہو سکتے ہیں مگر احسن الرازقین صرف وہ ہے وہ علم غیب سے جسکو
چاہے وہ آگاہ کر دے۔ مگر احسن العالمین صرف وہ ہے سلسلہ نبوت
ختمی مرتبت پر ختم ہو رہا تھا سلسلہ امامت اولاد ابراہیم ہیں تا
قیامت باقی رہنے والا تھا لہٰذا نبوت ختم ہوئی خاتم النبیین پر
اور سلسلہ امامت باقی رہا قیامت تک معصومین ہیں امامت خلیل
کو خدا نے عطا کی تھی اولاد خلیل کو بھی امامت عطا کرنیوالا خدا ہی ہونا چاہیے۔
ظالم امامت سے ہمیشہ محروم رہے گا۔ زندگی میں ایک بار بھی پیشانی غیر خدا
کے سامنے جھک گئی تو ظلم ہو گیا اور ہمیشہ کے لئے محروم امامت ہو گیا
اگر اور وضاحت درکار ہو تو سنئے۔ امام مبین کی وضاحت امام مبین سے
سنئے امام علی رضا امام ضامن وثامن نے فرمایا۔ سنو۔ امام کسے کہتے
ہیں اور امام کی کیا پہچان ہے۔ امام وہ ہے جو اپنے زمانہ میں سب سے
زیادہ عالم سب سے زیادہ پرہیزگار۔ سب سے زیادہ عادل اور سب سے
زیادہ عابد ہو۔ بطن مادر ہی سے مختون پیدا ہو۔ اور جسطرح سامنے سے
دیکھے پشت سر سے بھی اسی طرح دیکھتا ہو۔ آنکھیں خواب میں ہوں اور
دل بیدار ہو۔ سایہ نہ رکھتا ہو۔ جس وقت پیدا ہو کلمہ شہادتیں زبان
پر ہو۔ مخلوق پر ماں باپ سے زیادہ مہربان ہو۔ لوگوں کے نفسوں

سے لوگوں پر اولیٰ ہو۔ رسول خدا کی زرہ اس کے قد پر ہر عمر میں صحیح آئے۔ جس کام کا حکم دے، یا جس سے روکے اس کا خود بھی عامل ہو اور ایسا مستجاب الدعوات ہو کہ اگر دعا کرے تو پہاڑ دو نیم ہو جائے۔ رسول خدا کی اسلحہ ذو الفقار وغیرہ اس کے پاس ہوں۔ اور وہ صحیفہ جسمیں دوستداران اہلبیت کے نام ہوں اور وہ صحیفہ جسمیں دشمنان اہلبیت کے تاقیامت نام ہوں اس کے پاس ہو مخلوق کے تمام اعمال یومیہ اس کے سامنے پیش کئے جاتے ہوں۔ مگر کھانے پینے۔ سونے جاگنے خوشی وغم میں اور انسانوں جیسا ہو۔ یہ جملہ صفات لیکر ذلیقعد کی ۱۱ر تارنخ،

گھر میں موسیٰ کے کلیم سخن آرا چمکا
آٹھویں برج امامت کا ستارہ چمکا

شیعوں کا امام ثامن آیا، روز جزا کا ضامن آیا،
رضا امامت کا جانشین آیا قرآن نے کہا امام مبین آیا،

ہدایت کا آفتاب آیا۔ اسلام پر شباب آیا۔ عبادت نے پیشانی چومی۔ صداقت نے زبان نورانی چومی۔ کلمہ کی آواز فرش سے عرش پر گئی درود کی آوازیں عرش سے فرش پر آئیں۔ حکومت آستان بوسی کو بڑھی۔ سلطنت قدم بوسی کو جھکی۔ تیس سال پدر بزرگوار کے سایہ عاطفت میں تربیت پائی۔ ہارون کا جابرانہ دور دیکھا۔ باپ کا قیدخانہ

میں جانا دیکھا۔ دونوں فسانے ختم ہوئے تو مامون کا دور آیا۔ سیاسی تقاضوں کے پیش نظر سلطنت جھکنی شروع ہوئی۔ اپنی بیٹی ام حبیبہ کے ساتھ شادی کر کے رشتہ بڑھایا سوچا علی کو داماد بنا کر شاید میری عزت بڑھ جائے۔ امام کی فکر میں فرق نہ آیا۔ مامون اپنے بھائی امین کو قتل کرنے کے بعد اب عرب و عجم کا واحد تاجدار تھا۔ بغاوتوں نے سر اٹھایا تھا۔ مامون نے عرب و عجم کے خوش کرنے کو امام رضا کو مدینہ سے طلب کیا۔ غریب امام قبر رسول پر پہونچا تا دیر قبر سے لپٹ لپٹ کر روتے رہے۔ نانا مامون مجھے آپ کی زیارت سے محروم کرنا چاہتا ہے۔ آخری سلام کو حاضر ہوا ہوں شاید یہ میری زیارت بھی آخری ہو۔ امام علی رضا علیہ السلام کا یہ سفر کربلا سے بہت مشابہ تھا۔ مدینہ رسول سے شہادت کے یقین کے ساتھ تنہا سفر کرتے ہوئے مرو کے جانب روانہ ہوئے جب نیشاپور سے گذر ہوا تو ایک خلق زیارت امام کو جمع ہو گئی۔ علماء اور فضلاء کا مجمع تھا سواری کے چہار طرف ہزاروں کا اژدحام تھا۔ بازاروں میں راستہ چلنا دشوار تھا۔ علماء اور حفاظ نے درخواست کی کہ فرزند خیر الانام واسطہ آپکو اپنے آبائے طاہرین کا کہ مرکب کو روکئے پردہ ہٹائیے۔ تاکہ آپ کے غلام آقا کی زیارت سے مشرف ہوں اور اپنے جد بزرگوار رسول خدا کی کوئی حدیث زبان مبارک سے ارشاد فرمائیے

امام نے کجاوہ کا پردہ اٹھایا لوگوں کی نظر روئے مبارک امام پر پڑی
بے اختیار ہو گئے۔ گریبان چاک کر ڈالے فریاد و فغاں کی آوازیں
بلند ہوئیں ایک ہجوم تھا جو مرکب کے چاروں طرف طواف کر رہا تھا
شوق قدم بوسی میں ہر شخص بیقرار تھا۔ شور و غل کی وجہ سے آواز امام
ہر ایک تک نہ پہونچ سکتی تھی۔ تمازت آفتاب۔ تیز تر ہو رہی تھی علماء
اور حفاظ چلائے۔ کہ گروہ مومنین خاموش ہو جاؤ۔ ذرا صبر کرو جگر گوشہ
رسول کو زحمت نہ دو اور سنو۔ امام نے حدیث رسول کی یوں ابتدا فرمائی
(حدثنی ابی موسیٰ بن جعفر الکاظم۔ قال حدثنی ابی جعفر
بن محمد الصادق قال حدثنی ابی محمد بن علی الباقر قال حدثنی
ابی علی بن الحسین۔ زین العابدین قال حدثنی ابی حسین
ابن علی شہید کرب وبلا۔ قال حدثنی ابی علی ابن ابی طالب قال
حدثنی اخی و ابن عمی محمد رسول اللہ قال حدثنی
جبرئیل قال سمعت برب العزت سبحانہٗ تعالیٰ) کہ کلمہ
لا الٰہ الا اللہ میرا قلعہ ہے جس نے لا الٰہ الا اللہ کہا وہ میرے
قلعہ میں داخل ہو گیا۔ اور میرے عذاب سے بے خوف ہو گیا۔ ہزاروں
علماء اور حفاظ نے اس حدیث کو لکھا۔ امام نے پھر سواری روکی اور
فرمایا لکھو بشرطہا و شروطہا و انا من شروطہا۔ یعنی یہ کلمہ طیبہ

حصار تو ہے مگر اس شخص کے واسطے جو رسول اور آل رسول پر ایمان رکھتا ہو جنمیں سے ایک میں ہوں۔ امام رضا جب مرو پہونچے تو دعبل ابن علی خزاعی آپ کی خدمت میں پہونچا اور عرض کی یا ابن رسول اللہ آپکی منقبت میں ایک قصیدہ لکھا ہے جو پہلے آپ کو ہی سنانا چاہتا ہوں۔ ایک سو بیس شعر کا مشہور قصیدہ تھا جو دعبل نے امام کو سنایا امام نے قصیدہ کی تعریف سے اپنے شاعر کا دل بڑھایا اور کیونکہ اس قصیدہ میں ہر امام کے مرقد و مدفن کا بھی ذکر تھا۔ تو حضرت نے فرمایا دو شعر میری طرف سے اور اضافہ کر لو تاکہ میرے مدفن کا ذکر بھی آجائے امام نے دو شعر پڑھے جس میں اپنے مدفن اور زائروں کا بھی ذکر تھا۔ جسکا مفہوم منظوم اردو میں سنیئے ؎

یہ سرزمین طوس ہے مقام احترام ہے ، ہے مدفن رضا یہی یہ مشہد امام ہے
نظر میں حق کی زائر و زیارت امام کا ، بلند تر ہے مرتبہ بلند تر مقام ہے

امام نے قصیدہ سنکر دعبل شاعر کو سو دینار کی ایک تھیلی عطا کی دعبل نے کہا مال دنیا کے لئے میں نے قصیدہ نہیں کہا اگر کچھ عطا ہی کرنا ہے تو اپنے لباس میں سے ایک لباس عطا فرما دیجئے تاکہ دنیا اور آخرت میں میرے کام آئے۔ امام نے ایک لباس بھی اسے دیا اور کہا یہ رقم بھی رکھو۔ وقت ضرورت کام آئے گی۔ دعبل

لباس اور رقم لیکر روانہ ہوئے ابھی قم تک پہونچے تھے کہ اہل قم نے گھیر لیا اور کہا کہ یہ امام کا لباس ہمیں دیدو اور ایک ہزار دینار ہم سے لیلو۔ دعبل نے انکار کیا ابھی کچھ ہی دور گئے تھے کہ اہل قم نے جا گھیرا اور لباس چھین لیا دعبل اس شرط پر راضی ہوگئے کہ لباس کا ایک پارچہ مجھے دیدو تو میں فروخت کر دوں گا۔ پارچہ اور رقم لیکر گھر آئے دیکھا کہ مکان منہدم ہو چکا ہے مال و اسباب میں سے کچھ باقی نہیں اہل وعیال دوسری جگہ منتقل ہوگئے۔ اب سمجھے کہ امام نے کیا فرمایا تھا کہ یہ رقم وقت ضرورت تمہارے کام آئے گی مکان اس رقم سے تعمیر کرایا اہل وعیال کو گھر لائے۔ بیوی نابینا ہوگئی تھی خوش اعتقاد شاعر نے وہ پارچہ بیوی کی آنکھوں پر باندھ دیا صبح ہوئی تو آنکھیں روشن تھیں (صلوٰۃ) محمد ابن عیسیٰ مروی ہیں کہ میں نے ایک رات رسول خدا کو خواب میں دیکھا کہ حضرت مسجد میں تشریف فرما ہیں اور ایک طبق خرموں کا سامنے رکھا ہوا ہے آپ نے اس میں سے ایک مٹھی خرمے مجھے عنایت کیے۔ جب میں نے شمار کیا تو وہ سولہ خرمے تھے۔ خواب سے بیدار ہوا تعبیر میں فکر مند تھا کہ مامون نے امام علی رضا علیہ السلام کو مدینہ سے طوس بلوایا اور امام نے راستہ میں اسی مسجد میں قیام فرمایا میں بھی زیارت امام کو گیا دیکھا کہ امام اسی جگہ جہاں رسالت مآب

تشریف فرما تھے بیٹھے ہیں اور ایک طبق خرموں کا سامنے رکھا ہوا ہے
سلام کر کے جب میں بیٹھا تو امام نے ایک مٹھی خرمے مجھے عنایت کئے
میں نے گنا تو سولہ تھے عرض کی آقا کچھ اور عنایت ہوں۔ فرمایا رسول
خدا نے کب اس سے زیادہ دیئے تھے جو مجھ سے طلب کر رہے ہو۔ میں
حیران رہگیا اور خواب کی تعبیر مل گئی۔ امام ابھی خراسان ہی تھے کہ حاکم
خراسان کے پاس ایک عورت آئی جس نے دعویٰ کیا کہ میں زینب
علویہ اولاد فاطمہ سے ہوں۔ حاکم نے امام علی رضا سے ذکر کیا آپ نے
فرمایا کہ میں واقف نہیں وہ کذاب ہے۔ زینب نے یہ سنکر حاکم سے
کہا کہ اگر علی رضا میرے نسب سے منکر ہیں تو میں بھی ثابت کرونگی کہ
وہ اولاد علی اور فاطمہ سے نہیں ہیں امام کو اطلاع ہوئی فرمایا حاکم خراسان
سے کہو میں خود آرہا ہوں حاکم خراسان نے میدان میں ایک برکۃ السباع
(خانہ وحوش) بنوا رکھا تھا جس میں خون خوار درندے شیر چیتے
وغیرہ جمع تھے۔ جس مجرم کو سزائے قتل دینی ہوتی اس برکہ میں ڈلوا
دیتا امام دربار میں پہونچے زینب سے سوال کیا کہ تو اولاد علی وفاطمہ ہونے
کی دعویدار ہے کہا بیشک۔ آپ نے فرمایا کہ اولاد علی اور فاطمہ کا گوشت
خداوند عالم نے درندوں پر حرام قرار دیا ہے۔ اگر تو صادق ہے تو اس برکہ
میں داخل ہوجا۔ اس عورت نے کہا آپ بھی تو اولاد علی وفاطمہ ہونے

کے دعویدار ہیں پہلے آپ داخل ہوکر ثبوت دیجیے۔ امام برکہ کی
طرف بڑھے لوگ چلائے کہ خدارا حضرت ایسا ارادہ نہ فرمائیں آپ
نے سب کو اطمینان دلایا ۔ برکتہ السباع کا دروازہ کھولا شیروں نے
امام کو آتے دیکھا امام کے قدموں پر سر رکھ دیا آپ ہر ایک کے سر گردن
پشت پر محبت سے ہاتھ پھیرتے تھے درباری حیران تھے امام باہر تشریف
لائے دروازہ بند کیا اور زینب کذاب سے کہا اب تو داخل ہو وہ
عورت بہت پریشان اور شرمندہ ہوئی مگر حاکم خراسان نے حکم دیا
کہ اس کو برکتہ السباع میں ڈالدیا جائے ۔ زینب کو ڈالا گیا اور شیروں
کا لقمہ بن گئی اس روز سے وہ زینب کذابہ کے نام سے مشہور ہوئی)
ماموں رشید کے دربار میں ماموں کی خواہش سے مختلف مذاہب کے
جید علماء سے مناظرے اور مباحثے ہوتے رہتے تھے امام اس میں شریک
کئے جاتے تھے امام کی کامیابی اور علمی مقام کو دیکھکر ماموں بڑا متاثر
ہوا اور ایک روز امام کو بلوا کر عرض کیا کہ یابن رسول اللہ میں نے یہ
طے کیا ہے کہ خلافت میرا حق نہیں بلکہ اس کے حقدار حقیقت آپ ہیں
لہٰذا میں تخت وتاج سے دست بردار ہوتا ہوں ۔ اور خلافت آپ کے
سپرد کرتا ہوں قبول فرمائے امام نے انکار فرمایا۔ اُدھر سے اصرار بڑھا
آپ نے فرمایا میں تیرا مقصد سمجھتا ہوں تو چاہتا ہے کہ مجھے سلطنت دنیا

دیگر عوام پر یہ ثابت کر دے کہ ان کا زہد و تقویٰ اور دینداری صرف حصول دنیا کے لیے تھی۔ یاد رکھ میں خدا کی عطا کردہ جس سلطنت کا مالک ہوں وہ تیری سلطنت سے کہیں زیادہ عظیم ہے اور پھر یہ بتلا کہ جو خلافت تو مجھے دے رہا ہے اگر یہ تجھے خدا نے عطا کی ہے تو تو بے اجازت خدا دوسرے کو کب دے سکتا ہے اور اگر یہ خلافت تیری نہیں ہے تو تجھے کیا حق ہے کہ دوسرے کو دیدے۔ مامون لاجواب ہوا۔ اور کہا اچھا اگر خلافت اور حکومت اس وقت منظور نہیں تو ولیعہدی ضرور قبول کرنی ہوگی امام نے مجبور ہو کر فرمایا اس شرط پر کہ امور سلطنت میں کوئی دخل نہ دونگا۔ اور اس لیے قبول کر رہا ہوں کہ مجھے تجھ سے پہلے موت آئے گی۔ مامون نے علماء، فضلاء اور اراکین سلطنت کو جمع کیا اور امام کی ولیعہدی کا اعلان ہوا جشن تاجپوشی کا سامان ہوا۔ ہر ملازم کو ایک سال کی تنخواہ پیشگی دی گئی علماء ادباء۔ شعراء پر انعام و اکرام کی بارشیں ہوئیں فوجی لباس جو سیاہ ہوتا تھا حکم ہوا کہ آج سے سبز پہنا جائے۔ اطراف ممالک میں ولیعہدی کے اخبار پہونچے امام کے نام کا سکہ چلا (شعراء نے قصیدے پڑھے) اس زمانہ کا مشہور و معروف شاعر ابو نواس بھی موجود تھا۔ ابو نواس سے اک شخص نے یہ بڑھکے کہا۔ کہ فن شعر میں رکھتا ہے تو تو طبع رسا

یہ بات کیا ہے بتا کس لئے نہیں لکھتا ؎ ثنائے آل نبی مدحت امام رضا
کہا یہ اس لئے کہ سچ کہتے ہو مگر بخدا ؎ ابو نواس کجا مدحت امام کجا
ہو جبرئیل امین جس کے باپ کا خادم ؎ ابو نواس کرے کیا مجال اس کی ثنا

جشن ولیعہدی کے بعد پہلی عید آئی۔ مامون نے امام سے درخواست کی کہ نماز عید اس مرتبہ آپ پڑھائیں گے۔ امام نے فرمایا یہ ارادہ پایۂ تکمیل تک نہ پہونچیگا۔ جو نماز پڑھاتا ہے وہی پڑھائے مامون کا اصرار رہا۔ امام کیوں انکار فرماتے مگر اس شرط پر اقرار ہوا کہ نماز طریقۂ رسول پر ادا ہوگی مامون نے کہا جسطرح آپ چاہیں۔ ہر خاص و عام خدم و حشم کو حکم ہوا کہ کل نماز میں ہر شخص شریک ہو جب صبح ہوئی امام نے غسل فرمایا۔ سفید لباس زیب تن کیا خوشبو سے سنت رسول ادا ہوئی سفید عمامہ سر پر رکھا جس کا ایک سرا پشت پر اور دوسرا سینہ اقدس پر تھا۔ عصائے موسوی ہاتھ میں لیا۔ پابرہنہ خدم و حشم کو ساتھ لئے فریضہ خداوندی کی ادائگی کو روانہ ہوئے ہر قدم پر آسمان کی طرف نظر کرتے اور عظمت کبریائی کے اعتراف میں صدائے تکبیر بلند فرماتے مجمع بھی متابعت میں نعرۂ تکبیر لگاتا آسمان و زمین سے کوہ و دشت سے عرش و فرش سے نعرۂ تکبیر کی آوازیں آتیں اور فضا میں ٹکراتیں۔ عالم کا عجب عالم محویت تھا۔ شان امامت

دیکھکر دنیا مبہوت تھی خاک پائے امام اٹھا اٹھاکر لوگ آنکھوں سے لگا رہے تھے۔ سرزمین مرو پر معلوم ہوتا تھا کہ آج خود رسول خدا تشریف لے آئے فصل ابن سہل وزیر نے مامون کو خبر پہونچائی کہ امام رضا اگر اسی شان سے عیدگاہ تک پہونچ گئے تو ہمارا زندہ رہنا دشوار ہوگا۔ مامون بہت ڈرا اور فوراً قاصد بھیجا کہ فرزند رسول میں نے آپکو بہت زحمت دی اس ہجوم میں اس مسافت کا پیدل طے کرنا دشوار ہے تکلیف نہ کیجیے واپس آجایئے۔ امام نے پہلے ہی فرما دیا تھا چنانچہ مرکب طلب کیا اور واپس آگئے اس واقعہ سے اعیان مملکت اور خود مامون خائف ہو ہی چکے تھے کہ ایک واقعہ اور پیش آیا ولیعہدی کے بعد شہر مرو میں قحط کے آثار نمودار ہوئے پیاسی زمین ایک ایک قطرۂ آب کو ترس رہی تھی مامون نے امام سے درخواست کی کہ بارش کے واسطے دعا فرمائیں آپ نے دوسرے روز صحرا کا رخ کیا اور نماز استقاء ادا کی ہاتھوں کا درگاہ ایزدی میں اٹھنا تھا کہ سیاہ بادل اٹھے اور دریا بہا دیئے۔ لوگ ڈرے کہ طوفان آگیا۔ امام سے پھر درخواست کی شہر تباہ ہوجائیگا امام نے پھر دست دعا بلند فرمائے بارش بند ہوگئی۔ مخالفین میں ہفتوں سرگوشیاں رہیں ایک روز سب ملکر مامون کے پاس پہونچے اور کہا کہ خدا نے جو عزت و شرف سلطنت و حکومت

آپ کو دی ہے کفرانِ نعمت خداوندی نہ کیجئے اور سلطنت کو بنی عباس سے نکال کر خاندان علی میں نہ پہونچائیے۔ پہلے تو علی ابن موسیٰ کو ولیعہدی دی اور اب اسقدر معزز بنایا کہ لوگ اس بارش کے اتفاقیہ ہونے سے ان کو اپنا پیشوا اور امام سمجھنے لگے۔ حمید ابن مہران نے کہا اگر خلیفہ مجھے اجازت دے تو میں علی رضا سے مباحثہ کر کے مخلوق پر ثابت کردوں گا کہ وہ (معاذ اللہ) جاہل ہیں۔

مامون نے کہا۔ اگر ایسا ہے تو خوب ہے۔ چنانچہ مقررہ دن مامون نے امام کو بلوا بھیجا۔ کہ ایک عجیب مجلس ہے چاہتا ہوں کہ آپ بھی اسمیں شریک ہوں امام دربار میں پہونچے مامون نے کھڑے ہوکر استقبال کیا اور اپنے قریب جگہ دی۔ حمید اپنی جگہ سے اٹھا۔ اور امام کے قریب آکر کہنے لگا کہ لوگوں کو آپ کے متعلق بڑے غلط خیال پیدا ہوگئے ہیں بارش کے ہونے کو آپ کی دعا کا اثر سمجھ رہے ہیں۔ حالانکہ یہ بارش خدا کی بھیجی ہوئی تھی۔ آپ نے فرمایا بیشک خدا ہی کی بھیجی ہوئی تھی اور میں بھی خدا ہی کا بھیجا ہوا ہوں۔ حمید برافروختہ ہوا اور ہنگامہ برپا کردیا اور کہنے لگا کہ اگر خدا نے تمہیں یہ قدرت دی ہے تو جسطرح حضرت ابراہیم نے مردہ پرندوں کو زندگی بخشی تھی آپ بھی اس قالین کی شیر کی تصویروں کو زندہ کر کے دکھلائیے تاکہ

سب پر کذب وصدق واضح ہوجائے امام نے برافروختہ ہوکر تحکمانہ آواز سے شیروں کی تصویروں سے خطاب کیا (دونکما ناجر فافترسا) اے شیرو اٹھو اور اس کو نگل جاؤ۔ خدا کے حکم سے دونوں شیر کی تصویریں اصلی شیر بنکر اٹھیں اور حمید فاسق کو چیر پھاڑ کر کھا گئیں۔ لوگوں نے خوف سے آنکھیں بند کرلیں۔ شیروں نے کہا امام کا حکم ہو تو اس شخص کو بھی نگل جائیں۔ امام نے فرمایا نہیں ابھی اس سے کام لینا ہے۔ شیر پھر قالین کا شیر بن گئے۔ مگر ماموں یہ دیکھکر اور سنکر بے ہوش ہوگیا جب ہوش میں آیا تو امام سے کہنے لگا خدا کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں حمید کے شر سے محفوظ رکھا۔ ے

ان کو دشوار ہے کیا بدلیں جو تقدیروں کو
زندہ کردیتے ہیں جو شیر کی تصویروں کو

# مصائب

ماموں نے پوچھا فرزند رسول آپ نے شیروں سے میری بابت یہ کیا کہا کہ اس سے ابھی کام لینا ہے آپ نے فرمایا ماموں مجھے ابھی تیرے ہاتھ سے زہر کھانا ہے۔ ماموں رویا اور کہا فرزند رسول یہ کیا خیال ہے کیا ایسا ہو بھی سکتا ہے کہ میں آپ کو زہر دوں۔ آپ نے فرمایا دشمنان خدا سب

کچھ کر سکتے ہیں۔ طمع حکومت ہیں ہیں تو پھر بھی عزیز بھائی کو بھی قتل کیا جاسکتا ہے۔ شیروں کے واقعہ سے مامون کے دل پر کچھ ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ اس نے فیصلہ کر لیا ان کے ہوتے میری حکومت کا قیام محال ہے ایک روز امام کو بلایا جب تشریف لائے دور تک استقبال کو گیا سر اور پیشانی کا بوسہ لیا خادموں کی طرح پیچھے پیچھے چل کر تخت پر بیٹھایا اور کہا فرزند رسول انگور حاضر ہیں کھائیے۔ اور ایک خوشۂ انگور اٹھا کر دیا کہ دیکھئے کتنے عمدہ انگور ہیں آپ نے فرمایا بہشت ہیں اس سے کہیں بہتر انگور ہیں۔ امام نے انکار فرمایا ادھر سے اصرار ہوا۔ کہنے لگا آپ مجھ سے کیوں اس قدر بدگمان ہیں امام نے تین انگور کھائے اور کھڑے ہو گئے مامون نے کہا کہاں چلے فرمایا جہاں تو بھیجنا چاہتا ہے۔ ۱۱ر صفر کو امام نے سفر آخرت فرمایا۔ ابوصلت جو امام کے مخصوص خادم تھے کہتے ہیں کہ امام مامون کے پاس سے اٹھکر داخل خانہ ہوئے اور فرش پر لیٹ گئے مجھ سے فرمایا دروازہ بند کر دو۔ کوئی اسوقت تک نہ آئے جب تک میرا فرزند محمد تمہارا امام نہ آجائے کچھ منٹ بعد میں نے دیکھا کہ ایک جوان خوش رو جسکا نو دس سال کا سن ہے گھر میں داخل ہوا میں نے سلام کیا اور کہا دروازہ بند تھا آپ کسطرح آگئے فرمایا جو مدینہ سے یہاں لایا وہ گھر میں نہیں لا سکتا۔ میں سمجھ گیا کہ یہی میرے امام ہیں۔

بیٹا امام کی خدمت میں گیا اور سینہ پر ہاتھ رکھکر آداب بجا لایا۔ امام
نے دیکھا گریبان چاک ہے رخسار آنسوؤں سے تر ہیں دونو ہاتھ بڑھائے
پیشانی کا بوسہ لیا اور سینہ سے لگا لیا۔ تا دیر سینہ سے لگائے رہے اور کچھ
کہتے رہے۔ غریب امام پر عالم غربت میں سوائے بیٹے کے اور کوئی رونے
والا بھی نہ تھا۔ مدینہ والوں کو کیا خبر کہ امام کو زہر دیکر ہم سے ہمیشہ کو جُدا
کر دیا گیا۔ ابوصلت کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ بیٹے نے ایک چیخ ماری
اور ہائے میرے بابا کہکر سینہ سے جُدا ہوئے۔ مجھے فرمایا غسل کو پانی لاؤ
میں نے کہا یا سیدی یہاں پانی نہیں۔ فرمایا باہر دیکھو۔ میں نے باہر
دیکھا پانی موجود تھا۔ غسل ہوا پھر فرمایا حنوط اور کفن لاؤ۔ میں نے پھر
غور کیا فرمایا باہر دیکھو حنوط اور کفن رکھا ہوا اٹھا لایا اور کفن دیا گیا۔ فرمایا
تابوت بھی لاؤ۔ میں نے عرض کیا تابوت کے لئے نجار کے پاس جاؤں
فرمایا نہیں باہر دیکھو۔ دیکھا تابوت رکھا ہے۔ بیٹے نے باپ کو تابوت
میں رکھا۔ نماز پڑھی۔ اور دونوں ہاتھوں سے تابوت کو بلند کیا۔ تابوت
غائب تھا۔ میں حیران ہوا۔ آقا مامون آتا ہوگا ہے وہ مجھ سے پوچھے گا
تو میں کیا کہونگا فرمایا پریشان نہ ہو امام رسول کی زیارت کو گئے ہیں آتے
ہیں کہ تابوت نظر آیا بیٹے نے تابوت سے نکال کر امام کو فرش پر لٹا یا اب
نہ تابوت تھا نہ کفن۔ میں نے چاہا کہ بیٹے کو باپ کا پرسا دوں بیٹا

باپ کے قدموں کی طرف جھکا اور غائب ہوگیا۔ بین رو رہا تھا کہ افسوس
غریب امام پر کوئی رونے والا بھی نہیں ہاں جب امام رضا مدینہ
سے روانہ ہوئے تھے۔ اور اس یقین ہے کہ اب مدینہ واپس آنا نہ
ہوگا تو پہلے قبر رسول پر پہونچے اور قبر رسول سے لپٹ کر زار و قطار
روئے۔ اپنی مظلومی اور مجبوری کا ذکر کیا ہوگا۔ اُمّت کی بدسلوکیوں
کا بیان کیا ہوگا۔ قبر سے جدائی کے غم میں روتے ہوئے رخصت ہوئے
کچھ دور گئے تھے کہ پھر پلٹ کر آئے زار و قطار روئے۔ گھر پر رخصت
آخری کو پہونچے تو اہل و عیال کو طلب فرمایا سب سے گلے مل مل کر
روئے اور فرمایا میرے قریب آجاؤ میرا ماتم کرو اور سب میرے ساتھ
خوب مل کر روؤ تاکہ میں تمہارا گریہ و بکا اور حسرت بھری آوازیں
سن لوں۔ اہل و عیال کے فلک شگاف نعرہ فضا میں گونجے اور
امام اپنے گھر سے اسطرح نکلے جیسے بھرے گھر سے جنازہ نکلتا ہے۔

اِلَا لعنۃَ اللّٰہ علٰی قومِ الظّالمین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

# امام محمد تقی علیہ السلام

# فضائل

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی
سید المرسلین وآلہ الطیبین الطاہرین امابعد فقد
قال اللہ تبارک وتعالیٰ فی قرآن المجید وفرقان الحمید

پ۱۷ ایت۵

وَجَعَلْنَاهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِمْ
فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَإِقَامَ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءَ الزَّكَاةِ وَكَانُوا
لَنَا عَابِدُونَ ۵ ہم نے انکو امام بنایا جو ہمارے حکم سے ہدایت
کرتے اور ہم نے ان پر فعل خیرات اقامہ صلوٰۃ اور ایتاء زکوٰۃ کی
وحی کی اور وہ ہمارے ہی لئے عبادت کرتے ہیں۔ آیت میں خداوند
عالم ائمہ کا تذکرہ فرما رہا ہے۔ کون ائمہ جنکو تم نے نہیں ہم نے

بنایا ہے۔ کون ائمہ جو تمہارے حکم سے نہیں ہمارے حکم سے ہدایت کرتے ہیں اور خیرات زکوٰۃ اور نماز کی طرف ہم نے وحی کی (یہ وہ وحی ہے جو مادر موسیٰ اور شہد کی مکھی کی طرف بھی ہو سکتی ہے) کون ائمہ جنکی گردنیں غیر خدا کی طرف کبھی جھوکی ہی نہیں وہ ہماری ہی عبادت کرتے ہیں۔ اب ایک لفظ رکھیا ائمہ کا جو امام کی جمع ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ امام کسے کہتے ہیں۔ امام کے لغوی معنی پیشوا سردار۔ رہبر۔ رہنما۔ آگے آگے چلنے والے کے ہیں امام امامِ مسجد کو بھی کہتے ہیں۔ امام جماعت بھی امام ہے اور مذہب اربعہ میں فقہہ کے چار اماموں کو بھی امام کہتے ہیں۔ مگر مذہب حقہ اثنا عشری میں خلیل خدا کے سلسلہ امامت کو امام کہتے ہیں۔ امام وہ جو منصوص من اللہ ھوامام وہ ہے جس کو رسول بلند کرکے بتلائے ھذا علی مولائی خدا کا بنایا ہوا امام امام ہوتا ہے۔ اور اپنا بنایا ہوا اپنا غلام ہوتا ہے۔ وہ وہ حاکم نہیں محکوم ہوتا ہے وہ غنی نہیں ہمارے ووٹوں کا محتاج ہوتا ہے۔ جمہور کا بنایا ہوا امام امامت پر کیوں فخر کرتا ہے اور کس پر فخر کرتا ہے کیا اس جمہور پر جس کے صدقہ اور طفیل میں وہ امام بنا ہے۔ اپنا بنایا ہوا اگرچہ ہمہ صفت موصوف ہو پھر بھی ہمارے بنائے ہوئے اور خدا کے بنائے ہوئے میں زمین و آسمان کا فرق رہے گا یہ زمین پر بنا ہے وہ آسمان سے بنکر آیا ہے

ملا دو جسے چاہو یوں آسمان سے ؛ مگر لاؤ گے لفظِ مولا کہاں سے

امامت ہمارے اصول دین میں ہے اور نبوت کے پہلو بہ پہلو
صرف نام کا فرق ہے کام کا فرق نہیں جو نبوّت کی ذمّہ داریاں ہیں
وہی امامت کی دونوں منجانب خدا ہیں۔ اگر سلسلہ نبوّت سرکار
ختمی مرتبت پر ختم نہ ہوتا تو امام ہی نبی ہوتا جن لوگوں نے امامت
کو اپنے اصول دین میں نہیں رکھا اور امامت کو غیر اصولی سمجھا اس
کی وجہ صرف یہ تھی کہ امامت ایسی جگہ رکھ چکے تھے جہاں عصمت
موجود نہ تھی۔ اگر اصول میں شامل کر لیتے تو نبوّت کی طرح اسکی
عصمت کا ماننا ضروری ہوجاتا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ امامت یا
خلافت جو دونوں ہم معنی ہیں آیا یہ امّت کے واسطے ضروری ہے یا
غیر ضروری اس کے لئے ہمیں نبوّت کی طرف رجوع کرنا پڑے گا۔
آیا نبی نے اس کو ضروری سمجھا اور اپنے بعد کسی کو امام یا خلیفہ بنایا
یا غیر ضروری سمجھکر دنیا سے چلے گئے۔ دو ہی صورتیں ہوسکتی ہیں یا ضروری
سمجھا یا ضروری نہ سمجھا۔ اگر ضروری سمجھا تھا۔ اور کسی کو بنا گئے تھے۔
تو آپ کو کیا حق رہا کہ اس کے واسطے لوگوں کو جمع کرکے ان کی رائے
لیں اور اگر غیر ضروری سمجھا تھا تو نبی نے جس کو غیر ضروری سمجھا آپ نے
اس کو اسقدر ضروری کیوں سمجھا کہ دین و دنیا کے بادشاہ کی تجہیز و تکفین
کو چھوڑ کر خلافت کی تدوین میں مصروف ہوگئے معلوم ہوا کہ آپ

کی نظر میں بھی یہ انتہائی ضروری کام تھا۔ حتیٰ کہ تجہیز و تکفین نبی سے بھی ضروری۔ مگر واہ رے رسول دنیا کی نظر تو اس کی اہمیت پر پہونچی مگر نبوت کی منظر زندگی بھر اس کی اہمیت پر نہ گئی۔ اور رسول ہی نہیں خدا نے بھی اس اہم تکمیل کے بغیر ہی اکملتُ لکم دینکم۔ کہدیا اُمّت نے خدا اور اُس کے رسول پر بڑا احسان کیا۔ وہ کوتاہی۔ (معاذ اللہ) جو ہو گئی تھی اُمّت نے اسکا ازالہ کرکے کار خدائی اور کارِ رسالت انجام دیدیا۔ معلوم ہوا کہ دین کا یہ عظیم ترین فریضہ تھا جسطرح پیغام رسانی کے لئے کسی پیغمبر کا خدا کی طرف سے آنا واجب ہے۔ اسی طرح اُس پیغام کی یاد دہانی کے لئے بعد پیغمبر کسی امام کا بھی اس کی طرف سے آنا واجب ہے تاکہ کلام قدرت میں پیغام رسالت میں بعد میں کوئی تبدل و تغیر۔ کمی بیشی۔ اختلاف و نزاع نہ پیدا ہوا۔ اور عصمت کی شرط اس لئے لگا دی کہ وہ محافظ پیغام اپنی ذاتی اغراض نفسانی سے متاثر ہوکر غلط فیصلہ نہ کر دے لہٰذا امامت بھی نبوّت کی طرح منصوص من اللہ اور محفوظ عن الخطا ہونی چاہیئے۔ خاطی انسان سے امکان خطا ہے ۔ اور یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اس نے کہاں اور کس موقع پر خطا کی لہٰذا اسکا ہر فعل اور قول مشکوک ہے لہٰذا عصمت ضروری ہے۔ جائز الخطا پیشواؤں کی اس کمزوری کو چھپانے کے لئے نبوّت اور

امامت میں سے شرط عصمت ہی ختم کردی گئی۔ اور کہدیا گیا کہ وہ بھی ہم جیسے بشر تھے حالانکہ ان کی بشریت میں اور ہماری بشریت میں زمین و آسمان کا فرق ہے وحی کی امتیازی شان کے علاوہ وہ روحانی بلکہ جسمانی اعتبار سے بھی اشرف ترین اور افضل ترین نوع انسانی ہیں۔ جنمیں روح انسانی کے علاوہ روح قدسی بھی موجود ہے جس کے ذریعہ ان کی آنکھیں ملکوت کی سیر کرتی ہیں۔ ان کے کان فرشتوں کی آوازیں سنتے ہیں ان کی زبان خالق کائنات سے باتیں کرتی ہے۔ ان کے ہاتھ سورج کو مغرب سے کھینچ کر لے آتے ہیں اُن کے پیر عرش کے فرش پر چلتے ہوئے نظر آتے ہیں انکا دل و دماغ ہر وقت ذکرالٰہی سے مملو اور خطا و نسیان رجس و عصیان سے محفوظ ہے مگر خاطی انسان اب بھی یہی سمجھ رہا ہے کہ ہم جیسے انسان تھے اچھا اگر روح قدسی نظر نہیں آتی تو ان مادی نگاہوں ہی سے ان معصومین کے جسمانی امتیازات ہی پر نظر ڈال لیجئے ان کے اجسام اور ہمارے اجسام ہی میں بڑا فرق ہے ان کے اجسام پر آگ اثرانداز نہیں ہوتی۔ ان کے اجسام کو زمین کھا نہیں سکتی۔ ان کے لئے طبیعی موت نہیں۔ سردی گرمی ان پر اثر نہیں کرتی۔ مرنے کے بعد بھی ان کے اجسام اُسی طرح رہتے ہیں۔ قبر میں انکے اجسام متغیر نہیں ہوتے ان کا جسد بوسیدہ نہیں ہوتا۔ انکا سایہ

نہیں ہوتا۔ یہ جب پیدا ہوتے ہیں تو مختون پیدا ہوتے ہیں۔ حتیٰ کہ
ان کا پسینہ بھی خوشبو دار ہوتا ہے۔ یہ جس طرح سامنے سے دیکھتے ہیں
پس سر بھی اسی طرح دیکھتے ہیں۔ مکروہ امراض میں مبتلا نہیں ہوتے
ضرورتاً اگر چاہیں تو موجود ہو جاتے ہیں گو جسم نظر نہ آئے۔ ان کو درندہ
یا زہریلا جانور آزار نہیں پہونچا سکتا یہ تمام باتیں اسکا کافی ثبوت ہیں
کہ روح تو روح ان کے اجسام بھی ہمارے اجسام سے بالکل مختلف ہیں
اور یہ ہم جیسے بشر نہیں ہیں انکا علم عوام کی طرح اکتسابی نہیں ہوتا۔ امام
وقت ولادت ہی امام پیدا ہوتا ہے آج ایک ایسے امام کا تذکرہ
مقصود ہے۔ جو سات سال کی عمر میں ایک باخبر علم دوست بادشاہ کے
دربار میں نوسو جید علماء کے روبرو بیٹھا ہوا شان امامت دکھا رہا تھا۔

رجب کی ۱۰ ر تاریخ تھی کہ سلسلہ امامت کا درِ شہوار۔ خانوادہ
عصمت کا گوہر آبدار۔ گلزار رضوی کا غنچہ نوبہار۔ حکومت الہیہ کا منصوص
تاجدار۔ صناع لم یزلی کا تابندہ شاہکار۔ پروردگار کا بندہ بندوں کا پروردگار
نبی کا نواں وصی علی کے گھر میں تقی آیا۔ تقویٰ سلام کو آیا۔ عصمت نے کہا۔
امام آیا۔ عبادت مسکرائی۔ ہدایت اترائی۔ ایمان نے روشنی پائی۔
اسلام پر بہار آئی۔ تیسرے علی نے تیسرے محمد کو آغوش میں لیا۔
امام نے دہان امام میں زبان کو دیا اور پہلے دن امامت کا سب

درس ختم کرا دیا۔ ائمہ اثنا عشر کی عصمت کی منحرف دنیا آئے اور چھ سات سال کے بچہ کے علم لدنی سے سبق لے امام محمدؐ تقی ابھی چھ سات سال کے ہیں عرب و عجم کے بادشاہ مامون کی سواری گذرتی ہے کمسن امام بچوں میں شاہ راہ پر کھڑا ہے اس واقعہ کو معتبر مختلف العقائد مورخین نے مستند کتابوں میں تحریر کیا ہے۔ میں نظم میں اس واقعہ کو پیش کر رہا ہوں۔

بڑا فرق ہے دین و دنیا میں حضرت — امامت کہاں اور کہاں بادشاہت
الو الامر چاہو جسے تم بنا لو — بنا وٹ کے پہلو لونے ایمان بچالو
سجالو مگر رنگ و بو وہ کہاں ہے — جو قدرت کے پہلو لونے خوشبو عیاں ہے
سنو طفل عصمت کا قصہ سنائیں — یہ فرق امامت و شاہی دکھائیں
سنا ہوگا تم نے تھا مامون خلیفہ — بڑی شان و شوکت بڑا با سلیقہ
مچی دھوم تھی اک زمانہ میں اس کی — نہ لیکتا تھا کوئی مظلوم سسکی
وہ اک دن بصد شان و با فوج و فرا — بڑی تمکنت سے سواری میں گذرا
جمع راہ میں تھے کچھ اطفال آگے — سواری کو آتے جو دیکھا تو بھاگے
مگر ایک بچہ نہ کھٹکا نہ جھجکا — ثبات قدم اک قیامت تھا اسکا
تھا حیران مامون کہا نام کیا ہے، — نہ ڈرنے کا سوچا بھی انجام کیا ہے
کہا آپ نے نام میرا تقی ہے۔ — رسول خدا جد ہیں دادا علی ہے
بڑی راہ تھی کیا ہوا گر کھڑے ہیں — خدا کے سوا ہم کسی سے ڈرے ہیں

کہا گر یہ دعویٰ تمہارا بجا ہے ذرا میری مٹھی میں بتلاؤ کیا ہے

جبین امامت پہ کچھ بل سا آیا، باعجاز فی الفور اس کو بتایا

شہنشاہِ دنیا کے شہباز اُڑ کر، کبھی لایا کرتے ہیں مچھلی پکڑ کر

وہ ماہی کو مٹھی میں اپنی چھپا کر غرورِ حکومت میں حق کو بھلا کر

لیا کرتے ہیں امتحانِ امامت نہیں جانتے ہیں وہ شانِ امامت

وہ دیکھیں ہمیں انکی آنکھیں کہاں ہیں چھپے میری مٹھی میں کون دمکاں ہیں

بتا دوں کہے تو میں ترا ٹھکانہ تجھے کل یہاں سے کہاں کو ہے جانا

ہماری ہے عالم پہ فرمانروائی امامت کی ٹھوکریں ہے بادشاہی

اولوالامر وہ ہے اگر امر کر دے پلٹ کر ابھی تخت شاہی کو رکھدے

جبینِ حکومت پہ آیا پسینہ ندامت میں ڈوبا تھا شاہی سفینہ

کبھی عفو جرأت کبھی عذر خواہی قدم میں امامت کے تھا تاج شاہی

یہ قصہ ہی دیتا ہے اختر گواہی امامت کہاں اور کہاں بادشاہی

مامون امام محمد تقی علیہ السلام کا یہ اعجاز دیکھکر حیران رہگیا۔ عظمت امام دل میں گھر کرتی چلی گئی۔ عقیدت اور ارادت کے دریا میں طوفان آیا۔ اور یہ طے کرلیا کہ مجھے اپنی لڑکی کا عقد فرزند امام رضا سے ضرور کر دینا چاہیئے۔ خاندان عباسیہ کے امراء اور ارکین سلطنت کو جمع کیا اور کہا میں نے یہ طے کیا ہے کہ ام الفضل کا عقد فرزند علی رضا سے کردوں کیا رائے ہے۔

یہ سنکر لوگ حیران رہگئے سرگوشیاں ہوئیں۔ماموں سے متفقہ سب نے
کہا سرکار کو اختیار ہے۔مگر ان کے باپ کو داماد اور ولیعہد بنا کر سلطنت
کو کیا فائدہ پہونچا جو اس کمسن بچہ سے جو تعلیم یافتہ بھی نہیں شاہزادی
کا عقد کیا جارہا ہے ایسا ہی ہے تو اس بچہ کو ابھی محل میں رکھا جائے۔
تعلیم و تربیت دی جائے اگر کسی قابل ہو جائے تو عقد ہو جائے ماموں
نے سب کی باتیں سنیں اور کہا دیکھو تم سب اس فرزند کی نسبی عظمت
سے واقف ہو یہ فرزند اس خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔جن کو خدا
نے علم و حکمت سے آراستہ کیا ہے یہ اور بچوں کی طرح نہیں جس کو
ناقص سے کامل بنایا جائے بچہ موجود ہے تم اپنے جید علماء اور فضلا کو
لے آؤ اور مقابلہ کر لو۔اگر یہ بچہ جواب سے عاجز رہے تو اپنی رائے بدل
دونگا۔فیصلہ ہوا کہ تاریخ مقرر کی جائے مباحثہ کی تاریخ کا تعین ہوا۔
علم دوست بادشاہ کی مملکت میں علماء اور فضلاء کی کمی نہ تھی۔ہر ہفتہ
مجلس مباحثہ ہوتی تھی۔معینہ تاریخ پر دربار میں علماء کی آمد شروع
ہوئی سیکڑوں و ستار بند گلے سے رومال لپیٹے آبیٹھے۔درباری مشہور
و معروف عالم یحییٰ ابن اکثم سلطان العلما تجدید وضو کر کے اگلی کرسی
پر آبیٹھے امام محمد تقی جن کی عمر اسوقت ۹ سال بتلائی گئی ہے جب
تشریف لائے ماموں خود تعظیم کو اٹھا اور اپنے برابر تخت پر جگہ

دی مباحثہ کا آغاز ہوا۔ قاضی القضات یحیٰی ابن اکثم نے دست بستہ بادشاہ سے اجازت چاہی کیا میں اس بچہ سے کچھ پوچھ سکتا ہوں مامون نے کہا۔ ہاں۔ قاضی صاحب نے امام سے سوال کیا کہ اگر کوئی شخص حالت احرام میں کسی جانور کا شکار کرے تو حضور کا حکم کیا ہے۔ علم لدنی کے حامل امام نے فرمایا۔ کتنا نامکمل سوال کرتے ہو۔ یہ بتلاؤ۔ کہ وہ شکاری حل میں تھا یا حرم میں۔ حرم میں تھا تو کیا واقف حکم شرع تھا یا ناواقف حکم شرع۔ جان کر مارا تھا یا بھولے سے۔ وہ آزاد تھا یا غلام تھا۔ بالغ تھا یا نابالغ۔ پہلی غلطی تھی یا دو بار غلطی ہوئی۔ شکار پرند تھا یا پرندہ نہ تھا۔ چھوٹا تھا یا بڑا۔ اپنی غلطی پر اصرار ہے یا کئے پر شرمسار۔ رات کو شکار کیا یا دن میں۔ احرام عمرہ کا تھا یا احرام حج۔ قاضی القضات کو یہ جواب سنکر پسینہ آگیا۔ چہرہ پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔ اہل محفل حیران رہگئے۔ قاضی صاحب کی خاموشی اور خمیدہ گردن نے مباحثہ کے نتیجہ کا اعلان کر دیا ایک مسئلہ اور اسکی بائیس صورتیں اس تشریح کے ساتھ بیان کر دینا کوئی معمولی بات نہ تھی۔ پھر ہر ایک کا جواب دینا جس کو طوالت کی وجہ سے چھوڑا جا رہا ہے اعجاز امامت نہ تھا تو اور کیا تھا۔ مامون رشید خوشی سے پھولا نہ سمایا جوش مسرت میں یہ کلمہ زبان پر لایا الحمد للہ علی احسانہ۔ پھر علماء اور عباسیوں کی طرف دیکھکر کہا کہو اب تو سمجھ

گئے یہ بچے نہیں ان سن رسیدہ سفید ریش علماء سے افضل اور بزرگتر ہے۔ سب نے مامون کی تائید کی اُسی محفل مباحثہ میں رسم عقد امام ادا کی گئی۔ مامون نے امام محمد تقی سے درخواست کی فرزند رسول خطبہ اور صیغہ نکاح پڑھئے۔ امام نے لحن داؤدی میں امامت کی شان سے خطبہ پڑھا۔ حفاظ اور قاری سنکر جھومے الفاظ قرآنی نے امام کے لبہائے مبارک چومے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۞ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اِقْرَارًا بِنِعْمَتِهٖ وَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اِخْلَاصًا لِوَحْدَانِيَّتِهٖ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى مُحَمَّدٍ سَيِّدِ الْبَرِيَّةِ وَالْاَصْفِيَاءِ مِنْ عِتْرَتِهٖ اَمَّا بَعْدُ فَقَدْ كَانَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَى الْاَنَامِ اَنْ اَغْنَاهُمْ بِالْحَلَالِ عَنِ الْحَرَامِ فَقَالَ سُبْحَانَهٗ وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَائِكُمْ اِنْ تَكُوْنُوْا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝ ترجمہ۔ (سورۂ نور)

اللہ کی حمد و ثنا اس کی نعمتوں کا اقرار کرتے ہوئے اور اس کی وحدانیت کی پرخلوص گواہی کہ اُس ایک معبود کے سوا کوئی دوسرا معبود نہیں اور محمد مصطفےٰ پر اللہ کی رحمت جو سردار مخلوقات ہیں اور ان کی اولاد معصومین پر درود سلام اللہ کا یہ انعام ہے کہ اس نے حلال کے ذریعہ حرام سے بے نیاز کر دیا اور قرآن میں حکم دیا۔ اپنی

قوم کی بے شوہر عورتوں نیک غلاموں اور کنیزوں کا بھی نکاح کر دیا کرو اگر یہ محتاج ہوں گے تو خدا اپنے فضل سے مالدار بنا دیگا۔ اور اللہ بہت بڑا علیم ہے۔ پھر فرمایا۔ میں نے اپنی دادی فاطمہ زہرا بنت محمد مصطفٰے کے مہر کے مطابق پانچ سو درہم پر ام الفضل بنت مامون رشید سے عقد کیا۔ مامون نے کہا میں نے مذکورہ مہر پر اپنی لڑکی کا نکاح وکالتاً منظور کیا کیا آپ قبول کرتے ہیں۔ امام نے فرمایا قَبِلْتُ۔ میں نے قبول کیا۔ مبارک سلامت کی صدائیں آسمان سے باتیں کر رہی تھی مامون کی مسرت کی کوئی انتہا نہ تھی۔ دربار دلہن بنا ہوا تھا جشن عروسی عید کا منظر پیش کر رہا تھا۔ اراکین و اعیان سلطنت حسب مراتب اپنی اپنی جگہ پر بیٹھے ہوئے تھے۔ کشتیوں میں غلام عطریات لئے کھڑے تھے عمائدین سلطنت اور علماء کی داڑھیوں میں عطر لگایا جا رہا تھا رنگ برنگ کی غذائیں دسترخوان پر سجی ہوئی تھیں۔ انعام و اکرام کی بارشیں ہو رہی تھیں۔ مجمع جب طعام و انعام سے فارغ ہوا۔ تو مامون نے کلام کیا۔ اگر امام چاہیں تو اسی محفل میں قاضی یحیی ابن اکثم سے بھی فقہی سوال کر سکتے ہیں۔ قاضی صاحب گھبرائے امام نے فرمایا کیا مذائقہ ہے قاضی صاحب کی طرف رخ کیا فرمایا کیا یہ ممکن ہے کہ ایک عورت کسی مرد پر صبح سویرے حرام ہو دن چڑھے حلال ہو جائے۔ زوال

کے وقت پھر حرام ہوجائے ۔عصر کے وقت پھر حلال ہوجائے ۔ غروب کے وقت حرام ہوجائے ۔عشاء کے وقت حلال نصف شب میں پھر حرام ہوجائے اور جب پھر صبح ہو حلال ہوجائے ۔ مسائل اور بھی پوچھے جاسکتے تھے مگر محفل عقد کی مناسبت سے یہ امام ہی کی نظر تھی کہ اس مسئلہ کا انتخاب فرمایا قاضی یحییٰ نے درخواست کی فرزند رسول اس مسئلہ پر بھی آپ ہی روشنی ڈالیں ۔امام نے فرمایا سنو اور یاد رکھو ۔ ایک غیر شخص کی کنیز تھی صبح کو اُسے دیکھنا حرام تھا ۔ دن چڑھے اس کو خرید لیا جائز ہوگئی ۔ظہر کے وقت اُسے آزاد کردیا حرام ہوگئی ۔عصر کے وقت اس سے عقد کرلیا حلال ہوگئی ۔مغرب کے وقت ظہار کیا حرام ہوگئی ۔عشاء کے وقت کفارہ ظہار دیدیا حلال ہوگئی ۔ نصف شب میں طلاق دیدی حرام ہوگئی ۔ صبح کے وقت رجوع کرلی پھر حلال ہوگئی ۔ (صلوٰۃ) امام کا قیام بعد عروسی بغداد ہی میں رہا بہت کوشش ہوئی کہ امام محل سرا میں قیام فرمائیں مگر امام نے پسند نہ فرمایا محل سرا کے قریب ایک معمولی مکان میں قیام پذیر رہے لوگ مسائل فقہیہ کے استفسار کو برابر آتے حتاکہ قاضی یحییٰ بھی اکثر حاضر ہوتے اس زمانہ میں ایک عجیب واقعہ پیش آیا ۔جس کو میں مقدس اردبیلی رحمتہ اللہ علیہ جیسے عالم باعمل کی مقدس کتاب حدیقتہ الشیعہ صفحہ ۶۷۴ سے بیان کررہا ہوں اس واقعہ کا حال بعد

شہادت امام محمد تقی علیہ السّلام معلوم ہوا جناب حکیمہ دختر امام رضا علیہ السلام فرماتی ہیں کہ میں اپنے بھائی امام محمد تقی کی شہادت کے بعد اپنی بھاوج ام الفضل سے ملنے گئی۔ میں نے دیکھا کہ وہ مفارقت امام میں زار و قطار روتی ہے مجھ سے کہنے لگی۔ کہ عمۂ گرامی میں آپ کو ایک واقعہ سناؤں جو ایسا واقعہ کبھی سنا ہی نہ ہو۔ میں نے کہا سناؤ کیا واقعہ ہے۔ کہنے لگی ایک روز میں بیٹھی ہوئی تھی کہ ایک عورت نہایت خوبصورت اور خوش سلیقہ مجھ سے ملنے آئی۔ میں نے کہا آپ کون ہیں۔ کہا میں خاندان عمار یاسر سے ہوں اور امام محمد تقی کی زوجہ ہوں میں اس کے سامنے تو خاموش رہی مگر اس صدمہ اور غصہ کو برداشت نہ کر سکی۔ نصف شب کے قریب میں روتی ہوئی باپ کی خدمت میں پہونچی۔ اور اس سے شکایت کی کہ محمد تقی نے اور شادی کر لی ہے۔ اور جب میں نے کہا تو وہ مجھے اور تجھے بُرا بھلا کہتے ہیں۔ میرا باپ مامون اسوقت شراب کے نشہ میں ایسا مست تھا کہ اسکو سر و پا سے بے خبری تھی۔ غصہ میں فوراً کھڑا ہو گیا۔ تلوار اٹھائی کچھ خدام کو ساتھ لیا اور خانہ محمد تقی میں داخل ہو گیا۔ دیکھا امام سو رہے ہیں تلوار سے پارہ پارہ کر دیا اور چلا گیا۔ میں روئی اور دل میں کہا کہ یہ میں نے اپنے اوپر کیا ظلم کیا میں روتے روتے ایک گوشہ میں سو گئی۔ صبح کو یا سر خادم نے میرے باپ مامون سے کہا کہ رات آپ سے ایک خلاف امید

بات سرزد ہوئی مامون نے پوچھا کیا۔ یاسر نے کہارات آپ کی لڑکی آئی اور اس نے فرزند رسول کی شکایت کی اور آپ نے جاکران کو قتل کر دیا۔ مامون یہ سنکر زار و قطار رویا منہ پر طمانچے مارے اور بے ہوش ہوگیا جب ہوش میں آیا تو یاسر خادم کو خبر کیلئے بھیجا۔ یاسر کہتا ہے جب میں آیا تو میں نے دیکھا کہ امام محمد تقی نہر کے کنارے وضو کر رہے ہیں جب وضو کر چکے تو میں نے چاہا کچھ بات کروں کہ امام نماز میں مصروف ہوگئے میں نے فوراً مامون کو یہ سب واقعہ سنایا مامون شکر خدا بجا لایا اور ہزار دینار یاسر خادم کو دیئے۔ اور بیس ہزار دینار امام کو بھیجے یاسر نے جاکر بتلا دیا کہ میں نے دیکھا کہ امام کے جسم پر زخم کا ایک نشان تک نہ تھا مامون بہت خوش ہوا اور اپنا گھوڑا اور وہ تلوار جو رات کام میں لایا تھا خود لاکر امام کی خدمت میں پیش کی اور مجھ سے کہا کہ اگر تو نے کبھی کوئی شکایت امام محمد تقی کی مجھے کی تو میں تجھے قتل کر دونگا۔ کیا تو یہ چاہتی ہے کہ جو چیز خدا نے ان کے لئے حلال قرار دی ہے میں حرام کر دوں مامون نے امام سے معافی چاہی امام نے نصیحت فرمائی کہ شراب نوشی ترک کر دے۔ اسی روز سے تائب ہوا۔ یہ واقعہ اعجاز ہے اور قدرت کا ایک بڑا راز ہے یہ واقعہ اسوقت کا ہے جبکہ امام علی نقی پیدا نہ ہوئے تھے پھر کس طرح ممکن تھا کہ جانشین امام کے آنے سے قبل

امام کی زندگی ختم ہوجاتی لہٰذا بعد قتل قدرت نے پھر زندہ کردیا۔ امام کا قیام بغداد میں جتنے دنوں بھی رہا رہ رہ کر مدینہ کی یاد ستاتی رہی ۔ روضہ رسول اور جدّہ معظمہ کے روضہ کی تصویریں پیش نظر تھیں آخر مامون کو ہموار کرکے آپ عازم مدینہ ہوئے ۔ ام الفضل بھی ہمراہ تھی امام اعجاز امامت دکھاتے خشک درختوں کو بارآور بناتے مدینہ منوّرہ پہونچے ۔ اب صرف دو ہی مصروفیتیں تھیں تبلیغ دین یا روضہ رسول پر حاضری۔ درس وتدریس کا سلسلہ شروع ہوا سیکڑوں شاگرد عالم جید بنکر نکلے ۔ جنمیں سے ہر ایک نے متعدد کتابیں تفسیر وحدیث وفقہ کی تالیف وتصنیف کیں ۔ امام کی ہر نماز روضہ رسول میں ادا ہوتی لوگ جوق جوق حل مسائل کو آنے ۔ خلیفہ ایک مرتبہ بیمار ہوا اور منت مانی کہ کثیر رقم فقراء میں تقسیم کرے گا ۔ خدا نے صحت عطا کی علماء کو جمع کیا گیا کہ بتلاؤ کثیر رقم سے کیا مراد ہے اور مجھے کتنی رقم خیرات کرنی چاہیے مگر کوئی عالم جواب نہ دے سکا بالآخر امام سے پوچھا گیا آپ نے فرمایا اگر درہم کی منت مانی ہے تو اسّی درہم اور اور اگر دینار کی منت مانی ہے تو اسّی دینار خیرات کردیئے جائیں ۔ اسلئے کہ خداوند عالم قرآن میں فرماتا ہے ۔ لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِي مَوَاطِنَ كَثِيرَةٍ ۔ یعنی ہم نے تمہاری کثیر خطرات میں مدد کی جن موقعوں

پر خدا نے اپنے رسول کی مدد فرمائی اگر سب غزوات اور سرایا کو شمار کیا جائے تو وہ اسّی ہوتے ہیں۔ لہٰذا کثیر سے مطلب اسّی ہے۔ خود بنے تھے وہ انہیں حق نے بنایا ہے امام۔ وہ امامت اور تھی اور یہ امامت اور ہے۔

# مصائب

سنہ ۲۱۸ھ میں مامون رشید کا انتقال ہوا اور تخت حکومت پر معتصم کا قبضہ ہوگیا۔ دشمن اہلبیت کے خاندانی وارث نے قتل امام کی تیاری شروع کی۔ حاکم مدینہ کو حکم پہونچا کہ امام محمدؑ تقی کو مع ام الفضل فوراً بغداد بھیجدو۔ امام کو حاکم مدینہ کا پیغام پہونچا سفر کی تیاریاں ہوئیں آثار عداوت اور علم امامت نے بتلایا کہ یہ آخری سفر ہے سب سے پہلے امام قبر رسول پر اسطرح پہونچے۔ سر برہنہ گریباں چاک چھ برس کا فرزند ساتھ۔ قبر رسول کو دیکھکر روتے ہوئے دوڑ کر لپٹ گئے۔ نانا ظالم مجھ سے مدینہ چھوڑا رہے ہیں آپکا فرزند اس مقدّس روضہ کی برکتوں سے ہمیشہ کو محروم ہو رہا ہے بغداد جس غرض سے بلایا جا رہا ہوں وہ آپ کو بھی خوب معلوم ہے میں راضی برضائے الٰہی ہوں۔ مگر علی نقی کی کمسنی کا خیال ہے اگر یہ

نہ رہا تو سلسلہ امامت نہ رہیگا۔ فرزند کو قبر مطہر سے چمٹا کر فرمایا اس کو آپ کی آغوش حفاظت میں چھوڑ رہا ہوں۔ شاید قبر رسول سے جواب آیا ہو۔ بیٹا غم نہ کھا۔ محمدؐ کے بعد قدرت نے علی کی حفاظت کی تھی اب یہی قدرت محمدؐ کے بعد علی کی حفاظت کریگی جاؤ محمد سدہارو خدا حافظ ۔ امام فرزند کو لئے جدّہ معظّمہ فاطمہ زہرا کی قبر پر حاضر ہوئے۔ دونوں اماموں نے آب اشک سے وضو کیا۔ اور رخسارے قبر اطہر پر رکھکر تا دیر روتے رہے۔ جدۂ محترمہ قبر الوز کی مجاوری سے محروم ہو رہا ہوں ایک چھوٹا مجاور اب خدمات مجاوری انجام دیگا یہ لبعد خدا آپ کے سپرد ہے کیا عجب کہ بنت رسول کی قبر سے آواز آئی ہو۔

اگر سفر میں مزار حسینؑ پر جانا ٭ مرے حسینؑ کو میرا سلام پہونچانا
نقی ہے پاس مرے اسکا ہے خدا حافظ ٭ سدھارو جاؤ شہادت کا مرتبہ پانا

امام واپس گھر تشریف لائے تبرکات امامت چھ سال کے امام کے سپرد کئے۔ تادیر سینہ سے لگائے رہے اسرار امامت کی تعلیم ہوتی رہی گھر والوں نے امام کو رخصت کیا امام نے فرمایا میرا سب کو آخری سلام ہو۔ پھر امام علی نقی کی طرف دیکھا۔ آنکھوں میں آنسو آگئے۔ بیٹے کو اٹھا کر گلے سے لگالیا۔ پیشانی کو تین مرتبہ چوما اور خدا حافظ کہکر روانہ

ہوگئے۔ بغداد میں ابھی کچھ ہی روز قیام کیا تھا۔ کہ معتصم اپنے ارادہ میں کامیاب ہوا۔ ۲۹ر ذیقعد کو زہر سے شہادت واقع ہوئی۔ چھ سات سال ہی کی عمر میں ہمارا دسواں امام یتیم ہوگیا۔ بغداد سے جنازہ چلا کاظمین میں دادا کی آغوش پسند آئی۔ غریب امام پر بغداد میں کوئی رونے والا بھی نہ تھا۔ مدینہ میں عزیزوں کو کیا خبر کہ کیا ہوگیا۔ امام علی نقی باپ کو رو بھی نہ سکے مگر میں عرض کرونگا مولا صبر فرمائیے آپ تو وہاں موجود نہ تھے۔ سکینہ تو موجود ہوتے ہوئے نہ رو سکی۔

اِلَّا لعنۃ اللہ علی قوم الظالمین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# فضائل

## امام علی نقی علیہ السلام

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی
سید المرسلین وآلہ الطاہرین اما بعد فقد قال اللہ تعالیٰ
فی قرآن المجید (پ۲۷)

لقد ارسلنا رسلنا بالبینٰت وانزلنا معھم الکتاب والمیزان -
بیشک ہم نے بھیجا اپنے رسولوں کو دلائل اور برہان واضح کے
ساتھ اور ان کے ساتھ ہی ساتھ کتاب اور میزان اُتاری -

آیت نے واضح طور پر یہ بتلایا کہ رسول وہ ہے جسکو اُس نے
بھیجا ہو لقد ارسلنا رُسُلَنَا بہ تحقیق ہم نے بھیجا اپنے رسولوں کو اب
اگر بندہ کہے کہ میں اسکا رسول ہوں تو غلط بلکہ خدا کہے کہ یہ میرا رسول
ہے قدرت نے صادق اور کاذب کی پہچان بھی بتلا دی بالبینات

کہکر یعنی ہمارا بھیجا ہوا بینات کو ساتھ لائے گا۔ زبان قرآن میں بینہ معجزہ کو کہتے ہیں اب ہر آنے والا جو اس کی طرف سے آئے نبی ہو یا وصی اپنی صداقت کے لئے معجزہ ضرور ساتھ لائے گا از آدم تا خاتم کوئی نبی ایسا نہیں جو کوئی نہ کوئی معجزہ اس زمانے کی ضرورت کے مطابق اپنے ساتھ نہ لایا ہو داؤد کے ہاتھ میں لوہا موم کر دیا۔ سلیمان کو ہوا میں اڑا دیا۔ موسیٰ کا عصا سانپ بنا دیا۔ عیسیٰ سے مردہ زندہ کرا دیا۔ اور یہ تمام معجزات وصفات آخر میں آنے والے آخری نبی سردار انبیاء کی ذات قدسی صفات میں جمع کر دیئے اور انبیاء کو جزوی اختیار ملے سید الانبیاء کو کلی مختار بنایا رسول اگر ہاتھ اٹھا دیں تو سورج مغرب سے پلٹ آئے انگل اٹھا دیں تو چاند دو ٹکڑے نظر آئے۔ مردہ ہی میں نہیں پتھر میں اگر جان ڈالدیں تو انسانوں کی طرح بولنے لگجائے معلوم ہوا کہ نبی یا وصی بننے کے لئے صرف دعویٰ ہی کافی نہیں صداقت میں دو چیزیں پیش کرنی پڑیں گی۔ ایک معجزہ ایک علم لدنی۔ صاحب اعجاز ہو اور وہاں سے علم لیکر آئے۔ رسول اُمی کے بھی یہی معنی ہیں یعنی صاحب علم لدنی۔ تاریخ انبیاء کی ورق گردانی کر جائیے کسی نبی کے متعلق یہ نہیں ملتا کہ یہ نبی فلاں استاد کا شاگرد تھا۔ اس زمانہ کی درسگاہ میں فلاں فلاں سند حاصل کی تھی نبی اور وصی کی

پہچان ہی یہ ہے کہ کسی دنیوی درسگاہ میں زانوئے ادب تہہ نہ کیا ہو
اگر کسی نبی یا وصی کو آپ ایسا پائیں کہ دنیا میں کسی عالم کا شاگرد ہو تو
وہ نبی نبی ہی نہیں رہتا کیونکہ حق افضیلت استاد کو پہونچتا ہے اب
اگر آپ کسی کے متعلق یہ سن پائیں کہ فلاں درسگاہ میں تعلیم پائی فلاں
امتحان دیا فلاں کا شاگرد تھا تو ہرگز نبی نہ مانیں وہ غلام نبی
تو شاید ہو سکے لیکن نبی نہیں ہو سکتا۔ نبی وہ ہے جسکا وصی بھی استاد
جبرئیل ہو (صلوٰۃ) اسی طرح معجزہ بھی ثبوت نبوت ہے ہر نبی اور ہر
وصی نے اپنے اپنے زمانہ اور اپنی زندگی میں ثبوت نبوت میں معجزے
پیش کئے مگر آج نہ وہ رسول نظر آتے ہیں نہ وہ معجزے تو کیسے یقین
ہو کہ وہ نبی یا رسول تھے لہذا آخر میں ایک ایسا رسول آنا چاہیئے جو
انبیاء ماسبق کی نبوّت اور ان کے اعجاز کی تصدیق فرمائے اور اپنی
نبوّت کا کوئی ایسا زندہ اعجاز چھوڑ جائے جو رہتی دنیا تک اس کی
نبوّت کی تصدیق کرتا رہے چنانچہ ختمی مرتبت کو اس لم یزل اور
لایزال نے وانزلنا معھم الکتاب والمیزان کہکر ایسے ابدی معجزے
عطا فرمائے جو انبیاء ماسبق کی نبوّت اور اعجاز کے ہی نہیں بلکہ
خاتم المرسلین کی زندہ نبوّت کے تا قیامت گواہ اور ثبوت رہیں گے
ایک معجزہ کتاب اور دوسرا میزان ہے۔ میزان کے لغوی معنی ترازو یعنی

کسی چیز کی قدر وقیمت ۔ ثقل ووزن ۔ کے ناپنے تولنے کا آلہ
لہذا قرآن کے کیف وکم کو زیر وبم کو متشابہ اور محکم کو اگر تولنا
اور ناپنا ہو تو کسی بزاز یا بخار کے گز سے زردار کے زر سے اگر ناپ
لیا تو گزوں کا نہیں زمین وآسمان کا فرق ہوجائے گا ۔ اس کے تولنے
کو زنگ خوردہ ترازو کی تلاش نہ کیجئے ۔ بلکہ معانی قرآن حقیقت قرآن
کو ایمان کے کانٹے میں تولیئے ۔ بلکہ کل ایمان کی میزان ہیں ۔ قدرت
نے ان دونوں کو ساتھ ساتھ نازل کیا ایک کو رسول کے گھر میں اور
ایک کو اپنے گھر میں اور کیونکہ قرآن کو قیامت تک رہنا تھا اسلئے
میزان امامت کو بھی قیامت تک رکھا نہ وہ ان سے جُدا ہوگا ۔
نہ یہ اس سے جُدا ہونگے بلکہ دونوں روز قیامت حوض کوثر پر رسول
کے ساتھ ہوں گے ۔ جسطرح قرآن کی کسی چھوٹی سے چھوٹی صورت
کا جواب دنیا آج تک نہ لاسکی اسی طرح میزان کی بارہ صورتوں میں
کسی کسی صورت کا جواب بھی دنیا آج تک نہ پیش کرسکی ۔ اور قیامت
تک ان دونوں کا ساتھ ساتھ رہنا اس لئے بھی ضروری ہے کہ اگر
اذہان انسانی کسی وقت خلاف مقصد قرآنی ترجمانی پر مائل ہوجائیں
تو کتاب صامت کیونکہ روک ٹوک خود نہیں کرسکتی ۔ تو میزان یعنی
کتاب ناطق صحیح راستہ پر لگادے مگر خدارا ایسا نہ کیجئے کہ کتاب

کے پاس کسی ایسی میزان کو جو غیر معصوم ہو لاکر بٹھا دیں اس طاہر کتاب کو تو سوائے مطاہرین کوئی مس بھی نہیں کرسکتا لہذا کتاب کے پاس کسی طاہر و معصوم کو بٹھایئے قرآن کتاب مبین ہے اس کے ساتھ امام مبین کو لایئے۔ خدا فرماتا ہے لا رطب ولا یابس الا فی کتاب المبین اب ایسے کو تلاش کیجئے جس کے متعلق خود خدا فرما رہا ہو کل شیئ احصینا ہُ فی امام المبین۔ (صلوٰۃ)

قرآن اور امام دونوں اعجاز رسالت اور دونوں معصوم اور دونوں لازم و ملزوم۔ آج تعلیم یافتہ مغرب زدہ طبقہ قرآن پر معترض ہے کہ قرآن جو آئین الہٰی ہے ناقابل نفاذ ہے اگر قابل نفاذ ہوتا تو کسی ایک اسلامی حکومت میں تو آئین قرآن پر عمل ہوتا۔ حالانکہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ ہر اسلامی ملک کا قانون جدا گانہ ہے معلوم ہوا کہ قرآن ایک ایسا آئین ہے جو ناقابل نفاذ ہے ؎

ایسے آئین کو کیا کریں لے کے۔ جو کہیں قابل نفاذ نہ ہو۔

بظاہر اعتراض سوچا سمجھا ہے۔ مجرم کی وہ سزائیں جو آئین ربانی میں نظر آتی ہیں حکومت مسلمانی میں نہیں ہیں۔ بہت سے ایسے مسائل اور قضایا بھی ہیں جنکو اسلامی عدالتیں آئین الہٰی کے مطابق طے نہیں کر رہیں مگر کسی آئین پر عمل نہ کرنا آئین کا نقص نہیں عمل نہ کرنے والوں کے

نقائص کا باعث بھی کہا جا سکتا ہے۔ ہاں الہی آئین پر کماحقہ عمل کرنے سے کوئی دشواری یا خرابی پیدا ہوتی تو بیشک آئین کی کمزوری کہکر اس آئین کو ناقابل عمل بتلایا جا سکتا تھا۔ لیکن جب عمل ہی نہیں ہو رہا تو کیسے سمجھ لیا کہ یہ ناقابل عمل ہے علاوہ بریں اگر زمانہ رسول میں بھی اس پر عمل نہ ہوتا تو کہا جا سکتا تھا کہ ناقابل عمل ہے اس وقت جو اس پر عمل نہیں ہو رہا جس کی وجہ سے آپ کو یہ کہنے کی جرأت ہوئی کہ یہ آئین ہی ناقابل عمل ہے۔ اس کی ایک وجہ ہے یہ آئین تنہا نہیں آیا تھا اس کے ساتھ قدرت نے میزان بھی بھیجی تھی۔ جیسا ابھی آپ نے عنوان میں سنا۔ مگر مسلمانوں نے بعد رسول میزان کو تو چھوڑ دیا اور حسبنا کتاب اللہ کہکر عمل شروع کر دیا۔ اب اسوقت بغیر میزان کے کام چل رہا ہے اور اسی طرح کاروان غلط راستہ پر چلتا رہے گا۔ جب تک میر کارواں نہ آجائے میزان کو چھوڑ کر آئین کے اجراء کی توقع رکھنا ایسا ہی ہے۔ جیسے رسول کو اپنا سا بشر کہکر مسلمان ہونے کا دعویٰ کرنا ہے

اسکو نہ سنو گے جو محمد کی زبانی ؎ رہجائیگا قرآن فقط ایک کہانی
قرآن کو عترت سے جدا کرکے تو دیکھو ؎ ہر لفظ کہیگا ہیں بہتر مرے معنی

ذی الحجہ کی ۱۵/ تاریخ تھی کہ یادگار محمد مصطفیٰ۔ جگر گوشہ علی

مرتضیٰ دل دجان شہید کربلا۔ ضیائے چشم زین العبا۔ نور دیدۂ باقر قبلہ نما۔ دلبند صادق صدق وصفا۔ قرۃ العین کاظم صبر آزما۔ روح وریحان علی رضا فرزند تقی امام اتقیا۔ امام نقی حجت خدا۔ روح ایمان بنکر شمع عرفان بنکر۔ تفسیر قرآن بنکر۔ رسالت کی زبان بنکر۔ امامت کی شان بنکر۔ کتاب کی میزان بنکر عصمت کدہ محمد بن علی بنکر آیا۔ شریعت کدہ میں پھر ہدایت کا سامان آیا۔ میزان بنکر پھر تفسیر قرآن آیا امام علی نقی نے اپنے پدر بزرگوار کے زیر سایہ چھ سال تک مدینہ میں زندگی بسر کی معتصم سفاک کا دور حکومت تھا امام محمد تقی کو بغداد بلاکر زہر سے شہید کیا گیا۔ کمسن امام نے امامت کی ذمہ داریاں سنبھالیں معتصم کے خاتمہ کے بعد ادوار بدلتے رہے سلطنتوں نے کروٹیں بدلیں۔ آخر متوکل کا زمانہ آیا۔ امام مدینہ میں ہدایت کا آفتاب بنکر تشنگان ہدایت کو صراط مستقیم دکھاتے رہے۔ متوکل کو خبریں پہونچیں نہ دیکھا گیا۔ بغض عداوت بھڑکی دیرینہ دشمنی میں ادبال آیا امام علی نقی کو مدینہ سے سامرہ بلایا امام کو بغرض اہانت (خانہ الصعالیک) میں ٹھہرایا گیا۔ جو غرباء فقراء کے ٹھہرنے کی جگہ تھی۔ ایک محب اہلبیت آپ سے ملنے آیا اور قیامگاہ کو دیکھکر رو دیا آپ نے رونے کا سبب پوچھا کہا مولا یہ بھیک مانگنے والوں کے ٹھہرنے کی جگہ ہے۔ جہاں آپ کو ٹھہرایا گیا ہے امام نے فرمایا میری

اس میں بھی ذلت نہیں فقراء کی ہمنشینی ہماری عزت ہے۔ مگر تمہیں معلوم ہے۔ میں کہاں بیٹھا ہوا ہوں دیکھو یہ کیا مقام ہے اُس نے اب جو دیکھا ایک سر سبز و شاداب باغ رو کش جنت ہے۔ سبزہ کا مخملیں فرش صاف و شفاف پانی کی نہریں۔ پھلوں سے لدے ہوئے درخت۔ حور و غلماں سے زیادہ فرمان بردار خدام دیکھکر حیران رہ گیا۔ امام کے معجزات کی شہرت ہوتی رہی متوکل گھبرایا اور امام کو حبس دوام کا حکم دیا گیا۔ اور یہ برج امامت کا دسواں تاجدار بارہ سال مسلسل قید و بند کی سختیاں جھیلتا رہا قید سے رہائی ہوئی تو نظر بندی کا آغاز ہوا۔ مقبولیت امام کے ختم کرنے کو توہین و تذلیل کی تدبیریں ہوتیں متوکل نے ایک روز دربار میں طلب کیا محفل عیش و نشاط گرم تھی دور شراب عام تھا مطربان خوشگلو اپنے اپنے کمال کی داد لے رہے تھے امام کو آتا دیکھکر اپنے پہلو میں جگہ دی اور اور بے غیرت خلیفہ اسلام نے امام کی طرف جام شراب بڑھا کر کہا پیجئے بڑا نازک وقت تھا۔ صابر امام نے سنبھل کر فرمایا۔ ہمارا اور ہمارے آباؤ اجداد کا خون و گوشت کبھی اس سے مخلوط نہیں ہوا۔ یہ تمہارا ہی حصّہ ہے۔ متوکل ہنسا اور کہا اچھا اگر یہ ناپسند ہے تو کچھ گانا ہی سنائیے۔ امام نے فرمایا میں اس فن سے بھی واقف نہیں ہوں کہنے لگا کچھ سنانا ضرور ہوگا۔ کچھ اشعار ہی پڑھکر سنائیے امام نے دیکھا کہ منہیات کے دائرہ سے نکل کر

مستحبات کی منزل آگئی ہے تو حضرت نے فرمایا اچھا سنو اور غور سے سنو
اور یاد بھی رکھو۔ چند عربی کے شعر آپ نے پڑھے۔ جنکا منظوم اُردو
ترجمہ یہ ہے۔

گذاری جنہوں نے پہاڑوں پہ شاہی — محافظ تھے ان کے بہادر سپاہی
حفاظت کا کچھ فائدہ بھی نہ پایا — قلعہ سے جو اترے لحد میں لٹایا
کسی نے یہ مدفن میں ان کو پکارا — وہ زیور و زینت ہوا کیا تمہارا
وہ تاج مرصع و تخت حکومت — کہو کیا ہوئی اب وہ تزئین و شوکت
نہ بولا کوئی جب تو پھر قبر بولی — وہ شاہی نہیں اب ہے کیڑوں کی ٹولی
مکان جن کے اب بھی زمین پر کھڑے ہیں — وہ مدفن میں زیر زمین اب پڑے ہیں
نہ دولت رہی اب نہ حشمت وہ باقی — گئے قبر تک اور چلے آتے ساتھی
خرابوں میں بدلے ہیں ایوان اُنکے — ملے خاک میں آج ارمان اُنکے
نجس جو غذاؤں سے اب تک پلے ہیں — نجس کیڑوں کی اب غذا وہ بنے ہیں

زبان امامت سے نکلے ہوئے الفاظ قیامت بن گئے۔ رنگینی عیش و نشاط
بے رنگی سے بدل گئی۔ جام شراب دست بادہ خوار سے چھوٹ کر پھوٹ
پھوٹ کر رو دئے۔ اہل بزم کا کیا ذکر خود صاحب بزم دھاڑیں مار مار
کر رو رہا تھا۔ امام سب کو روتا ہوا چھوڑ کر مسکراتے ہوئے گھر آئے۔ کوئی
اور ہوتا تو ان فرمائشات پر جذبات کی رو میں بہکر خدا معلوم کیا کہدیتا

مگر ہادی برحق کی نظر ہر دشوار منزل میں ہدایت کے پُراثر گوشوں پر رہتی ہے۔ ایسی ہی متعدد منزلیں آئیں مگر امام نے صبر سے کام لیا آپ کی زندگی میں سب سے زیادہ تکلیف دہ وہ وقت تھا جبکہ متوکل نے حکم دیا کہ نجف اور کربلا کے مقبرہ گراکر زمین کی برابر کر دیے جائیں۔ زیارت نجف و کربلا ممنوع قرار پائی زائرین کو امام دیکھتے رہے کہ جاتے ہیں اور خاک و خون میں نہاتے ہیں۔ ذرا سوچیں کہ قیدی امام کے دل پر ان خبروں سے کیا اثر ہوتا ہو گا زائرین ہی پر کیا موقوف سیکڑوں اور ہزاروں محبّان اہلبیت بے جرم و خطا بڑی بے رحمی سے قتل کر دیئے گئے۔ یعقوب ابن اسحاق سے جسکو متوکل نے اپنے لڑکوں کا اتالیق مقرّر کیا تھا۔ مگر در پردہ یہ محب اہلبیت تھے متوکل نے ایک روز سوال کیا یعقوب بتلاؤ یہ میرے دونوں لڑکے بہتر ہیں یا حسنؑ و حسینؑ۔ (ہماری جانیں ان سچے ایمانداروں پر قربان ہو جائیں) یعقوب نے سر دربار جواب دیا۔ امام حسنؑ اور امام حسینؑ کا تو کیا ذکر۔ میرے مولا امیر المومنین کے غلام قنبرؑ آپ سے اور آپکے دونوں لڑکوں سے کہیں بہتر تھے۔ متوکل یہ جواب سنکر آپ سے باہر ہو گیا حکم دیا کہ زبان گدّی سے باہر نکال لی جائے۔ زبان نکالی گئی۔ یعقوب نے زبان دیدی مگر ایمان نہ دیا۔ یہ ظالم و

سفاک انسان نما حیوان محسن کش درندے۔ کتوں سے بھی بدتر حیوان
تھے کتا بھی اپنے محسن کا احسان دیکھکر دم ہلا دیتا ہے مگر یہ احسان
کے بدلے میں ظلم کی تلوار ہلاتے تھے۔ متوکل بیمار ہوا پھوڑا زندگی کا پھوڑا
ہوگیا۔ بڑے علاج ومعالجے ہوتے سب بے سود متوکل کی ماں تڑپ
اٹھی۔ غلام کو امام کی خدمت میں بھیجا۔ فرزند رسول میرے بچہ کو بچالو
امام نے دوا بتلائی پھوڑا پھوٹا متوکل اچھا ہوا۔ ماں نے دس ہزار
دینار کی ایک تھیلی سربمہر امام کی خدمت میں بھجوائی۔ مگر یہی معجزات
وکرامات ہی ان ذوات قدسیہ کی اصلی دشمنی کا باعث تھے ائمہ کی ذات
سے ان ظالموں کو اتنی عداوت نہ تھی جتنی صفات سے تھی پھر پرچہ لگا کہ امام
علی نقی اسلحہ جمع کر رہے ہیں جاسوس بھیجے گئے رات کو چھت کے راستہ
خانۂ امام میں داخل ہوئے۔ تاریکی تھی امام نے فرمایا ٹھہرو میں روشنی
لاتا ہوں شمع کی روشنی میں سارا گھر دکھایا کچھ نہ پایا کونے میں صرف
ایک تھیلی پڑی ہوئی تھی اس کو لیجا کر متوکل کے سامنے رکھدیا وہ دیکھکر
حیران رہگیا تھیلی پر ماں کی مہر تھی۔ ماں سے پوچھا تو سارا واقعہ بتلایا
مگر محسن کے اتنے بڑے احسان کو دیکھتے ہوئے کتے کی دم نہ ہلی۔ آزار
رسانی کی تدبیریں نئے نئے انداز میں ہوتی رہیں۔ ایک بڑا مشہور و معروف
واقعہ ہے۔ جسکو ہر طبقہ کے مورخ نے بڑے وثوق سے لکھا ہے متوکل کے

دربار میں ایک بڑا ماہر اور کامل ہندی شعبدہ باز آیا جس کے محیر العقول شعبدے دیکھکر متوکل حیران رہگیا اس سے متوکل نے درخواست کی کہ میں ایک شخص کو کھانے پر بلاتا ہوں تو اپنے کمالِ فن سے اس کو بھرے مجمع میں شرمسار کردے تو انعام وافر کا مستحق ہوگا اُس نے وعدہ کیا امام کو متوکل نے بلایا دسترخوان بچھا چند نان اس پر رکھے گئے شعبدہ باز کو امام کے پہلو میں بٹھایا گیا۔ امام سے کہا کہ کھانا حاضر ہے کھائیے حضرت نے نان کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ شعبدہ باز نے اپنا فن دکھایا۔ وہ نان ہوا میں اڑ گیا۔ امام نے دوسرے نان کی طرف ہاتھ بڑھایا وہ بھی ہوا میں پرواز کر گیا جب تیسری مرتبہ بھی یہی واقعہ پیش آیا تو حاضرین نے قہقہہ لگایا۔ امام نے شعبدہ باز کی طرف قاہرانہ انداز میں دیکھا پردہ پر ایک تصویر شیر کی بنی ہوئی تھی پھر اس تصویر کی طرف دیکھا۔ شعبدہ باز کی طرف اشارہ کرکے تصویر کو حکم دیا۔ خذہٗ ۔ اسکو نگل جا۔ پردہ کا شیر لپے پردہ ہوا اور شعبدہ باز کو نگل گیا۔ درباریوں کے اوسان خطا ہو گئے۔ متوکل بے ہوش ہوگیا۔ شیر پھر پردہ کا شیر بنگیا۔ متوکل جب ہوش میں آیا تو امام سے درخواست کی یہ ہندی شعبدہ باز تھا شیر کو حکم دیجیے کہ اس کو واپس کردے۔ امام نے فرمایا اگر موسیٰ کا عصا سانپوں کو واپس کردیتا تو یہ بھی کردیتا۔ یہ کہانیاں اور افسانے نہیں یہ قادرِ مطلق کی قادریت

اور اس کی قدرت کے مظاہرے ہیں۔ وہ ہاتھ نہیں رکھتا مگر ہر چیز
کے کر لینے پر قدرت رکھتا ہے پھر کن ہاتھوں سے ان ہاتھوں سے جو
یداللہ ہیں خوش قسمت ان قسمت والونکی جنکے پیشوا یداللہ ہوں
عین اللہ ہوں اذن اللہ ہوں وجہ اللہ ہوں

مجھکو قسمت پر مقدر پر بڑا ہی ناز ہے ✤ حق نے وہ مولا دیا ہے جو مقدر ساز ہے

# مصائب

متوکل نے امام کو بڑا مرعوب کرنا چاہا مگر دین و دنیا کا شہنشاہ
کائنات کا حکمران۔ دنیائے فانی کے فانی شاہوں سے کیا مرعوب ہوتا
تدبیریں بڑی ہوئیں ایک روز متوکل کا حکم ہوا کہ میرا لشکر مسلح ہوکر
میدان میں آکر سلامی پیش کرے اور ایک توبرہ مٹی ہر سپاہی ایک
جگہ جمع کردے ایک ایک توبرہ مٹی نے ایک پہاڑی بنا دی اس پر متوکل
پہونچا امام کو بھی بلایا تاکہ لشکر کی کثرت دیکھکر امام مرعوب ہوں۔ تفاخرانہ
انداز میں کہنے لگا۔ یہ میرے ایک ایک سپاہی نے ایک ایک توبرہ مٹی ڈالی ہے جس سے
یہ پہاڑ بنگیا ہے کیا آپ نے ایسا باعظمت وشوکت لشکر دیکھا ہے امام
نے فرمایا۔ آ تجھے دکھلائیں لشکر اپنا ہم تونے دیکھا ہی نہیں جاہ وحشم
میرا لشکر وہ سامنے کھڑا مجھے سلامی پیش کر رہا ہے متوکل نے سامنے نظر

کی طرف دیکھا مابین زمین و آسمان از مشرق تا مغرب مسلح سوار زرق
برق در دیان پہنے حکم امام کے منتظر ہیں۔ یہ منظر دیکھکر حیران رہگیا
امام نے فرمایا متوکل ہم مشغول آخرت ہیں دنیا اور دنیا کی حکومت کا
تو خیال بھی ہمیں کسی وقت نہیں آتا تو کیوں ہمارے بارے میں بدگمان
ہے متوکل پر الٹا اثر ہوا سوچا یہ تو کسی وقت بھی میری سلطنت پر
قابض ہو سکتے ہیں طے کیا کہ امام کو زہر دیدیا جائے۔ کہ دوسرے ہی
روز اپنے بیٹے کی تلوار سے واصل جہنم ہوا۔ معتز باللہ کا زمانہ آیا
اگر پدر نہ تواند پسر تمام کند۔ اپنے بزرگوں کے منصوبے کو عملی جامہ
پہنایا۔ ۲۶ / جمادی الثانی کو امام عالیمقام کو زہر دیکر شہید کیا۔)
امام حسن عسکری عالم غربت میں بے باپ کے ہوگئے۔ بیٹے نے باپ
کو غسل دیا خود کفن پہنایا دوازے پر اپنے اور غیر۔ دوست و دشمن
امیر وفقیر حکومت کے اراکین سب ہی جمع تھے۔ مسافر امام کا جنازہ
برآمد ہوا۔ امام حسن عسکری گریباں چاک سر برہنہ تابوت کے
ساتھ فریاد کناں باہر آئے ابو احمد موفق باللہ نے حکومت کیطرف سے مراسم
تعزیت ادا کیئے بڑھکر امام کے گلے میں باہیں ڈال دیں حکومت
کی اس تعزیت نے امام کے زخمی دل پر نمک پاشی کی مگر صابر امام
گردن جھکائے خاموش رہا نماز جنازہ امام عسکری علیہ السلام نے

پڑھائی۔ بڑے دھوم سے جنازہ اٹھا۔ سامرہ میں ایک قیامت برپا تھی
ہر آنکھ اشکبار شیعوں کے دل سوگوار تھے مسعودی سے روایت ہے کہ جنازہ
پر ایک بچی کچھ ایسے دلخراش بین کر رہی تھی کہ سننے والوں کا دل پھٹا جاتا تھا
لوگ تسلیاں اور تشفیاں دے رہے تھے۔ محبت اور صبر آموز باتوں سے
سمجھا رہے تھے۔ طمانچوں سے نہیں۔ یاد آگئی ہوگی آپکو ایک کربلا کی لاڈلی
بچی جب وہ باپ کے غم میں روتی تھی تو اسکو بھی تشفی دی جاتی تھی کبھی رخسارو
پر طمانچے مار کر کبھی کانوں سے گوشوارے کھینچکر۔ کبھی گلے میں رسن باندھ
کر کون سکینہ کو تسلی دیتا اور کون بے باپ کی بچی کے سر پر ہاتھ پھیرتا
بڑے بھائی کے ہاتھ زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے ماں پھپھیوں کے
ہاتھ پس پشت رسن بستہ۔ بچی باپ کی یاد میں کربلا سے کوفہ۔ کوفہ سے
شام روتی چلی گئی۔ زندان شام میں رات ہوگئی۔ نیند نہ آئی سکینہ
کو باپ کا سینہ یاد آیا آنسوؤں کا دریا بہہ گیا۔ آہ و فریاد کی صدائیں
آسمان سے ٹکرائیں ہائے بابا ہائے بابا کے دلخراش نالے قصر یزیدی میں
گونجے یزید کی نیند میں خلل آیا حسین کی بچی کی رونے کی خبر سنکر تشفی
کا خیال آیا ایک خوان سر بہ پوش زندان میں بھجوایا۔ سکینہ سمجھیں پانی آیا
آیا۔ سرپوش اُٹھایا۔ باپ کا کٹا ہوا سر خوان میں خون آلود نظر آیا۔ ہائے
بابا کہا اور ہمیشہ کو خاموش ہوگئیں۔

الا لعنۃ اللہ علی قوم الظالمین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# امام حسن عسکری علیہ السلام

# فضائل

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین

وآلہ الطیبین الطاہرین اما بعد فقد قال اللہ تبارک وتعالیٰ فی

قرآن الحکیم وَذَکِّرْھُمْ بِاَیّٰامِ اللّٰہِ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰاتٍ لِکُلِّ صَبَّارٍ شَکُوْرٍ ۝

امام رضا علیہ السلام سے روایت ہے کہ رسول خدا نے فرمایا
خداوند عالم نے اپنے رازدان موسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل کی اے
موسیٰ مجھے دوست رکھ اور لوگوں کو میرا دوست بنا۔ جناب موسیٰ نے
بارگاہ الٰہی میں عرض کی خداوندا میں تو بیشک تجھے دوست رکھتا ہوں
لوگوں کو کس طرح تیرا دوست بناؤں ارشاد ہوا۔ میری نعمات احسانات
انعامات اور لامتناہی اکرام کا ذکر کر۔ یہ حقیقت ہے اور فطرت انسانی
کا تقاضہ ہے کہ جب اس کے سامنے اس کے محسن کے احسانات کا تذکرہ
کیا جاتا ہے۔ تو خود بخود احسان کرنے والے کی طرف دل کھچنے لگتا ہے

اور محسن اس کی نظر میں ایسا محبوب ہو جاتا ہے کہ اگر کسی وقت سختی بھی
کرے تو خوشگوار بن جاتی ہے۔ پھر صرف وہ ہی خدا کا دوست نہیں
بن جاتا بلکہ خدا بھی اسکا دوست بن جاتا ہے۔ اور یہ لہٰذا ہر سختی جس کو
ہم سختی سمجھ رہے ہیں صبر وشکر کی منزل میں پہونچکر عظیم ترین وہ انعام
الٰہی بن جاتی ہے جو کرب وبلا کو رحمت وعطا سے بدل دیتی ہے قدرت
نے اس آیت میں اپنے رسول سے یہ ہی فرمایا ہے کہ لوگوں سے ہماری
نعمتوں کا ذکر کیا کرو۔ شیخ طوسی علیہ الرحمتہ نے اپنی کتاب امالی میں
امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ ایک روز رسالت
مآب مع اصحاب مسجد میں تشریف فرما تھے۔

قاری قرآن اُبّی بن کعب بھی موجود تھے اُبّی بن کعب نے اس
آیت کو جسکو عنوان کلام قرار دیا گیا ہے پڑھا۔ رسول نے فرمایا معلوم ہے
کہ اس آیت میں ایّامُ اللہ سے کیا مراد ہے۔ ایّامُ اللہ سے مراد انعامات
الٰہی ہیں اور مجھے حکم ہے کہ میں لوگوں کو اس کے انعام واکرام یاد دلاؤں
اصحاب کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا بتلاؤ خدا کی نعمتوں میں سب سے
بڑی نعمت کونسی ہے کسی نے کہا سب سے بڑی نعمت روزی ہے۔
کسی نے کہا پوشاک ہے کسی نے کہا اولاد ہے کسی نے کہا عورت ہے۔
اور کسی نے دولت بتلائی۔ اس کے بعد خدا کا رسول امام المتقین

علی ابن ابیطالب کی طرف متوجہ ہوا۔علی تم بتلاؤ۔مرتبہ شناس امام نے دست بستہ عرض کی خدا کے رسول کے سامنے میری کیا مجال جولب کشائی کروں جبکہ ہر علم وعمل اسی آستانہ کا طفیل ہے فرمایا نہیں بیان کرو۔ نعمتوں میں وہ کونسی نعمت ہے جو خدا نے سب سے پہلے عطا کی۔امیرالمومنین نے کہا سب سے پہلی نعمت۔نعمت ایجاد ہے کہ ہمیں عدم سے وجود میں لایا فرمایا صدقت یاعلی۔اے علی سچ کہا۔اچھا دوسری نعمت کیا ہے۔کہا دوسری نعمت یہ ہے کہ ہمیں صاحب حیات بنایا۔جمادات یا نباتات نہیں بنایا۔فرمایا سچ کہا۔بتلاؤ تیسری نعمت کیا ہے عرض کیا تیسری نعمت یہ ہے کہ ہمیں شکل انسانی عطا فرمائی۔صورت حیوانات پر خلق نہیں فرمایا سچ کہا چوتھی نعمت بتلاؤ۔کہا ہمیں حواس ظاہری اور باطنی عطا فرمائے۔فرمایا صدقت پانچویں۔نعمت کیا دی عرض کیا قوائے عقلی دیگر حیوانات پر ترجیح دی فرمایا سچ کہا چھٹی نعمت کیا عطا کی۔کہا ہمیں دین حق عطا کیا گمراہ نہیں چھوڑا۔فرمایا سچ کہا ساتویں نعمت بھی بتلاؤ کہا آخرت کی حیات ابدی عنایت کی۔فرمایا صدقت یا علی آٹھویں کیا نعمت عطا کی آٹھویں نعمت یہ دی کہ ہمیں مالک بنایا کسی کا غلام نہیں بنایا کہا سچ کہا نویں نعمت بھی بتلاؤ کہا جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے ہمارے لئے پیدا کیا فرمایا سچ کہا۔دسویں

نعمت کیا ہے۔ کہا ہمیں مرد خلق فرماکر عورتوں پر فضیلت دی۔ خدا کے رسول نے فرمایا اور کیا نعمت عطا کی وصی رسول نے ذرا تفاخرانہ انداز میں کہا اپنی نعمتیں عطا کیں اگر ساری عمر بیان کرتا رہوں تو عمر ختم ہوجائے اور نعمتیں ختم نہ ہوں ذرا خیال تو فرمایئے کہ اس منعم حقیقی کا ان لامتناہی انعامات پر جبکہ ہر ہر سانس ایک نعمت ہو انسان کس طرح شکر گذاری کا حق ادا کرسکتا ہے ے

جب سانس پہ انسان کی موقوف بقا ہو

ہر سانس پہ واجب ہے کہ پھر شکر خدا ہو

یاد رکھیئے کہ شکر بقدر انعام ہے اور از دیاد نعمت از دیاد شکر چاہتی ہے۔ صحیح شکر وہی ادا کرسکتا ہے جو انعامات کا صحیح علم رکھتا ہو یہی وجہ تھی کہ انبیاء اور آئمہ کیونکہ منعم حقیقی کے انعامات لامتناہی کا علم رکھتے تھے اس کے بالمقابل اپنی شکر گذاری اور عبادتوں کو قلیل وقصیر سمجھتے ہوئے کہہ اٹھتے تھے۔ ما عبد تاک حق عباد تاک۔ اسکا یہی مطلب ہے کہ اے معبود جسقدر کہ تیرے ہم پر انعامات ہیں ان کی بقدر ہم شکریہ نہیں ادا کرسکے۔ ان ذوات قدسیہ کی عبادتوں کا عالم ہی کچھ اور تھا۔ امیر المومنین مسجد کی طرف تشریف لئے جا رہے ہیں چہرہ زرد ہے۔ ہاتھوں میں رعشہ۔ پیر لڑکھڑا رہے ہیں۔ ایک پوچھنے والا

یہ منظر دیکھکر حیران ہوکر امام سے پوچھتاہے۔ یا علی یہ کیا حال ہے۔
کیا تم وہ علی نہیں ہو جس لئے خیبر کا در اکھاڑا۔ پتھر پر علم گاڑا مرحب
کا سر اڑا را۔ مولا علیہ السلام لئے فرمایا تجھے معلوم نہیں کہاں جا رہا ہوں اور کس
بوجھ کو اٹھائے لئے جا رہا ہوں۔ اس آقا کی بارگاہ میں جا رہا ہوں جس
لئے اس بوجھ کو آسمان زمین پہاڑوں پر پیش کیا اور وہ نہ اٹھا سکے
انکار کر دیا۔ علی اس وقت اس بوجھ کو تنہا لئے جا رہا ہے (صلوٰۃ)
یہ عالم تو مسجد کی طرف جانے کا تھا ذرا اس عابد کا مسجد میں عبادت
کا منظر دیکھئے۔ سیدۂ کونین بنت رسول الثقلین کے دروازے پر ایک
صحابی آکر چلاتا ہے رسول کی بیٹی غضب ہوگیا۔ تمہارے شوہر عالم فانی
سے ملک جاودانی کی طرف رحلت فرما گئے۔ جگر گوشہ رسول لئے ذرا
گھبرا کر پوچھا۔ کیسے اور کہاں۔ صحابی لئے روتے ہوئے کہا میں مسجد
رسول میں نماز کو گیا تھا۔ دیکھا کہ علی بے حس و حرکت مردہ پڑے ہیں۔
بنت رسول لئے فرمایا نہ رو۔ خدا تجھے روز قیامت ہنسنے والوں میں
شمار فرمائے۔ امام المتقین زندہ ہیں مرے نہیں۔ ان کی اکثر و بیشتر
نماز میں یہی حالت ہوجاتی ہے۔ یہ ہیں وہ عابد جنکی عبادتوں لئے ان
کے چہرہ پر نظر کرنا عبادت قرار دیدیا۔ النظر علی وجہہ علیاً عبادۃ
چہرہ پر نظر کرنا عبادت اگر نہ دیکھ سکو تو ذکر کرنا عبادت اور اگر ذکر

پر بھی پابندیاں ہوں تو محبت کرنا عبادت۔ ان کا ذکر کیوں نہ عبادت ہو جب سردار انبیاء خود فرمائیں۔ ذکرہٗ ذکری وذکری ذکر اللہ وذکر اللہ عبادہ۔ علی مجموعہ صفات کل انبیاء ہیں اور کیونکر نہ ہوں وصی سید الانبیاءؑ ہیں۔ ایک مرتبہ صعصعہ بن سحبان نے جو اصحاب امیر المومنین ہیں سے تھے مولا سے درخواست کی کہ رسول خدا سے میں نے سنا ہے کہ جتنے انبیاءؑ ما سبق کو خداوند عالم نے صفات کمالیہ عطا فرمائے وہ سب علی ابن ابیطالب میں جمع کر دیئے۔ مولا قول رسول میں اگر شک کروں تو کافر ہو جاؤں لیکن دل چاہتا ہے کہ آپ کی زبان سے سنوں کہ آپ حضرت آدم سے کیسے افضل ہیں۔ مولائے کائنات نے فرمایا صعصعہ اپنی زبان سے اپنی تعریف شعار امامت کے خلاف ہے مگر حق پوشی اور رد سوال بھی خلاف شان امامت ہے اور خداوند عالم نے فرمایا ہے کہ بنعمت ربک فحدث۔ اپنے رب کی نعمتوں کا بھی کبھی ذکر کیا کرو تو اے صعصعہ سنو۔ تمہیں معلوم ہے کہ آدم گندم کے کھا لینے سے بہشت سے زمین پر بھیج دیئے گئے۔ آدم نے باوجود ممانعت جس فعل کا ارتکاب کیا تھا۔ علی نے وہ گندم احتراماً عمر بھر نہیں کھایا صعصعہ یہ سنکر حیران رہ گئے۔ کہا مولا سچ فرمایا یہ بھی فرما دیجئے کہ جناب ابراہیم پر آپ کو کس طرح فضیلت ہے۔ فرمایا تمہیں معلوم ہے کہ نمرود سے

مباحثہ میں جناب ابراہیم نے وجود خدا کی دلیل آخر میں یہ پیش کی تھی کہ میرا خدا مشرق سے سورج نکالتا اور مغرب میں غروب کرتا ہے اگر تو خدا ہے تو سورج کو مغرب سے نکالکر دکھلا۔ وہ نہ نکال سکا اور خاموش ہو گیا۔ مگر کہہ سکتا تھا کہ مشرق سے تو میں سورج نکالتا ہوں اگر تمہارا خدا نکالتا ہے تو اس سے کہو ایک روز مغرب سے نکال کر دکھلائے۔ میں نے مغرب سے سورج بحکم خدا نکال کر دنیا کو یہ بتلا دیا کہ ہمارا خدا مغرب سے بھی نکال سکتا ہے۔ صعصعہ نے پھر عرض کیا مولا یہ بھی فرمائیے کہ آپ حضرت موسیٰ سے کسطرح افضل ہیں۔ فرمایا تم نے قرآن میں پڑھا ہو گا جب فرعون کے دربار میں جادوگروں نے سانپ چھوڑے تو موسیٰ کو حکم ہوا اپنا عصا ڈال دو۔ عصا سانپ بنگیا اور سب سانپوں کو نگل گیا۔ موسیٰ کو حکم ہوا عصا اب اٹھالو مگر موسیٰ اپنا عصا اٹھاتے ہوئے ڈرے اور میں نے گہوارے میں دو انگلیوں سے اژدر کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ اور میں نہ ڈرا۔ صعصعہ نے کہا مولا صحیح فرمایا۔ مگر ایک سوال اور ہے خدارا اسکا بھی جواب دے دیجئے کہ آپ حضرت عیسیٰ سے کسطرح افضل ہیں۔ فرمایا سنو خدا فرماتا ہے کہ جب مادر عیسیٰ حضرت مریم کو دردِ زہ عارض ہوا تو حکم خدا ہوا اے مریم یہ خدا کا کاشانہ ہے زچہ خانہ نہیں ہے۔ باہر چلی جاؤ۔

مریم نکالی گیئیں ۔ اور حضرت کی ولادت خانۂ خدا کے باہر ہوئی مگر میری
مادر گرامی جب اس حالت میں قریب کعبہ گیئیں تو گو در کعبہ بند تھا
حکم ہوا کہ بنت اسد ۔ اسد اللہ ہمارے گھر میں پیدا ہوگا ۔ کعبہ بھی پکار اٹھا
کہ ہے در ہے در ۔ دیوار میں در بنا اور کعبہ میرا مولد بنا اور اے صعصعہ سنو
عیسیٰ نے پیدا ہو کر یہ معجزہ دکھایا کہ گہوارے میں کہا میں خدا کا نبی ہوں
اور مجھے کتاب عطا ہوئی ہے اور میں نے پیدا ہوتے ہی رسول کے ہاتھوں
پر کتاب ہی پڑھ کر سنا دی حقیقت یہ ہے کہ ذات حیدر کو کوئی کیا جانے
یا نبی جانے یا خدا جانے ۔ نصیری نے کہیں یہ سن پایا تھا کہ حضرت
ابراہیم نے نمرود سے کہا تھا کہ اگر تو خدا ہے تو ذرا مغرب سے سورج نکال
کر دکھلا ۔ نصیری کو موقع ہاتھ آیا پکار اٹھا کہ علی ہی خدا ہیں ۔ مگر
بے وقوف نے بڑی غلطی کی ۔ ے

نصیری نے خدا کہکر علی کو انتہا کر دی
یہ بندہ گر نہ ہوتی انتہا لا انتہا ہوتا
نہ دیتا گر ثبوت بندگی خود بندگی کر کے
یہ بندہ تو نصیری کیا خدائی کا خدا ہوتا

خدمت رسول میں ابوذر بیٹھے ہیں ——————— فضائل علی
سن رہے ہیں دست بستہ خدمت رسول میں عرض کرتے ہیں خدا کے

رسول علی کا مقام اور مرتبہ سمجھ میں نہیں آتا ہمیں بھی سمجھائیے ارشاد ہوا
اے اباذر اگر سلمان فارسی کا مرتبہ میں تجھے بتلا دوں تو تو سنکر کافر
ہوجائے اور اگر سلمان کو علی کا مرتبہ بتلا دوں تو سلمان سنکر کافر ہوجائے

خیال وفکر وخرد فہم کا یہ کام نہیں
علی کا عقل میں آجائے وہ مقام نہیں

بندہ اس خدائے رحمان کی کن کن نعمتوں کا شکریہ ادا کرے
ہمیں رحمت للعالمین جیسا نبی بخشا۔ امام مبین جیسا ولی عطا کیا اور
ایک نہیں میخانۂ ولایت سے بارہ ولی عطا ہوئے۔ امام جعفر صادق صادقِ
آل محمد ایک روز کچھ مہمانوں کے ساتھ بیٹھے کھانا کھا رہے تھے خوش ذائقہ
طعام مہمان کی طرف بڑھایا ایک شخص اُن میں سے بول اُٹھا اسوقت تو ہم
لذیذ کھانے کھا رہے ہیں لیکن روز قیامت ان کا حساب دینا ہوگا۔
امام نے فرمایا خدا اس بات سے
بزرگ اور بالاتر ہے کہ وہ قیامت میں ہمارے کھانوں کا محاسبہ کرے
وہ شخص بولا خدا ہی نے تو قرآن میں کہا ہے۔ وَتَسْئَلُنَّ یَوْمَئِذٍ عَنِ
النَّعِیْم روز قیامت لوگوں سے نعمتوں کے متعلق باز پرس کی جائے گی
امام نے فرمایا کیا تم نعیم سے یہ دسترخوان کی نعمتیں سمجھتے ہو۔ نعمت

سے مراد ہم اہلبیت کی مودّت و محبت ہے قیامت کے روز ہماری محبت اور مودّت کا سوال کیا جائیگا۔ ؎

فقط ہے روز سوال محبت حیدر
یہ نا سمجھ جسے روز حساب سمجھے ہیں

یہی نعمت تھی وہ جسکو روز غدیر رسول نے ہاتھوں پر اٹھا کر دکھایا اور خدا نے فرمایا اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِی۔ یہی وہ نعمت ہے جسکو ہم روزانہ نماز میں دُہراتے ہیں۔ صراط الذین انعمت علیھم یہی وہ نعمتیں ہیں جو ۱۰ ربیع الثانی کو۔ ضیائے چشم حرم نور پنجتن بنکر علی کے خانہ اقدس میں پھر حسن بنکر۔ گیارہویں نعمت آئی شریعت کدہ امامت ورود نیابت سے پھر منوّر ہوا۔ نقی کو قدرت نے عسکری دیا۔ ولی کو پھر ولی ملا۔ ہدایت مسکرائی۔ اسلام میں پھر جان آئی۔ امام حسن عسکری علیہ السلام کے فضائل و مناقب بے شمار ہیں الفاظ کے پھولوں سے کیوں دامن عصمت کو سجاؤں آپ کی فضیلت کے لئے بس یہ ایک فقرہ ہی بہت کافی ہے۔ کہ آپ وہ امام ہیں جو امام آخرالزماں کے پدر عالیمقام ہیں ؎

کافی ہے بس یہ بات فضیلت کو آپکی
والد ہیں آپ مہدی صاحب زماں کے

ہمارا گیا رواں امام ابھی گیارہ ہی سال کا تھا کہ آپکو اپنے پدر بزرگوار امام علی نقی کے ہمراہ سامرے آنا پڑا امام علی نقی کی پوری زندگی کبھی قید کبھی نظر بندی میں گذری۔ امام حسن عسکری تصویر حسن بنکر خاموش ادوار کی کروٹوں کا جائزہ لیتے رہے عمر کی بائیسویں منزل میں سایۂ پدری سے محروم ہوئے تو چھ سال امامت کے فرائض کبھی قید خانہ میں کبھی نظر بندی میں ادا کرتے رہے۔ اس زمانہ میں ایک دہریہ اسحاق کندی۔ قرآن کے خلاف ایک کتاب لکھ رہا تھا جسمیں آیات قرآن میں تناقض اور تضاد کو ثابت کرنا چاہتا تھا۔ امام موقع کے منتظر تھے کہ ایک روز اسکا ایک ذہین شاگرد خدمت امام میں آیا اور کلام امام سے بڑا متاثر ہوا امام نے فرمایا کہ تمہارا استاد یہ کام کیوں کر رہا ہے تم اسکو منع نہیں کرتے اُس نے کہا ہماری کیا مجال کہ استاد کے سامنے زبان کھولیں۔ آپ نے فرمایا اچھا ایک بات جو میں بتلاؤں وہ تو کہہ سکتے ہو اُس نے کہا فرمائیے۔ دیکھو کسی وقت موقع پاکر اپنے استاد سے یہ کہنا کہ یہ آیات قرآنی ہیں جو تم تناقض اور تضاد ثابت کر رہے ہو۔ اگر کلام والا جسکا یہ کلام ہے تم سے آکر کہے کہ جو مطلب تم نے اس آیت سے اپنے ذہن سے پیدا کیا ہے میرا مطلب ہر گز یہ نہیں ہے تو پھر تم کیا جواب دوگے اور تناقض کیسے ثابت کروگے۔ شاگرد نے کہا ہاں یہ میں کہہ سکتا

ہوں اسحاق کندی ایک روز کتابت تناقض قرآن میں مصروف تھا کہ شاگرد نے کہا استاد ایک بات میری سمجھ میں آئی ہے کہ اگر صاحب قرآن آپ سے یہ کہے کہ جو مطلب تم نے اس آیت کا اپنے ذہن سے لیا ہے میرا یہ مطلب ہی نہیں بلکہ یہ ہے تو پھر آپ کیا جواب دینگے اسحاق کندی نے بغور شاگرد کی بات سنی اور تا دیر سر جھوکائے بیٹھا رہا۔ شاگرد سے بولا سچ بتلاؤ یہ بات تمہیں کس نے بتلائی ہے شاگرد نے کہا کہ میری خود ہی سمجھ میں آئی تھی میں نے کہدی۔ نہیں ہرگز نہیں یہ تمہاری قابلیت سے بالاتر ہے استاد سے جھونٹ مت بولو۔ شاگرد نے کہا ابو محمد (حسن عسکری) نے یہ بات مجھے کہی تھی اسحاق کندی نے کہا ہاں اب سچ کہا یہ بات اس گھرانے کے علاوہ کوئی بتلا ہی نہیں سکتا آگ منگوائی اور جو کچھ لکھا تھا سب نذر آتش کر دیا حافظ قرآن امام نے یوں قرآن کی حفاظت فرمائی۔ اور دنیا کو بتلایا کہ ہم اسلام کے لئے بڑی نعمت ہیں۔ ان واقعات کا جتنا چرچا ہوتا تھا۔ دنیوی جاہ و جلال کے دعویداروں کی آتش غضب اور بڑھکتی تھی طرح طرح کی اذیتوں اور اہانتوں کی کوشش ہوتی تھیں۔ حکومت الہیہ کا صحیح وارث قیدخانہ میں مقید تھا۔ معتمد کا زمانہ حکومت تھا کہ عراق میں قحط سالی کے آثار نمودار ہوئے بادشاہ نے مسلمانوں کو حکم دیا۔ کہ میدان

میں جائیں اور نمازِ استقاء بجالائیں مسلمان جمع ہوکر گئے درباری عالم ساتھ تھے نمازِ استقاء ہوئی بارش کا ایک قطرہ زمین پر نہ آیا دوسرے روز پھر گئے پھر کچھ فائدہ نہ ہوا تیسرے روز عیسائیوں کی جماعت میدان میں پہونچی پادری آگے بڑھا آسمان کی طرف دعا کو ہاتھ اٹھانے تھے کہ سیاہ بادل جھوم کر آیا برسا اور ایسا برسا کہ جل تھل بھر گئے دوسرے روز پھر عیسائیوں کی جماعت گئی پادری نے پھر آسمان کی طرف ہاتھ بلند کئے پھر موسلا دھار بارش شروع ہوگئی۔ مسلمانوں نے دیکھا ہنگامہ برپا ہوگیا سیکڑوں کے اعتقاد بگڑ گئے۔ معتمد خلیفہ ڈرا کہ اب سارے مسلمان عیسائی ہوجائیں گے۔ دین کی کشتی کے ناخدا امام حسن عسکری کو بلوایا۔ آپ سنیئے کہاں سے بلوایا۔ قید خانہ سے فرزند رسول آپ کے جد کی امت گمراہ ہوا چاہتی ہے آپ کو اپنے جد کی قسم امت کو گمراہی سے بچائیے۔ امام تشریف لائے فرمایا پادری کو حکم دو کہ پھر میدان میں آئے اور دُعا مانگے۔ پادری آیا اور پھر دعا مانگی اور پھر بارش شروع ہوئی آپ نے بڑھکر پادری کے ہاتھ پکڑ لئے انگلیوں کے درمیان سے کوئی چیز نکال کر اپنی جیب میں رکھ لی اور پادری سے فرمایا اب دُعا کرو پادری نے دعا کی اور آئے ہوئے بادل سب ہوا ہوگئے۔ امام نے وہ چیز اپنی جیب سے نکال کر رومال میں لپیٹ کر معتمد خلیفہ کو دی خود میدان

یں تشریف لائے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے طوفانی بارش شروع ہوئی
سامرہ کے گلی کوچے تالاب ہو گئے لوگ قدموں پر گر پڑے فرزند رسول
بادلوں کو حکم دیجئے کہ اب نہ برسیں شہر برباد ہو جائیگا امام نے پھر دعا
کی بارش ختم ہوئی معتمد حیران تھا پوچھا فرزند رسول یہ کیا راز تھا فرمایا
کسی نبی کی قبر سے اس پادری کو کوئی ہڈی مل گئی تھی یہ جب اس کو
ہاتھ پر لیکر زیر آسمان بلند کرتا تھا تو باران رحمت کا نزول ہوتا تھا وہ
ہڈی مینے اس کے ہاتھ میں سے لیکر تمہیں دیدی ہے جس سے پادری
اب مجبور ہو گیا معتمد بڑا احسانمند ہوا امام کو اس احسان کا عوض بھی
دیا اور وہ یہ تھا کہ قید خانہ سے رہا کر کے گھر میں نظر بند کر دیا۔ زہر بھی
دیتے ہیں زنداں میں بھی بھجواتے ہیں۔ پڑتی مشکل جو ہے پھر یاد بھی
آتے ہیں اسی معتمد نے بڑے شوق سے ایک خچر کی پرورش کی تھی جو
جوان ہو کر بڑا قدآور بلند قامت لحیم و شحیم نکلا مگر شریر اتنا تھا کہ
شہسواروں کو بھی پاس نہ آنے دیتا تھا بڑی کوشش کی گئی کہ اس کے
لگام چڑھایا جائے مگر ہر کوشش ناکام رہی ایک دشمن اہلبیت وزیر نے
خلیفہ کو مشورہ دیا کہ امام حسن عسکری کو بلایا جائے۔ معتمد مسکرایا امام کو
طلب کیا گیا مسند پر اپنے قریب بٹھایا اور کہا فرزند رسول یہ خچر مینے
بڑے شوق سے پالا ہے دیکھئے کسقدر خوبصورت ہے مگر کبھی کے

قابو میں نہیں آتا نہ لگام چڑھواتا ہے آپ نے فرمایا لگام منگواؤ
لگام آیا جس وزیر نے مشورہ دیا تھا اس سے فرمایا تم چڑھاؤ۔ اس نے
کہا حضرت میں تو اس کے قریب بھی نہیں جانے کا۔ معتمد نے امام سے
درخواست کی آپ خود لگام چڑھا دیجئے امام لگام لے کر بڑھے خچر نے
دور سے دیکھا اور گردن جھکائی آپ لگام چڑھا کر پھر اپنی جگہ آ بیٹھے
معتمد نے کہا زین بھی رکھ دیجیے۔ زین منگوائی گئی امام اُٹھے اور زین
خچر کی پشت پر رکھ دی دیکھنے والوں نے دیکھا کہ خچر عرق میں غرق تھا
پسینے کے قطرے زمین پر ٹپک رہے تھے امام واپس ہو رہے تھے
کہ معتمد کھڑا ہو گیا۔ اور کہا اس پر اب آپ سوار بھی ہو جائیں۔ امام نے
سوار ہو کر صحن دربار میں کئی چکر لگائے معتمد نے کہا اب یہ آپ کی ہی
ملکیت ہو گیا لے جائیے۔ معتمد یہ نہ کہتا تو اور کیا کہتا جس پر امام سوار
ہو جائے پھر اس پر سوائے امام کے دوسرا سوار بھی کیسے ہو سکتا تھا؎

خود چلی آتی تجسس میں صراط مستقیم
گر سمجھ لیتا زمانہ کاش کیا ہیں اہلبیت

# مصائب

یوں تو ہر دور میں دشمنان اہلبیت نے اہلبیت رسول پر طرح

طرح کی سختیاں کیں امام حسن عسکری پر یہ سختیاں اس لئے زور پکڑ گئیں کہ خلیفہ وقت کے پیش نظر رسول خدا کی وہ حدیث بھی تھی کہ میرے بعد بارہ جانشین ہونگے جنکا بارہواں امام مہدی آخر الزمان ہوگا جو ظلم و جور کی دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دے گا اور ساری دنیا پر صرف اسی کی حکومت ہوگی لہذا امام حسن عسکری علیہ السلام کے زمانہ میں یہ انتہائی کوشش رہی کہ وہ وقت ہی نہ آنے دیا جائے اور امام کو قید تنہائی میں رکھکر شہید کر دیا جائے۔ چنانچہ امام عالیمقام کو زہر دلوایا گیا چار چار شاہی طبیب ارکین سلطنت امام کی تیمارداری کے لئے مقرر کئے گئے تاکہ یہ شبہہ بھی نہ ہو کہ حکومت نے ایسا کیا ہے اور مقصد یہ بھی تھا کہ لمحہ لمحہ کی خبریں بھی آتی رہیں کہ زندہ ہیں یا وفات پائی۔ ۸ ربیع الاوّل کو امام نے اس دار فانی سے رحلت فرمائی ارکین سلطنت نے معتمد کو جاکر اطلاع کی۔ یہاں عالم تنہائی میں ہونے والے امام قائم آل محمد نے تجہیز و تکفین اور نماز سے فراغت پائی۔ شہادت کی خبر دم کے دم میں سارے شہر میں آگ کی طرح پھیل گئی۔ سامرہ میں کہرام برپا ہوگیا۔ قیامت آگئی سامرے کے بازار دکانیں سب بند۔ کاروبار معطل لوگ سینہ زناں نوحہ کناں جوق در جوق آئے۔ اپنے امام کا کفن اٹھائے اور آخری دیدار کرتے۔ وا محمدا۔ وا علیا۔ وا سیدا کے فلک شگاف

نعرے آسمان تک جاتے۔ بڑے تزک و احتشام سے امام کا جنازہ اٹھا۔ باپ کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

شیعوں نے اسی کو غنیمت سمجھا۔ اس لئے کہ ایک اور جنازہ کی تصویر اُن کے سامنے تھی جو خاک کربلا پر جلتی ریت پر بے گور و کفن پڑا رہا۔ بیٹا بھی موجود تھا مگر زنجیروں میں جکڑا ہوا۔ باپ کی لاش سامنے پڑی تھی۔ چلتے وقت ہاتھ اٹھا کر سلام بھی نہ کر سکا۔ بیمار اور قیدی امام نے لاش کے قریب اپنے آپ کو گرا دیا۔ آنسوؤں کے دریا بہہ گئے بیڑیوں کو سنبھال کر باپ کی لاش کا طواف کیا اور کانپتی ہوئی آواز سے کہا۔ نفس رسول اے روح فاطمہ اے قیدی سجاد کے بابا اپنے بیمار اسیر کا آخری سلام قبول فرمائیے۔ پھوپی زینب کی تنہائی کا خیال ہے ورنہ آپکو تنہا چھوڑ کر نہ جاتا۔ میری اس مجبوری کو بابا معاف فرمائیے۔

الا لعنۃ اللہ علی قوم الظالمین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# امام صاحب العصر علیہ السلام

# فضائل

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین

وآلہ الطیبین الطاہرین اما بعد فقد قال اللہ تبارک وتعالیٰ فی

قرآن المجید فرقان الحمید

یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰہِ بِاَفْوَاہِہِمْ وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ۔

لوگوں کا ارادہ ہے کہ اللہ کے نور کو اپنی پھوکوں سے بجھا دیں حالانکہ خدا اپنے نور کو تمام کر کے رہے گا۔ اللہ اللہ کیسی نور بھری آیت ہے اور کیوں نہ ہو اسکا کلام ہے جو خود نور مطلق ہے۔ سبحان اللہ! کیا بیان ہے اور کیا شان ہے۔ یہ اعجاز قرآن ہے کہ ہر لفظ معترض کے لئے دلیل و برہان ہے آیت میں یہ نہیں فرمایا گیا کہ لوگوں کا ارادہ ہے اللہ کو پھوکوں سے بجھا دیں اور نہ یہ فرمایا کہ لوگوں کا ارادہ ہے کہ نور کو پھوکوں سے بجھا دیں بلکہ یوں فرمایا کہ اللہ کے نور کو پھونکوں سے بجھا دیں۔

عربی داں حضرات جانتے ہیں کہ مضاف ہمیشہ مضاف الیہ کا غیر ہوتا ہے۔ لہٰذا اللہ اور ہے اور نور اور۔ مگر سبحان اللہ کیا کہنا اس نور کا جسکو اللہ اپنا نور فرمائے اور خالق انوار اس کو اپنی طرف منسوب فرمائیے۔ آیئے اس نورانی آیت میں نور کا چراغ لیکر ڈھونڈیں تو سہی کہ اس نور سے کیا مراد ہے۔ میں کیوں عرض کروں خود زبان رسالت پکار کر کہے۔ اوّلُ مَاخلق اللہُ نوری۔ سب سے پہلے خدا نے میرے نور کو خلق فرمایا میں خدا کا نور ہوں۔ پھر زبان رسالت ہی کہے گی۔ انا وعلیؑ من نورٍ واحد۔ میں اور علی ایک ہی نور ہیں۔ پھر زبان وحی توضیح فرمائے گی اولنا محمد اوسطنا محمد آخرنا محمد و کلنا محمد۔ بس ہماری ابتدا بھی نور انتہا بھی نور۔ نورٌ علیٰ نور ہے۔ بعض مفسرین نے نور سے اسلام مراد لی ہے حالانکہ آیت میں یہ نہیں ہے کہ اللہ اپنے اسلام یا اپنے دین کو پورا کرکے رہے گا۔ ورنہ یوں ہوتا واللہ متم دینہ) پھر تکمیل دین ہوچکی اکملتُ لکم دینکم کی سند بھی آچکی اب کس چیز کی تکمیل ہوکے رہے گی معلوم ہوا کہ جس نور کے بجھانے کی ترکیبیں ہورہی تھیں۔ وہ اب بھی جاری ہیں ایک وقت وہ آنا چاہیئے کہ تکمیل نور ہوجائے۔ اور پھونکیں ختم ہوجائیں۔ اور دنیا نور خدا سے ایسی منور ہوجائے کہ کوئی گوشہ عالم تاریک نہ رہے۔

چنانچہ قدرت کا نور ازلی نور ابدی بنکر دنیا میں آیا۔ ادھر شمع ہدایت جلی ادھر مخالفین کی پھونکیں چلیں شمع رسالت کے بجھا لینے کی مسلسل کوششیں ہوتی رہیں دشمنوں نے سامنے آکر منافقوں نے پروانہ کی صورت بنا کر شمع پر پے در پے حملے کیئے ابھی نور رسالت دنیا کو کامل روشن نہ کر سکا تھا۔ ظلمت کی اب بھی اکثریت تھی کہ چراغ رسالت نے بجھنے سے پہلے ایک اور چراغ جلایا۔ خانہ خدا کا چراغ محراب مسجد میں پھونکوں سے گل کر دیا گیا۔ چراغ سے پھر چراغ جلا پھونکیں تیز تر ہوتی گئیں زہریلی پھونکوں نے اس چراغ کو بھی گل کیا قدرت نے ایک عجیب نور کا مینار صحرائے کربلا میں لا رکھا پھونکوں کا طوفان آندھی بنکر بڑھا مگر واہ رے نور شمع کا گلا گھٹتا رہا نور بڑھتا رہا۔ ان آندھیوں ہی میں ایک چراغ اور جلایا یہ زنجیر عالم کو نورانی کرتا چلا۔ چراغ سے چراغ جلتا رہا کہ آخری چراغ کی باری آئی۔ اور قدرت نے فرمایا۔ ؎

نور خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن

پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا۔

شعبان معظم کی ۱۵ ر مقدس تاریخ تھی کہ۔

نور پھر آج محمد کا دوبارہ چمکا ؎ بارہویں برج امامت کا ستارہ چمکا

آغوش نرجس میں گل امامت قیامت کی خوشبو لیکر آیا۔

تابش انوار محمدی سے کون و مکان جگمگا اُٹھے ۔ نور ازل سرحد ابد سے جا ملا ۔ ڈرتی دنیا نے سکون کا سانس لیا ۔ قیام عالم کو قائم آل محمدؐ آیا ۔ عدل مسکرایا اور باطل گھبرایا ۔ آخری نبی کا آخری جانشین وجعلہم وارثین کی تلاوت کرتا ہوا آیا جناب حکیمہ ارشاد فرماتی ہیں کہ جب نور صاحب الزماں عالم وجود میں آیا تو زبان پر کلمۂ شہادتین تھا شانہ منور پر جاء الحق زہق الباطل ان الباطل کان زھوقا کی مہر امامت تھی ۔ مہتاب امامت کے حسن سے خانۂ حسن منور ہو گیا ۔ زمانہ نے یا صاحب العصر والزمان کہکر سلام کیا ۔ قرآن نے یا شریک القرآن کہکر احترام کیا ۔ کائنات یا امام الانس والجان کہکر آداب بجا لائی ایمان نے یا مظہر الایمان کہکر گردن جھکائی ۔

جبیں عقیدت جھکی جا رہی ہے ✿ زبان پر مری کس کا نام آ رہا ہے
تصدق جبین عقیدت کہ اُن پر ✿ خدا کا درود و سلام آ رہا ہے

خاتم المرسلین کا خاتم الوارثین جاء الحق زہق الباطل کی تفسیر بن کر ۔ رسالت کی تصویر بن کر ۔ دین کی تقدیر بن کر ۔ اسلام کی توقیر بن کر آیا ۔ مشرکین و منافقین کے لئے مہلت کا پیغام لایا ۔ حق آ چکا تھا ۔ زہق الباطل تشنۂ تفسیر تھا ۔ جس کی تفسیر قدرت کو اس بارہویں آخری نور سے کرانی تھی ۔ رحمت کا تقاضہ تھا کہ ابھی ظالمین کو کچھ

اور وقت دیگر انتظار کیا جائے۔ ابھی یہ نور عمر کی پانچویں منزل ہی میں پہونچا تھا کہ بجھانے کی پھر کوشش شروع ہوئیں۔ رشیق حاجب کا بیان ہے کہ ایک روز بعد شہادت امام حسن عسکری معتضد باللہ خلیفہ نے مجھے طلب کیا اور حکم دیا کہ دو سواروں کے ہمراہ ابھی جاکر خانہ امام حسن عسکری کا محاصرہ کرو اسمیں جس بچہ یا بڑے کو پاؤ فوراً قتل کر کے اسکا سر میرے پاس لے آؤ۔ میں نے دو سواروں کو لیکر خانہ امام حسن عسکری کا محاصرہ کیا اور داخل ہو کر کسی کو نہ پایا۔ ایک دروازہ پر پردہ پڑا ہوا تھا میں اندر داخل ہوا تو ایک سرداب تھا اور ایک طرف دریا نظر آیا جس پر چٹائی بچھائے ہوئے ایک بچہ مصروف عبادت تھا میرا ایک ساتھی پانی میں اترا تا کہ بچہ تک پہونچے مگر ڈوبنے لگا۔ ہم نے بڑی مشکل سے اس کی جان بچائی۔ پھر دوسرا پانی میں کودا اسکا بھی یہی حشر ہوا۔ میں نے کنارہ پر کھڑے ہو کر معافی چاہی کہ خدارا ہماری اس نادانستہ جرأت کو معاف فرمائیے۔ مگر وہ مطلق ملتفت نہ ہوئے۔ یہ سارا واقعہ آکر خلیفہ کو سنایا۔ خلیفہ نے ہم سے قسم لی کہ اس واقعہ کو کسی دوسرے سے بیان نہ کریں۔ چنانچہ جب تک معتضد زندہ رہا ہم نے کسی سے اس راز کو ظاہر نہیں کیا۔ یہیں سے امام کی غیبت صغریٰ کا زمانہ شروع ہوتا ہے جسمیں نائبین امام

ہی زیارت امام سے مشرف ہوتے رہے اس کے ستر سال بعد غیبت کبریٰ شروع ہوئی اب سوال یہ رہجاتا ہے کہ غیبت بارہویں امام ہی کے ساتھ کیوں مخصوص ہوئی۔ اور امام بارہ ہی کیوں ہوئے۔ یہ سلسلہ تا قیامت یکے بعد دیگرے جاری بھی رہسکتا تھا۔ یہ مسئلہ ذرا تفصیل طلب ہے پہلے ہم یہ دیکھیں کہ سنت الٰہی کیا ہے۔ نظام عالم کی بقا اور قیام کے لئے قدرت نے اسی بارہ کے عدد ہی سے کام لیا ہے۔ نظام شمسی کی بقا اور قیام کے لئے گیارہ یا تیرہ نہیں۔ بارہ برج قرار دیئے۔ جن پر بقائے عالم کو موقوف رکھا۔ نظام ارض کے لئے شب و روز خلق فرمائے جن کا مدار بارہ بارہ گھنٹوں پر رکھا سال کو بارہ مہینوں پر تقسیم کر کے زمانہ کی پیمائش سے روشناس کیا اور یہ عدد کسقدر قدرت کو پسند آیا کہ اپنے کلمہ لا الٰہ الا اللہ میں بارہ ہی حرف رکھے حبیب کا نام آیا تو محمد الرسول اللہ کہکر بارہ ہی حرف کا مجموعہ بنایا۔ علی اعلیٰ نے جب علی کو نوازا تو علیؑ خلیفۃ اللہ کہکر بارہ ہی حرف عطا کئے۔ جب آدم صفی اللہ کو وصی عطا ہوئے تو بارہ ہی وصی دیئے نوح نجی اللہ کو بارہ خلیفہ اور وصی عطا ہوئے۔ ابراہیم خلیل اللہ کو بھی بارہ ہی وصی دیئے۔ موسیٰ کلیم اللہ کے بھی بارہ ہی وصی تھے عیسیٰ روح اللہ کو بھی بارہ ہی حواریین عطا ہوئے۔ پھر خاتم المرسلین کو کیوں نہ بارہ وصی ملتے اس لئے کہ۔

لَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰہِ تَبْدِیْلاً اللہ کی سنت کبھی تبدیل نہیں ہوتی ہے

ہے منحصر زمانہ کا بارہ ہی پر نظام ⁂ بارہ ہی برج بارہ ہی گھنٹے ہیں صبح شام

ہے سال کا بھی بارہ مہینوں پہ اختتام ⁂ اس پر یہ اعتراض ہے بارہ ہیں کیوں امام

یہیں سے اگر ہم غور کریں تو یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوجاتی ہے۔ کہ بارہویں امام غائب کیوں ہیں۔ یہ تسلیم کر لینے کے بعد کہ ختمی مرتبت کے وصی صرف بارہ ہی تھے اگر بارہواں وصی بھی اس خونخوار دنیا میں گیارہ اوصیاء کی طرح موجود ہوتا اور ختم ہوجاتا تو آپ سمجھے کیا ختم ہوجاتا۔ وصی تو ختم ہو ہی جاتا ساتھ ساتھ اشرف المرسلین خاتم النبیین کی نبوت بھی ختم ہوجاتی۔ اس لئے کہ اوصیاء کے ختم ہوجانے پر پھر کسی نبی کی ضرورت ہوتی ہے۔ کیونکہ دنیا بغیر ہادی کسی وقت بھی خالی نہیں رہ سکتی۔ لِکُلِّ قَوْمٍ ھَادٍ۔ اور امام نے فرمایا ہے اگر دنیا میں صرف دو آدمی رہجائیں تو انمیں سے ایک ضرور ہادی یا امام ہوگا۔ قدرت کو اپنے حبیب کی نبوت کو تا قیامت قائم اور باقی رکھنا تھا اس لئے ضروری تھا کہ آپکا کوئی وصی قائم آل محمد دنیا میں قیامت تک رہے تاکہ کوئی غلام دعوائے نبوت نہ کرسکے ختم نبوت سے یہ مطلب نہیں کہ نبوت ختم ہوگئی بلکہ مطلب یہ ہے کہ قیامت تک محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت اب ختم ہی نہیں ہونے کی اور آپکی نبوت سے قیامت تک

کوئی زمانہ خالی ہی نہیں رہنے کا اور یہ اسی صورت میں ہوسکتا تھا۔
جب آپ کا کوئی وصی دنیا میں موجود ہو (صلوٰۃ) ہم سے یہ بھی پوچھا
جاتا ہے کہ اچھا اگر وہ موجود ہیں تو کہاں ہیں۔ ؎

ہرگز نہ بتائینگے تجھے دشمن جان
کیوں پردہ میں اتنک ہے امامت پنہاں
گیارہ کو تمام کرنے والے ظالم
اب کہتا ہے بارہواں بتلاؤ کہاں

گیارہ آئمہ کے قاتلوں کا حشر تو روز حشر ہی معلوم ہوگا مگر دنیا
میں بھی جس ذلت وخواری سے وہ تاجدار اور قاتل فی النار ہوئے وہ
بھی کچھ کم عبرت انگیز نہیں۔ یہ بات نہیں کہ انہوں نے نادانستہ قتل
کیا بلکہ ان کی شہادت کا باعث ہی یہ یقین تھا کہ یہ امام ہیں۔ اور
حقدار حکومت الٰہیہ ہیں۔ اصحاب و تابعین سے متعدد احادیث
بارہ اماموں کے بارے میں نام بنام سنتے چلے آئے تھے رسول خدا کی
معتبر چالیس ایسی حدیثیں ہیں جن میں بارہویں امام کا ذکر بالوضاحت
موجود ہے۔ جن کو حافظ ابونعیم اور احمد ابن عبداللہ اکابر علماء اہلسنت
نے اپنی کتابوں کشف الغمہ فضول المہمہ وغیرہ میں ذکر کیا ہے چنانچہ
حذیفہ کہتے ہیں کہ رسول خدا نے ہم سے فرمایا کہ دنیا ختم نہ ہوگی۔ جب

تک ایک شخص میرے فرزندوں میں سے جو میرا ہمنام ہوگا پیدا نہ ہولے سلمان فارسی نے کھڑے ہوکر سوال کیا یارسول اللہ آپ کے فرزندوں میں سے وہ کون ہوگا۔ امام حسینؑ اسوقت آغوش رسول میں تھے رسول نے اپنے نواسہ حسینؑ کے شانہ پر دست مبارک رکھکر فرمایا میرے اس فرزند کی اولاد سے۔ اسی قسم کی انتالیس احادیث اور ہیں اور یہی نہیں معتبر کتب اہل سُنّت میں اکابر علماء اہلسنت کے اقوال پیدائش امام زمانہ کے بارے میں بکثرت موجود ہیں۔ علامہ ابن حجر مکی صواعق محرقہ صـ۱۲۴ علاّمہ محمد ابن طلحہ شافعی مطالب السّول صـ۲۹۲ علاّمہ جوزی تذکرہ خواص الائمہ صـ۲۰۴ علاّمہ قطب ربانی الجواہر صـ۲۸۸ ابوعبداللہ شافعی کشف الظنون صـ۲۰۸ علاّمہ ابوعبداللہ شافعی نے ینابیع المودت صـ۳۹۳ میں یہ عبارت تحریر کی ہے کہ حضرت کی عمرُ اپنے والد کے انتقال کے وقت پانچ سال تھی مگر اس عمر میں خدا نے آپ کو کمال علم وحکمت عطا فرمایا تھا۔ آپ کا نام قائمؑ اور منتظر بھی ہے اور یہ نام اس لئے رکھا گیا کہ آپ پوشیدہ ہوگئے اور نہ معلوم ہوسکا کہ کہاں تشریف لیگئے۔ شیعوں کا قول ہے کہ وہی مہدی موعود ہیں۔ ان تمام علماٴ اہلسنت کے اقوال سے آپ کی پیدائش ثابت ہے کسی فرقہ کو آپ کی ولادت سے انکار نہیں اور کوئی قول کسی مورخ کا اور کسی

فرقہ کے علماء کا ایسا نہیں جسمیں آپ کے انتقال کی خبر دی گئی ہو۔
لہذا جب تک کسی کا مرنا معلوم نہ ہو اسکو زندہ ماننا ضروری ہے۔
اور امام کا موجود ماننا اس لئے بھی ضروری ہے کہ وجود امام پر ایمان
نہ ہونے سے مسلمان مسلمان ہی نہیں رہتا رسول مقبول کی معتبر حدیث
ہے۔ مَنْ مَاتَ ولم یعرف امام زمانہ فقد مات میتۃ جاھلیۃ
جو شخص مر جائے اور اپنے امام زمانہ کی معرفت نہ رکھتا ہو وہ کافروں
کی موت مرے گا۔ لہذا یہ مسئلہ بھی طے ہوا کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ امام مہدی
پیدا ہونگے اور اسوقت موجود نہیں۔ وہ بتلائیں کہ رسول کی اس حدیث
کے مطابق وہ کونسے امام زمانہ سے متعارف ہیں اور اگر نہیں ہیں تو
ان کی موت کو اس حدیث کے پیش نظر کیا سمجھا جائے۔ آیئے اب
ہم مومنین کے قلوب کی جلاء کے لئے چہاردہ معصومین کی طاہر واطہر
زبان سے امام آخر الزمان کی تصدیق سنائیں۔ سید المرسلین صادق
وامین نے فرمایا۔ میرے وصی بارہ ہونگے اول علی اور آخری قائم مہدی
(ینابیع المودۃ) ص۴۲۵ جابر ابن عبداللہ انصاری نے رسالتمآب سے
تفصیل پوچھی تو فرمایا اول علی ثمہ حسن ثمہ حسین ثمہ علی ابن الحسین
ثمہ محمد باقر ثمہ جعفر صادق ثمہ موسیٰ کاظم ثمہ علی بن موسیٰ ثمہ محمد بن علی
ثمہ علی ابن محمد۔ ثمہ حسن ابن علی ثمہ محمد مہدی (روضۃ الاحباب

(ینابیع المودة صفحہ ۲۶۹ صفحہ ۴۷۳) سیدۃ النساء العالمین نے فرمایا (از لوح سیدہ) جابر انصاری سے منقول ہے کہ آپ نے بارہ اماموں کے نام بتلائے جسمیں تین محمد۔ چار علی اور آخری قائم۔ امیر المومنین نے فرمایا۔ روایت از امام رضا علیہ السلام آپ نے امام حسینؑ کو مخاطب کرکے فرمایا تمہاری اولاد میں سے نواں قائم ہوگا جو دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔ امام حسنؑ نے فرمایا میرے بھائی حسین کی اولاد میں نواں قائم ہوگا جو طولانی غیبت کے بعد قدرت خدا سے ظاہر ہوگا۔ امام حسینؑ نے فرمایا نواں میری نسل میں سے وہ امام ہے جو قائم ہوگا جس کے ذریعہ دین حق تمام ادیان پر غالب ہوگا اس کی طولانی غیبت کی وجہ سے لوگ گمراہ ہوجائینگے جو ایمان پر برقرار رہینگے ان کو رسول کے ہم رکاب جہاد کرنے کا ثواب حاصل ہوگا۔ امام زین العابدینؑ نے فرمایا قائم وہ ہوگا جس کی ولادت لوگوں سے پوشیدہ رہیگی یہانتک کہ عام لوگ کہینگے وہ ابھی پیدا ہی نہیں ہوا ——————

امام محمد باقر نے فرمایا حسین کے بعد نواں امام معین ہے جسکا نام قائم ہوگا۔ —— امام جعفر صادق نے فرمایا میرے فرزند موسیٰ کی نسل سے پانچواں قائم ہوگا —— امام موسیٰ کاظم نے فرمایا میری اولاد میں پانچواں قائم ہوگا جو زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا اسکی طولانی غیبت کیوجہ سے

اکثر لوگ مرتد ہو جائیں گے ـــــــ امام علیؑ رضا نے فرمایا۔ اے دعبل میرا ایک فرزند محمد ہوگا اسکا فرزند علی اسکا فرزند حسن ہوگا حسن کے بعد اسکا فرزند قائم ہوگا جو طولانی غیبت کے بعد ظہور کرے گا۔ اور تمام پر غالب آجائے گا ـــــــ امام محمدؑ تقی نے فرمایا۔ قائمؑ ہم ہیں سے وہی مہدی ہوگا جو میری نسل ہیں تیسرا ہوگا ـــــــ امام علیؑ نقی نے فرمایا۔ میرا جانشین تو میرے بعد میرا فرزند حسن ہے اور اس کا جانشین وہ ہوگا جسکا تمہیں دیکھنے کا موقع نہ ملے گا بلکہ نام تک لینے کی اجازت نہ ہوگی لوگوں نے کہا پھر ان کا نام کس طرح لیا جائے گا۔ فرمایا بس یوں کہنا الحجّۃ مِنْ آلِ محمّد ـــــــ امام حسنؑ عسکری نے فرمایا۔ زمین حجت خدا سے خالی نہیں رہ سکتی جس نے اپنے امام زمانہ کو نہ پہچانا وہ کفر کی موت مرا۔ لہٰذا سنو میرے بعد میرا جانشین پیغمبر خدا کا ہمنام ہے جسکی طولانی غیبت ہے ظہور کے وقت کی پیشین گوئی کرنے والا غلط گو ہے ۔ یہ چند اقوال بہ نظر اختصار پیش کئے گئے ورنہ ولادت امام زمانہ ۔ وجود امام اور غیبت امام پر سیّد المرسلین اوصیاء خاتم النبیّین کی بے شمار احادیث ہیں ۔ ان احادیث اور اقوال کی موجودگی ہیں کسطرح ممکن ہے کہ رسول کے ماننے والے آئمہ معصومین کے غلاموں کے دل ہیں بارہویں کی مصلحتاً غیبت کی وجہ سے نقش

ایمان کچھ دھندلا پڑجائے ہمارے تو ایمان کی ابتدا ہی غیبت سے ہے
جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ امام کو جب ہم نے دیکھا ہی نہیں تو کیسے مان لیں
اُن سے کہدو۔

نہیں دیکھا ہم نے یہ ہے عذر باطل ؎ امامت کا اقرار کرنا پڑے گا
اگر ضد یہی ہے کہ دیکھیں تو مانیں ؎ خدا کا بھی انکار کرنا پڑے گا،

کبھی کہا جاتا ہے کہ ایک انسان کی اتنی طویل عمر کیسے ہوسکتی ہے
اور اگر طویل عمر ہے بھی تو غائب کیوں ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ معترضین
کی مخالفت برائے مخالفت ہے۔ حقیقت کو یہ کبھی سمجھے ہوئے ہیں
مگر بارہویں امام کے وجود کو اسوقت اس لئے نہیں مانتے کہ کہیں
کڑی سے کڑی ملکر بارہ کا سلسلہ نہ مکمل ہوجائے ان سے اگر پوچھا جائے
کہ عیسیٰ۔ خضر۔ الیاس زندہ ہیں اور غائب ہیں تو فوراً جواب ملے گا کہ
جی ہاں زندہ ہیں قرآن شاہد ہے اور خدا قادر ہے جسکو چاہے اور جب
تک چاہے زندہ رکھے مگر جب اس بارہویں ہادی کا سوال آئیگا تو
اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر کی آیت ہی قرآن سے غائب ہوجائیگی
خدا کی قادریت ہی ختم ہوجائے گی کہا جائے گا اتنی عمر ہو ہی نہیں
سکتی۔ کھاتے کیا ہونگے۔ غائب کیوں ہیں۔ میں عرض کرونگا ؎

یہ میں نے خضر سے عیسیٰ سے ایک دن کہا ؎ تمہارے ہونے سے اسطرح فائدہ کیا ہے

کہا چھپاتا ہے دیتا ہے جسکو عمر دراز ؎ خدا سے پوچھو کہ تیرا یہ قاعدہ کیا ہے

ہمارا مسلک یہ ہے کہ وجود امام ضروری ہے اور خود وجود امام ہی فیض خداوندی ہے۔ گو پیش نظر نہ ہو۔ آفتاب پردہ ابر میں بھی ضو فگن اور فیض رساں ہے کبھی سنا یا دیکھا ہے کہ سورج بادلوں میں چھپ گیا ہو اور کارخانۂ عالم معطل ہو گیا ہو لوگ رات سمجھکر بستروں میں جا لیٹے ہوں۔ کیوں صرف اس یقین پر کہ سورج موجود ہے دنیا کی مشینیں کام کرتی رہینگی۔ وہی گہما گہمی۔ وہی چہل پہل وہی سعی عمل برقرار رہے گی پردۂ ابر میں غیبت آفتاب سے سو جانے والے جب رات کی تاریکی میں جاگیں گے تو عمل کی دنیا خاموش ہو چکی ہوگی آفتاب غروب ہو چکا ہوگا عمل کا وقت ختم ہو چکا ہوگا۔ یہ فیض وجود امام ہی ہے کہ دنیا اور دنیائے عمل زندہ ہے۔ کبھی کہا جاتا ہے کہ اگر موجود ہیں اور غائب ہیں تو غائب ہدایت کیا کرسکتا ہے اور جب ہدایت نہیں تو موجود ہونے سے کیا فائدہ میں عرض کروں گا ؎

بے فائدہ غیبت ہے غلط ہے یہ گماں ؎ اللہ بھی پردہ میں ہے خود فیض رساں
شیطان پہ ایمان ہے جو بہکاتا ہے ؎ مہدی کی ہدایت پہ نہیں ہے ایمان

شیطان اگر پردہ غیب میں بیٹھا ہوا بہکا رہا ہے تو ہمارا ایک امام بھی پردۂ غیب میں راہ ہدایت دکھا رہا ہے۔ خدا کا شکر ہمارا امام

ہے موجود۔ قیامت ان کی ہے جنکا کوئی امام نہیں کبھی یہ سوال ہے
کہ کب ظاہر ہونگے۔ تو۔ ابھی کچھ انتظار ہے باقی۔ حکم پروردگار ہے باقی
کیسے آجاتے آفتاب منظر۔ جب فضا میں غبار ہے باقی۔ اس حکیم مطلق
نے اسکا جواب خود اپنے کلام پاک میں یوں ارشاد فرمایا ہے۔ کہ
تَسْئَلُوا عَنْ اَشْیَاءَ ان تبد لکم تَسُؤکُمْ۔ مت سوال کرو ان چیزوں
کا جن کا سوال نہیں کرنا چاہئے۔ یعنی جو نہیں پوچھنا چاہیئے اُسے
مت پوچھو۔ ظہور امام کا تو وقت ہی عجیب ہوگا جا۔ الحق زھق
الباطل کی زندہ تصویر سامنے ہوگی۔ دجال سے لیکر شیطان تک گوشہ
ناامیدی میں سر دیئے رو رہے ہونگے از مشرق تا بہ مغرب پرچم
ہدایت لہراتا ہوگا۔ مگر آج بھی فیضان ہدایت کا دریا جوش زن
ہے جب کبھی علماء امتی کا بنیاء بنی اسرآئیل کو ضرورت پیش آتی
ہے تو ہادی زمانہ مدد فرماتا ہے اس قسم کے واقعات سے کتب شیعہ
بھری پڑی ہیں۔ میں ایک مختصر سا واقعہ ایک عالم جید شیخ مفید
علیہ الرحمہ کا پیش کر رہا ہوں پہلے یہ بتلا دوں کہ یہ کس مرتبہ کے
عالم تھے خود فرماتے ہیں کہ ایک روز میں نے خواب میں دیکھا کہ
سَیّدہ کونین دو بچوں کی انگلیاں پکڑے تشریف لائیں ہیں اور
مجھے فرماتی ہیں کہ شیخ ان بچوں کو پڑھاؤ۔ میں خواب سے بیدار ہوا

اور بہت رویا کہ میں نے یہ کیا خواب دیکھا۔ کہاں سیدۂ کونین کے بچے اور کہاں میری شاگردی۔ صبح کو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک معظمہ دو بچوں کو لئے ہوئے آ رہی ہیں میں تعظیم کو کھڑا ہو گیا اور عرض کی کیا حکم ہے انہوں نے فرمایا میں اپنے ان دو بچوں کو آپ کی سپرد کرنے لائی ہوں ان کو پڑھائیے شیخ مفید نے ان دو بچوں کو پڑھایا اور ایک سید مرتضیٰ اور دوسرا سید رضی عالم بے عدیل بنکر آسمان علم پر چمکا۔ یہی شیخ مفید علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ایک روز ایک عورت کا جنازہ آیا اور مجھے نماز میت کی فرمائش کی گئی۔ گھر سے باہر آ کر میں نے جنازہ کی نماز پڑھا دی۔ دوسرے روز خیال آیا کہ یہ عورت کا جنازہ تھا میں نے بغیر دریافت کئے کہ یہ عورت حاملہ تو نہیں نماز پڑھا دی اگر حاملہ ہوئی تو بچہ کا خون ناحق میری گردن پر رہا۔ یہ سوچ کر بہت روئے اور فتویٰ دینے اور نماز پڑھانے سے قسم کھا لی۔ رات کو خواب میں امام زمانہ کو دیکھا کہ فرما رہے ہیں۔ شیخ قسم کا کفارہ دو اور کار ہدایت جاری رکھو ہم مدد کرنے والے ہیں۔ شیخ مفید رفع اشتباہ کو صاحب میت کے پاس گئے اور اس سے پوچھا کہ جس عورت کی میں نے پرسوں نماز پڑھی وہ حاملہ تو نہ تھی اس نے کہا ہاں سات ماہ کا حمل تھا۔ ہم نے جب آپکا پیغام پہونچا تو دفن سے قبل ہی پیٹ چاک کر کے بچہ کو نکال لیا تھا

اور بچہ ابھی تک زندہ ہے۔ شیخ مفید یہ سنکر سجدہ میں گر گئے شکر خدا ادا کیا اور سمجھے کہ میرے امام نے یہ میری مدد فرمائی۔ خوش قسمت اور خوش نصیب ہیں وہ مومنین جو ایسے گھر میں پیدا ہوئے جہاں مذہب حقہ کی نعمت بیٹھے بٹھائے مل گئی۔ آج یوم عید ہے معمولی عید نہیں مومنین کی سب سے بڑی عید ہے آج دین حقہ کا وہ پیشوا آیا جس نے مومنین کو قیامت تک جہالت کی موت سے بچایا یہ سجی ہوئی محفل آسمان کا سائبان زمین کا فرش آفاق کی قاناتیں آفتاب و مہتاب کی قندیلیں ستاروں کے قمقمے سب ختم ہو جاتے اس لئے کہ جب صاحب لولاک ہی نہ رہا تو خیمہ ابتک کیوں لگا ہوا ہے۔ معلوم ہوا کہ اس خیمہ عالم میں ابھی شہنشاہ لولاک کا کوئی وزیر مقیم ہے۔ کیوں اس لئے کہ۔

لولاک سے گر مقصد تھے صرف محمد ہی

جب وہ نہ رہے آخر دنیا بھی نہ رہجاتی

رہجانے سے دنیا کے معلوم ہوا اختر

ہے کوئی محمد سا دنیا میں ابھی باقی،

آیئے آخر میں ہم سب ملکر درگاہ رب العزت میں بہ صدق دل یہ دعا کریں کہ پالنے والے تو نے فرمایا ہے کہ یوم ندعو کل اناس بامامہم۔ قیامت کے روز ہر انسان کا اپنے امام کے ساتھ حشر ہوگا۔

ہمارا حشر بحق محمدؐ و آل محمدؐ ہمارے اماموں کے ساتھ اور ان کا حشر اُنکے اماموں کے ساتھ ہو۔ آمین :۔

بے معرفت امام کے ہے مرگ کفر
لاریب یہ حدیث رسول انام ہے۔
تسبیح بے امام کے زاہد ہے ناتمام
تسبیح فاطمہ ہیں ابھی تک امام ہے

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّآلِ مُحَمَّدٍ

یا صاحب الزمان الامان الامان۔من فتنہ الزمان

عجل اللہ تعالیٰ ظہورہٗ

# قصیدہ

یہ کب کہا میں نے تجھ سے واعظ زمین پہ وہ نازنین نہیں ہے
جہاں بھی ہے ہے وہ عرش اعظم زمین وہ ہرگز زمین نہیں ہے
یقین ہے ہوجاتی باریابی وہ ایسا پردہ نشین نہیں ہے
مگر ہاں اس آستان کی قابل ابھی ہماری جبین نہیں ہے
ہے اس کے دم سے قیام عالم ہے اسکے دم سے نظام امکان
یہ کیسے سمجھوں بھلا ہے امکان مکان تو ہے اور مکین نہیں ہے

حدیثِ ثقلین کہہ رہی ہے جدا نہ ہوگی کتاب و عترت

قرآن ہے جب تو کیسے کہدوں کہ وہ امام مبین نہیں ہے

وہ آ ہی جاتے کبھی تو آتے یہ دن بھی فرقت کے کٹ ہی جاتے

مجھے یہ ڈر ہے کہ شاید ان کو مری وفا پر یقین نہیں ہے

یہ ٹھان لی ہے اب ہم نے اختر جبین ہو لیوں سنگ آستاں پر

پکار اٹھے یہ آستانہ یہ آستان ہے جبیں نہیں ہے،

---

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# جناب زینب سلام اللہ علیہا

# فضائل

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین وآلہ

الطیبین الطاہرین اما بعد فقد قال اللہ تبارک وتعالیٰ فی

کتاب المبین وھو اصدق الصادقین

قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ - ترجمہ

اے رسول ان سے کہدو کہ میں اجر رسالت کچھ نہیں چاہتا مگر یہ کہ تم میرے قربیٰ سے مودت رکھو۔ حق کے شیدائی۔ رسالت کے فدائی انسانوں کی بارگاہ رسالت میں درخواست پیش ہوئی کہ ہم اپنے محسن اعظم کے ان احسانات کی بارشوں کا جسکی بدولت کثافت ازلی سے نکل کر لطافت ابدی سے مالامال ہوئے کچھ صلہ دینا چاہتے ہیں۔ قدرت نے دیکھا اچھا موقع ہے اپنے رسول کو حکم ہوا کہ اے ہمارے حبیب تمہاری ان بے بہا خدمات کا اجر تو یہ کیا دے سکتے ہیں انکا

اجر تو ہم دیں گے۔ مگر تم ان سے ایسی چیز مانگ لو جس سے دین اسلام کو تا قیامت استحکام ہو جائے لٰہذا کہدو کہ ان خدمات کی مزدوری میرے اقربا سے مودّت ہے۔ قرآن کی یہ واضح آیت ہے جسمیں مودّت قربیٰ محبت عترت اطاعت اہلبیت کو واجب قرار دیا گیا ہے۔ یوں تو قرآن تذکرہ آل محمدؐ سے بھرا پڑا ہے۔ مسند احمد ابن حنبل میں مجاہد نے اعتراف کیا ہے کہ علی ابن ابی طالب کی شان میں ستّر سے زیادہ آیات موجود ہیں۔ علمارِ حقہ نے فرمایا ہے کہ تین سو ساٹھ آیات شان امیر المومنین میں قرآن مجید میں موجود ہیں امام جعفر صادق علیہ السّلام کا ارشاد ہے کہ ایک ثلث قرآن شان امیر المومنین میں نازل ہوا ہے۔ ہمیں سخت حیرت ہے کہ علمار اسلام قرآن پر کس چشمہ سے نظر ڈالتے ہیں کہ ان کو ایک آیت بھی شان امیر المومنین میں نظر نہیں آئی۔ لا اسئلکم علیہ اجراً جیسی واضح اور روشن آیت پر بھی پردے ڈالنے کی کوششیں ہوتی ہیں۔ اور کہا جاتا ہے کہ اس آیت میں قربیٰ سے مُراد اپنے اقربا ہیں۔ اور حکم یہ ہے کہ تم اپنے اقربا سے محبت رکھو۔

سبحان اللہ۔ گویا مطلب یہ ہوا کہ تمہارے اقربا۔ کافر ہوں یا مشرک۔ ان سے محبّت رکھو بس اجر رسالت ادا ہو گیا۔ تمہارے اقربا مفسد ہوں یا منافق ان سے محبّت کرو اجر رسالت ادا ہو گیا تمہارے

اقربا۔ خائن ہوں یا غاصب ان سے محبت کرو اجر رسالت ادا ہوگیا۔ تمہارے اقربا بت پرست ہوں یا زر پرست۔ تمہارے اقربا فاسق ہوں یا کاذب تمہارے اقربا ظالم ہوں یا جابر ان سے محبت کرو اجر رسالت ادا ہوگیا۔ اگر یہی انداز محبت ہے تو مسلمانوں سے زیادہ تو عیسائی یہودی مجوسی۔ روسی اپنے اقربا سے محبت رکھتے ہیں اور بغیر کچھ لئے ہوئے اجر رسالت ادا کر رہے ہیں۔ افسوس مسلمانوں نے سمجھا ہی نہیں کہ رسول کیا مانگ رہا ہے۔ رسول کو اجر رسالت تم کیا دے سکتے ہو اور رسول تو خود فرما رہا ہے کہ میں تم سے کچھ نہیں مانگتا اور تم مجبور انسان مجھے دے بھی کیا سکتے ہو اور نہ مجھے تمہارے عطیہ کی ضرورت ہے۔ ہاں جو کچھ مانگ رہا ہوں وہ اپنے فائدہ کی غرض سے نہیں بلکہ یہ ایک اور احسان تم پر کر رہا ہوں کہ تم میرے اقربا سے مودت رکھو تاکہ میری رسالت کے قرابت دار تمہیں صراط مستقیم سے بھٹکنے نہ دیں اب دیکھنا یہ ہے کہ لفظ قربیٰ میں کون کون داخل ہیں۔ ابن حجر مکی صواعق محرقہ میں اسی آیت کے ذیل میں فرماتے ہیں۔ کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو عبداللہ ابن عباس کہتے ہیں۔ کہ لوگوں نے رسول خدا سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ وہ آپ کے کونسے قرابتدار ہیں جنکی محبت کا حکم خداوند عالم نے ہمکو دیا ہے آپ نے فرمایا علی اور فاطمہ اور ان دونوں کے پسر حسن اور حسین ہیں۔ تفسیر کشاف مطبوعہ

مصر۔ ینابیع المودۃ کتاب مودۃ القربیٰ میں بھی قربیٰ کی یہی توضیح کی گئی ہے۔ آئیے خود قرآن سے پوچھیں کہ قربیٰ سے کیا مطلب ہے تو ایک آیت واضح ملتی ہے۔ رسول کو حکم ہورہا ہے وآتِ ذِالقربیٰ حقہ۔ اے رسول فدک ذوالقربیٰ کو دیدو۔ رسول نے امین وحی سے سوال کیا قربیٰ سے کیا مُراد ہے جبرئیل امین نے جواب دیا۔ فاطمہ۔ چنانچہ فدک رسول نے فاطمہ کو عطا کردیا۔ معلوم ہوا کہ علی و فاطمہ اور ان کی اولاد کی محبت از روئے قرآن واجب ہے۔ جبھی تو امام شافعی نے فرما دیا۔ کہ اے اہل بیت محمدؐ تمہاری محبّت خدا نے اپنے نازل کردہ قرآن میں فرض کردی ہے۔ (صواعق محرقہ صـ۱۰۳) فاطمہ کا گھر پنجتن کے نور سے معمور تھا۔ رسول موجود علی موجود فاطمہ موجود۔ حسن و حسین موجود کہ یکم شعبان کی مبارک تاریخ میں خانہ پنجتن پاک میں ایک اور نور آیا۔ گلزار فاطمہ میں کلی تیسری کھلی۔ بنت نبی کو زینب صبر آزما ملی۔ رسولؐ نے بیٹی کو بیٹی کے آنے کی مبارک باد دی۔ علی خوش تھے کہ حسنین کی بہن آئی فاطمہ مسرور کہ زینت چمن آئی۔ حسن خوش تھے کہ قوت بازوئے حسن آئی۔ حسین خوش تھے کہ میری شریک محن آئی۔ یہ بات کب کسی نے پائی زینب نے پانچ معصوموں کی آغوش تربیت میں پرورش پائی۔ جس طرف نظر کی عصمت منظر آئی۔ نانا خدا کا رسول۔ بابا امام زوج بتول۔ ماں معصومہ بنت رسول

دو بھائی دونوں کے دونوں امام عصمت کے پھول۔ حسن وحسین نے
باپ سے وراثت میں امامت، پائی تو زینب وکلثوم نے ماں سے
وراثت میں عفت وسیادت پائی۔ ایسے ماحول میں تربیت پانیوالی
بچی اگر زینب نہ ہوتی تو اور کیا ہوتی۔ زینب میں رسالت کا اقبال تھا
علی کا جلال تھا۔ فاطمہ کا جمال تھا حسن کا کمال تھا اور حسین کا خیال تھا۔
صفات خمسہ کا مالک زینب علی کی زیب وزین زینب فاطمہ کے دل کا
چین زینب شریکۃ الحسین زینب نے جب ذرا ہوش سنبھالا پانچویں
منزل میں قدم ہی رکھا تھا۔ کہ دیکھا پنجتن کا سیّد وسردار۔ دین خدا کی
بقا کی خاطر کیا کیا صعوبتیں اٹھا کر رخصت ہوگیا۔ ناز بردار نانا کی جدائی
میں زینب روئیں۔ ماں کو اسی وقت سے کبھی ہائے بابا کبھی ہائے کربلا
کہتے روتے دیکھا۔ چھ سال کے اندر ہی اندر دو بڑے داغ سینہ پر دوامی
نشان بنکر رہگئے۔ اب زینب تھیں اور باپ کی آغوش تربیت اس
دور میں باپ کی گوشہ نشینی نے زینب کو زینب بنایا۔ حالات کا جائزہ
لیتی رہیں۔ وقت کی بے وفائیاں کربلا کی یاد دلاتی رہیں۔ حیدر کرار
نے شیر دل بیٹی کا دل مصائب کی کٹھن منازل کی برداشت کا مسکن
بنایا ایک وقت وہ بھی آیا کہ فاطمہ کی بیٹی کوفہ کی شہزادی بنی اسلام
کی معزز خواتین کے سر آستانۂ زینب پر سجدہ ریز رہے مگر کربلا کا خیال

وقت کی ناپائیداری کی تصویر برابر پیش کرتا رہا۔ آخر وہ وقت بھی آیا کہ فاتح خیبر کے سر پر سجدہ میں تلوار لگی۔ کربلا کا تصور یقین سے بدلنا شروع ہوا کہ حسن کے دل کے ٹکڑے لگن میں دیکھے۔ زینب کو بھائی کا دل لگن میں نظر آیا۔ نہیں۔ طشت یزید میں سر حسین دیکھا۔ دین کی بقا کی خاطر زینب نے اپنے چار بزرگوں کو جان دیتے ہوئے دیکھا اسی وقت سے خدمت دین میں جانسپاری کی تیاری شروع کردی۔ نانا کے دین کی بقا کے لئے حسین کی طرح زینب بھی اب وقت کی منتظر ہیں عصمت کدہ کی پروردہ زینب کے ہر ہر قدم میں اب عصمت کا انداز ہے ۔

کم نہ تھیں زہرا سے زینب منزل توقیر میں
چاند تارے جڑ دیئے اسلام کی تقدیر میں
ہر قدم تھا اللہ اللہ شان عصمت کا ثبوت
بطن زہرا میں تھیں شاید چادر تطہیر میں

علی کی اس بڑی بیٹی کی شادی علی کے بڑے بھائی جعفر طیار کے بڑے بیٹے جناب عبداللہ سے ہوئی ثانی زہرہ ثانی جعفر کے گھر میں آئی شجاعت کی تصویر شجاعت کے آئینہ میں نظر آئی۔ جناب عبداللہ آفتاب علم وعمل ہوتے ہوئے اس شمع عصمت فاطمہ کی روشنی سے مستفید

ہوئے۔ قدم قدم پر احترام بنت بتول کا پاس و لحاظ رکھتے اور کیوں نہ رکھتے آخر زینب بھی تو اسی آغوش عصمت کی پروردہ تھیں جس آغوش سے پرورش پاکر جو بھی نکلا امام بنکر نکلا۔ زینب گو امام نہ تھیں مگر شریک امام تھیں ایک ہی ظرف کی مظروف تھیں۔ بس اگر فرق تھا تو فرق امامت اگر لڑکا ہوتیں تو یہ بھی یقیناً امام ہوتیں ؎

گر پسر دختر سلطان ولا بنت ہوتی ۔ تیسری خانہ زہرا میں امامت ہوتی

نبی کی نواسی فاطمہ کی بیٹی، کوفہ کی شہزادی۔ عالم کی شہزادی زینب عالیمقام آپکی منزلت و شان ہم کیا جانیں کہ آپ کون ہیں۔ ہاں اتنا سمجھ میں آتا ہے کہ

فاطمہ کا جواب ہیں زینبؑ ۔ بخدا لاجواب ہیں زینب

تم نے جانا نہیں زمین والو ۔ دختر بوتراب ہیں زینب

ماں بھی بھائی بھی باپ بھی معصوم ۔ کتنی عصمت مآب ہیں زینب

دین حق کی بقا امام حسینؑ ۔ دین حق کا شباب ہیں زینب

رکھلی دنیا میں عزت اسلام ۔ ایسی عزت مآب ہیں زینب

اتنی تبلیغ دین حق کے لئے ۔ کیا رسالت مآب ہیں زینب

بھائی کی مشن کربلا کے لئے ۔ از خدا انتخاب ہیں زینب

درس عزم و وفا کی منزل میں ۔ اک مکمل نصاب ہیں زینب

شام میں دیکھنا ضیا پاشی ۔ شام میں آفتاب ہیں زینب

آج دربار شام میں ہیں علی | کر رہی یا خطاب ہیں زینب
شام کو دینے پھر نشان سحر | شام میں محو خواب ہیں زینب
فتح کرب وبلا حسین نے کی | شام کی فتح یاب ہیں زینب
کرم اختر پہ ہو برائے حسینؑ | غم دل بے حساب ہیں زینب

# مصائب

اب زینب تھیں اور تصور کربلا۔ باپ کی وصیتیں اور ماں کی نصیحتیں رہ رہ کر یاد آتیں۔ کہ باپ پر سب وشتم کرنے والے ابوسفیان کے متکبر اور مغرور تاجدار معاویہ کی موت کی خبر آئی اور ساتھ ساتھ یہ بھی معلوم ہوا کہ دشمن خدا و رسول معاویہ کا فرزند یزید مسلمانوں کا خلیفہ اور رسول کا جانشین بنایا گیا۔ زینب کو یقین ہو گیا کہ اب باپ کے پڑھائے ہوئے سبق کو دہرانے کا وقت آ گیا۔ کہ حسین کو ولید حاکم مدینہ نے بلایا۔ حسین کے ساتھ ساتھ عباس بھی چلے امام نے روکا۔ عباس دروازہ پر رک گئے۔ عباس ولید کے محل کے دروازے پر کھڑے تھے اور حسین کی عاشق بہن پریشان اپنے دروازہ پر کھڑی تھی۔ دیکھا بھائی آ رہے ہیں۔ زینب خوش ہو گئیں حسین کیا باتیں ہوئیں نہیں بہن کچھ نہیں۔ اب صبح ہونے سے پہلے حسینؑ کو مدینہ چھوڑنا ہے۔ حسین

کیا مجھے چھوڑ جاؤ گے۔ یہ کسطرح ہوسکتا ہے زینب ساتھ چلے گی۔
نہیں بہن۔ تمہیں کیسے ہمراہ لے جاسکتا ہوں اس کا اختیار بھائی
عبداللہ کو ہے وہ تمہیں اگر اجازت دیدیں تو بہتر ہے۔ زینب یہ
سنکر بے چین ہوگئیں۔ گھر کا رخ کیا راستہ بھر سوچتی چلی گئیں اگر
اجازت نہ ملی تو کیا کرونگی۔ گھر میں داخل ہوئیں۔ جناب عبداللہ
کو دیکھتے ہی رخساروں پر آنسوؤں کا دریا بہہ گیا۔ عبداللہ گھبرائے
خود بھی رونے لگے۔ فاطمہ کی بیٹی یہ کیا عالم ہے۔ خدارا کہو کیا کہنا
چاہتی ہو فرمایا عبداللہ زینب اسوقت ایک حاجت لیکر آئی ہے
آپ جانتے ہیں کہ حسین آمادۂ سفر ہیں اور یہ بھی آپ کو معلوم ہوگا
کہ مجھے تاب مفارقت نہیں ہے۔ آپ اگر اجازت نہ دینگے تو بلشبہ نہیں
جاسکتی مگر زینب زندہ بھی نہیں رہسکتی یہ کہکر زار و قطار پھر روئیں
عبداللہ بھی روئے اور کہا شوق سے جائیے خوش ہوگئیں واپس
آکر بھائی کے گلے میں باہیں ڈالدیں۔ فاطمہ کے لعل عبداللہ نے بخوشی
اجازت دیدی۔ ہاں بہن حسین کو تمہاری ضرورت تھی۔ چلو اور نانا کے
دین کا پردہ رکھ لو۔ کوچ کا سامان ہوا ناقے بٹھائے گئے زینب سوار
ہوئیں علی اکبر نے ناقہ کے قریب زانو ٹیکا۔ پھوپھی نے بیٹے کے زانو پر
قدم رکھا۔ عباس نے گردن جھکادی بہن نے پشت عباس پر ایک

ہاتھ رکھا۔ حسین نے بازو تھام کر محمل میں بٹھایا۔ رجب کی ۲۸ تاریخ تھی کہ حسینی قافلہ مدینہ سے روانہ ہوا۔ اور منزل بہ منزل حج کو عمرہ سے بدل کر منزل ثعلبیہ پہونچا۔ جناب زینب کو اس منزل پر ایک بڑا حیرت ناک واقعہ پیش آیا دیکھا کہ حسین نے مصلے سے اٹھکر کوفہ کا رخ کیا اور کسی کو جواب سلام دیا۔ حیران ہوگئیں بھائی کو خیمہ میں بلایا آپ نے یہ کسکو جواب سلام دیا۔ حسین نے کہا بہن مسلم عالم غربت میں شہید کر دیئے گئے وقت شہادت یہ انکا آخری سلام آیا تھا زینب رودیں اور اب سارا نقشہ نگاہوں کے سامنے آگیا اگلی منزل جو غالباً منزل حزیمیہ تھی حسین کی بہن نے خواب میں دیکھا کہ کوئی کہہ رہا ہے کہ یہ قافلہ اپنی وعدہ گاہ کی طرف بڑھ رہا ہے آنکھ کھلی پریشان ہوگئیں صبح کو بھائی کو خواب سنائی حسین نے فرمایا بہن جو مقدر ہوچکا ہے ہو کر رہے گا زینب سمجھ گئیں کہ حسین اپنے مقتل کی طرف جا رہے ہیں۔

حیدر کرار کی بیٹی کے کردار میں اب منزل بہ منزل بلندی پیدا ہوتی گئی۔ حتیٰ کہ زینب ۲ محرم کو نہر فرات کے کنارے خیمہ میں بیٹھی ہوئی تھیں کہ عباس علمدار با چشم نم داخل خیمہ ہوئے اور عرض کی بنت بتول اب یہ خیام یہاں سے اٹھائے جا رہے ہیں۔ عباس کیوں تمہارے ہوتے خیام فرات کے کنارے سے کون اٹھا سکتا ہے شہزادی

کسی کی کیا مجال ہے کہ ہمارے خیمہ نہر فرات سے ہٹا دے۔ ابن زیاد کا حکم آیا ہیں مانع ہوا۔ آقا نے مجھے بلایا اور فرمایا بھائی عباس پانی کو ہم جنگ کا آغاز بنانا نہیں چاہتے۔ خیمے نہر سے ہٹا لو۔ خیمے نہر سے دور تپتی ہوئی ریگستان میں لگائے گئے۔ اور وہی ہوا جو حسین کو معلوم تھا۔ ساتویں محرم سے حسین کے بچوں پر بھی پانی بند ہوگیا۔ جناب زینب نے یہ خبر سنی بے چین ہوگئیں۔ بیمار بھتیجے کے بستر کی طرف گئیں نبض پر ہاتھ رکھا دیکھا سجاد بخار میں جل رہے ہیں۔ سکینہ کی طرف گئیں دیکھا ہاتھ میں خالی کوزہ لئے رو رہی ہیں۔ علی اصغر کے جھولے کی طرف بڑھیں بچہ کو روتا ہوا دیکھکر رو دیں۔ ہائے اب علی اصغر کے ہونٹ آنسوؤں سے تر ہونگے۔ دیکھتے دیکھتے میدان کربلا میں دشمنوں کا سیلاب بہنے لگا۔ اتنے میں گھوڑوں کی ٹاپوں کی غیر معمولی آوازیں سنائی دیں۔ بھائی کو بلایا حسین یہ کس کا لشکر آیا فرمایا بہن یہ شمر کی سرکردگی میں پانچ ہزار سوار اور آئے ہیں۔ زینب نے شمر کا نام سنا حسین کے چہرہ پر نظر ڈالی۔ دیکھا بشاشت کے آثار ہیں زینب نے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف بلند کئے۔ اور کہا پالنے والے زینب کو حسین جیسی توفیق صبر عطا فرما۔ حسین نے ایک دم میدان کا رخ کیا فضہ دوڑی ہوئی آئیں شہزادی حسین کے بچپن کے حبیب حبیب ابن مظاہر آئے ہیں پیشوا اپنے

حبیب کی پیشوائی کو خود گیا ہے۔ فضہ سے فرمایا فضہ جا اور حبیب سے
کہنا فاطمہ کی بیٹی آپ کو سلام کہہ رہی ہے۔ حبیب نے پیغام سلام سنا۔
عمامہ سر سے اُتار کر پھینک دیا دونوں ہاتھوں سے منہ پیٹ لیا۔ اللہ اللہ
آل محمد پر یہ وقت آ گیا کہ فاطمہ کی بیٹی اپنے غلام کو سلام کہلوا کر بھیج رہی
ہے۔ شب عاشور تھی ٹہلتی ہوئیں عون و محمدؑ کے خیمہ میں پہونچیں
بچوّں کو پاس بٹھایا۔ فرمایا حیدر کرار کے نواسو۔ جعفر طیار کے پوتو کل
ماموں کا بڑا کھٹن امتحان ہے دیکھو سب سے پہلے تمہیں ماموں پر
قربان ہونا ہے تمہارے ہوتے ماموں پر آنچ نہ آنے پائے۔ ورنہ دودھ
نہ بخشونگی۔ بچوّں نے چھوٹے چھوٹے ہاتھ جوڑ کر کہا مادر گرامی کل
دیکھنا کہ ہم کیا کرتے ہیں۔ عاشور کی صبح جب عون و محمد کی باری آئی۔
اُڑ بچے حسینؑ کے ہاتھوں پر خون میں نہلاتے گردنیں کٹائے خیمہ میں آئے
زینب نے دونوں لاشوں کے بیچ میں بیٹھکر سجدۂ شکر ادا کیا دونوں
بچونکی بلائیں لیکر فرمایا شاباش میری گود کے پالو ماں نے دودھ بخشا
فرزندان رسول یکے بعد دیگرے جاتے رہے۔ اکبر آئے اصغر آئے پھر حسین
تنہا آئے فرمایا بہن زینب مجھے ایک فرسودہ لباس لا دو۔ زینب لباس
لائیں حسین نے اس کو جگہ جگہ سے چاک کیا۔ فاطمہ کی بیٹی حیرت سے
دیکھتی رہی بھائی آپ یہ کیا کر رہے ہیں۔ فرمایا اعدائے دین اگر اسکو

بھی میرے جسم پر چھوڑ دیں تو غنیمت ہے زینب کو یاد آیا کہ ماں نے کہا تھا زینب جب میرا حسین تجھے لباس طلب کرے تو سمجھ لینا حسین کے الیفائے عہد طفلی کا وقت قریب آگیا بھائی کے گلے میں باہیں ڈالکر بہن تا دیر روتی اور گلے کے بوسے لیتی رہی۔ حسین بھی رودیئے اور بہن کے بازو چومے۔ سب کو آخری سلام کیا۔ بہن نے خیمہ کا پردہ اٹھایا اور یقین ہوگیا کہ حسین رزمگاہ میں نہیں اب قتل گاہ میں جارہے ہیں۔ کچھ ہی دیر گذری تھی کہ سیاہ آندھی چلی الا قتل الحسین بکربلا۔ الا ذبح الحسین بکربلا کی آوازیں فضا میں گونجیں۔ سروپاء سے بے خبر زینب برہنہ سر خیمہ سے نکلی دیکھا فاطمہ کا چاند سوا نیزہ پر بلند ہے۔ زینب نے دل کو سنبھالا فرائض کو پہچانا دونوں ہاتھ آسمان کی طرف بلند کئے روتے ہوئے مگر بڑے خلوص قلب سے کہا پالنے والے اگر تیرے دین کی بقا شہادت حسین پر ہی موقوف تھی تو زینب ایسے سو بھائی قربان کرنے کو تیار ہے بلکہ زینب بھی شہادت کی طلبگار ہے۔ اُدھر فتح کے شادیانے بجے تکبیر کی صدائیں بلند ہوئیں۔ مگر واہ رے مسلمانو خوب رسول کو اجر رسالت دیا

خدا نے جس کی مودّت فرض کی تھی اسکا سارا گھر ہی اُجاڑ دیا ؎

گلزار فاطمہ میں یہ کیسی ہوا چلی ؎ گل کا تو ذکر کیا ہے نہ باقی رہی کلی

تاریخ کہہ رہی ہے کہ اگر مودّت قربیٰ کے بجائے خدا یا اس کا

رسول عداوت قربیٰ کا حکم دیتا تو جو عداوت قربیٰ سے اب کی گئی اس سے زیادہ نہ ہو سکتی۔ مگر یہ اعجاز خداوندی تھا اور مشیت الٰہی کہ چھ مہینہ کا بچہ تک شہید کر دیا جائے اور جوان بیٹا سید سجاد زندہ رہ جائے۔ بات یہ تھی کہ جسطرح شہادت حسینؑ وجہ بقائے دین تھی اسیطرح بقائے سید سجاد بھی وجہ بقائے دین تھی۔ قدرت کو بقائے دین کے لئے وجود امام کی ضرورت تھی۔ مسلمانوں نے رسول کے نواسے کو ذبح کر کے تکبیر کے نعرے بلند کئے اور شرم نہ آئی۔ بلکہ یہ سمجھے کہ ابھی اجر رسالت کماحقہٗ ادا نہیں ہوا۔ سامان لوٹا گیا۔ رسول کی نواسیوں کے سر سے چادریں چھینیں خیموں میں آگ لگی۔ مگر زینب اب زینب نہیں تھیں حیدر کرار تھیں۔ آگ کے شعلے بھڑکتے رہے۔ زینب بچوں کو بحفاظت میدان میں لاتی رہیں شعلے بیمار کے خیمہ تک پہونچے خلیل کردگار کی پوتی بیمار کو آگ کے شعلوں میں گھس کر باہر لائی حمید کہتا ہے کہ جب خیموں میں آگ لگ رہی تھی تو میں نے ایک خاتون کو دیکھا کہ بار بار ایک خیمہ میں جاتی ہے اور نکل آتی ہے کہ ایک بار کسی چیز کو اٹھائے ہوئے باہر آئی ہیں سمجھا کوئی بڑی قیمتی چیز ہوگی معلوم کرنے پر پتہ چلا کہ بیمار بھتیجا عالم غش میں خیمہ میں پڑا تھا۔ خیمے جل جل کر خاک ہوتے رہے تاریکی بڑھتی رہی زینب نے بچوں کو سنبھالا۔ دیکھا سکینہ نہیں۔ ام کلثوم غضب ہو گیا۔ سکینہ نظر نہیں

آئیں ۔ آؤ قتل گاہ میں دیکھیں ۔ زینب مقتل میں آئیں ۔ علی اکبر کو پکارا بیٹا بہن کو تو نہیں دیکھا ۔ کبھی عباس کو صدا دی ۔ عباس بھتیجی تو تلاش آب میں نہیں آ گئی ۔ کہ ایک نشیب سے رونے کی آواز آئی ۔ رسول کی دونوں نواسیاں اسطرف بڑھیں دیکھا سکینہ لاش حسین سے چپٹی ہوئی رو رہی ہیں ۔ سکینہ بی بی تم یہاں کیسے آ گئیں ۔ کیسے پہچانا ۔ پھوپی اماں میں بابا ۔ بابا ۔ پکارتی پھر رہی تھی اس طرف سے آواز آئی ۔ سکینہ الیا الیا بیٹی یہاں آجا ۔ تیرا باپ یہاں ہے ہائے جب باپ کی آغوش سے سکینہ کو جناب زینب نے اپنی آغوش میں لیا ہوگا تو کیا حال ہوا ہوگا ۔ سکینہ کا اور کیا گذری ہوگی زینب پر علی کی شیر دل بیٹی ایک نیم سوختہ لکڑی لیکر رات بھر بچوں کی حفاظت کرتی رہی ۔ رات ختم ہوئی صبح قیامت نمودار ہوئی ۔ بیمار امام کے لئے لوہے کا زیور آیا ۔ زینب اور اسیران محن کیلئے رسن آئی ۔ قیدی بنا کے لے چلے آل رسول کو ۔ مقتل سے گذر ہوا ۔ سید سجاد نے باپ کا عریاں لاشہ خاک گرم پر پڑا دیکھا ۔ زنجیریں سنبھال کر بیٹا باپ کے لاشہ کی طرف دوڑا علم نفسیات کی عالمہ زینب نے موقع کی نزاکت دیکھی بھتیجے کی جان بری کی تدبیر سوچی ۔ خود کو ناقہ سے گرا کر سید سجاد کی توجہ اپنی طرف کھینچ لی ۔ ہیں پھوپی اماں یہ کیا ہوا ۔ ابھی تو بڑی مسافت طے کرنی ہے ۔ ہاں بیٹا تمہیں بھی ابھی بڑا کھٹن سفر طے کرنا ہے اب زینب

تھیں اور باپ کا دارالخلافہ۔ کوفہ کا بازار تھا اور لوگ زینب کو ننگے سر دیکھ دیکھ کر روتے تھے۔ زینب بھی روتی تھیں اور فرماتی تھیں کوفہ والو خدا تمہیں ہمیشہ رُلائے۔ تم نے اپنے چوتھے خلیفہ کی خوب قدر کی۔ دربار ابن زیاد آیا۔ بادۂ نخوت کے متوالے ابن زیاد عاقبت برباد نے سید سجاد کی طرف دیکھا۔ یہ کون ہے۔ کسی نے کہا حسین کا بڑا فرزند۔ متکبرانہ انداز میں بولا کہ خدا نے تمہیں قتل نہیں کیا۔ امام نے فرمایا ہاں تیرے لشکر نے مجھے قتل نہیں کیا۔ یہ جواب سنکر بگڑ گیا۔ قتل کا حکم دیا۔ جلاد بڑھا۔ زینب نے اپنی گردن گلوئے امام پر رکھدی۔ پہلے میں قتل کی جاؤنگی یہ منظر درباری دیکھکر رو دیئے۔ درباریوں کی سفارش پر قید کا حکم دیا گیا۔ ؎

بچ رہا عالم میں جو توحید کا یہ ساز ہے ٭ خواہر سبط نبی یہ آپ کی آواز ہے
سید سجاد کی وجہ بقائے زندگی ٭ لو اماموں کی بقا یہ آپ کا اعجاز ہے

بڑے اختصار سے عرض کر رہا ہوں ورنہ مصائب بنت زہرا کیلئے حسین کی طرح عمر نوح درکار ہے۔ کوفہ سے شام کا لق و دق بے آب و گیاہ ریگستانی سفر طے ہو رہا ہے۔ راستہ میں شہر و بستیاں آراستہ ہیں زینب کے ہاتھ پس پشت رسن بستہ ہیں ورنہ ہاتھوں ہی سے منہ چھپا لیتیں۔ چہرے پر بال کبھی اڑتے کبھی آپڑتے ہیں۔ تماشائی یزیدی درندوں سے پوچھتے

ہیں یہ کون لوگ ہیں۔ جواب ملتا ہے امیر شام کے باغی۔ زینب بھتیجے سے فرماتی ہیں۔ سید سجاد ناقہ کو ذرا روک لو۔ تماشائیوں سے اسداللہ کی بیٹی خطاب کرتی ہے۔ سنو۔ سنو یہ لوگ تمہیں نہیں بتلاتے تو میں بتلاتی ہوں۔ مسلمانو محمد مصطفٰےؐ کا نام تو سنا ہوگا۔ جس رسول کا تم کلمہ پڑھتے ہو میں تمہارے اسی رسول کی نواسی ہوں اور یہ سامنے نیزہ پر سر اُن کے نواسے حسین کا ہے جسکو تین روز بھوکا پیاسا رکھکر دشمن خدا ابوسفیان کے پوتے معاویہ کے بیٹے یزید نے پس گردن سے سجدہ میں ذبح کرا دیا۔ لوگ سنتے تھے اور روتے تھے حسین کی بہن اپنا فریضہ ادا کرتی شام تک چلی گئی۔ مسلمانوں کے دلوں میں جذبہ انتقام کا سیلاب جوش مارنے لگا۔ کئی مقام پر شہر والوں اور فوجیوں میں تصادم ہوا۔ حیدر کرار کی بیٹی تیغ زبان سے شام کے دربار تک جہاد کرتی چلی گئی۔ ؎

شور ہر منزل پہ تھا ہائے حسین — اور بھڑک اٹھا تھا جوش انتقام
اب ہوا معلوم اختر راز یہ — ساتھ لائے تھے بہن کو کیوں امام

رسول پاک کی پاک سیرت نواسی شیر خدا کی شیر دل بیٹی حسین کی دلاور بہن دربار یزید میں ہزاروں کرسی نشینوں کے مجمع میں رسن بستہ سر برہنہ۔ کھڑی تھی یزید نام لے لیکر ہر بی بی کو پوچھتا تھا یہ کون ہے یہ کون ہے سوال جب جناب زینب تک پہونچا۔ ماں کی وفادار کنیز فضہ حجاب

انجیل قرآن میں بھی ہے۔اور خدا سے بڑھکر وعدہ پورا کرنیوالا اور ہے بھی کون۔پس جو خرید و فروخت تم نے خدا کے ساتھ کی اس پر خوشیاں مناؤ۔ یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔

سبحان اللہ عجیب آیت ہے جسکا ہر ہر لفظ بلکہ ہر ہر حرف اعجاز قرآن اور ضیاء ایمان ہے بلکہ یوں کہوں کہ یہ آیت نہیں قدرت نے مومنین کے لئے بیعنامہ جنت لکھا ہے۔کسی چیز کی بیع و شریٰ۔ خرید و فروخت میں بظاہر چار ہی چیزیں ہوا کرتی ہیں۔ مشتری۔ بایع۔ جنس قیمت۔یہاں خریدار خود خدائے کریم۔ بایع مومنین۔ جنس نفوس داموال قیمت جنت لازوال۔ قدرت کا اہتمام تو دیکھیے۔ کیونکہ جنس کی قیمت فوری ادا کرنی نہ تھی تو وعدہ جنت پر زور دیا جا رہا ہے کہ ہمارا وعدہ کبھی جھوٹا نہیں ہوتا۔ پھر گواہ بھی بڑے معتبر پیش کئے جا رہے ہیں ایک نہیں تین تین توریت انجیل۔ قرآن اور بیچنے والوں کو یہ بھی یقین دلایا جا رہا ہے کہ یہ تمہارا سودا گھاٹے کا نہیں ہے فائدہ ہی فائدہ ہے بلکہ فوز عظیم والا ہے۔بلکہ یوں سمجھے کہ قدرت قتل ہونے والوں سے یہ کہہ رہی ہے کہ یہ ذبح عظیم ہی فوز عظیم ہے۔ آیت میں عوام سے نہیں مومنین سے اور مخصوص مومنین سے خطاب ہے۔ قرآن کا یہ انداز ہے کہ مخاطبہ عام ہو تاکہ ہوس پرستوں کو یہ شکایت نہ رہے کہ آیت نامردگی کی وجہ سے تنگ

اور مخصوص تھی ہماری گنجائش ہی نہ تھی ورنہ ہم بھی میدان جنگ میں باب
خیبر اکھاڑ لاتے ۔ لہٰذا قدرت کی طرف سے صلائے عام ہے مقدر اپنا اپنا
آزمائے جسکا جی چاہے ۔ بیشک اس لحاظ سے آیت کا دامن وسیع
ہے اور اکثر مومن فوز عظیم کے مصداق بھی بنے مگر یہ فوز عظیم مخصوص جسکے
واسطے تھا قدرت نے اس کی نشان دہی کر کے اس مومن کو مخصوص
بھی بنا دیا کہ اسکا ذکر توریت انجیل اور قرآن میں ہے ۔ اب اس
آیت کا مصداق وہ مومن ہو سکتا ہے جسکا ذکر آسمانی تینوں کتابوں
میں ہو ۔ مانا ۔ بدر و احد ۔ خیبر و خندق کے مجاہد شہید ہو کر مستحق جنت
بنے ۔ مگر اس شان کے مجاہد کہاں سے آئیں گے ۔ کہ لڑیں قتل کریں اور
اور سب قتل ہو جائیں اور ان کا ذکر آسمانی تینوں کتابوں میں بھی ہو
آیت میں کیونکہ من المومنین آیا ہے تو لفظ مومن کہیں تشنۂ توضیح نہ رہ جائے
یہ بھی بتلاتا چلوں کہ مومن کسے کہتے ہیں ۔ تو اسکو اپنے امام علی نقی علیہ السلام
کی زبان سے سنیئے ۔ فرزند رسول نے فرمایا مجھے میرے والد بزرگوار امام
محمد تقی نے ان سے ان کے پدر عالیوقار امام علی رضا نے ان سے ان کے
پدر نامدار امام موسیٰ کاظم نے ان سے ان کے والد با وقار امام جعفر صادق
نے ان سے ان کے پدر رشاندار امام محمد باقر نے ان سے انکے پدر عبادت
گذار امام زین العابدین نے ان سے ان کے پدر غمگسار امام حسین

لنے اُن سے انکے پدر صاحب ذوالفقار علی ابن ابیطالب لنے اُن سے خدا کے رسول محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لنے فرمایا۔ اَلْاِیْمَانُ مَا وَقَّرَتْہُ الْقُلُوْبُ۔ وَصَدَّقَتْہُ الْاَعْمَالُ۔ وَالْاِسْلَامُ مَا جَرٰی بِہٖ اللِّسَانُ وَحَلَّتْ بِہٖ مُنَاکِحَہٗ ( ایمان نام ہے دل سے اعتقاد کامل کا اور اعمال سے اعتقاد کی تصدیق کا۔ اور اسلام نام ہے صرف زبان سے اقرار کا جس سے نکاح جائز ہوجاتا ہے۔ اب مسلمان میں ایمان کی یہ دو شرطیں بدرجہ اتم اگر موجود نہ ہوں تو مومن بن ہی نہیں سکتا اور نہ اس آیت کا مصداق ہوسکتا ہے۔ مومن زبان سے کہدنیا آسان ہے مگر مومن بننا بڑا مشکل ہے کسی لنے غالب کل غالب علی ابن ابیطالب سے سوال کیا مولا مومن کسے کہتے ہیں۔ آپ لنے سامنے کی دیوار کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ مومن وہ ہے کہ جو اگر اس دیوار کو اشارہ کردے کہ سونے کی ہوجا تو سونے کی ہوجائے۔ سائل لنے دیکھا کہ وہ دیوار سونے کی ہوگئی ہے۔ حیرت سے عرض کی مولا آپ لنے تو مثال دی تھی حکم تو نہیں دیا تھا مگر دیوار پھر بھی سونے کی ہوگئی۔ فرمایا یہ مومن اور امیرالمومنین کا فرق ہے (صلوٰۃ)

آئیے خدا اور رسول سے مسلمان اور مومن کا فرق سنیئے۔ خدمت رسول میں بیٹھے ہوئے کچھ لوگ کہہ رہے ہیں کہ ہم ایمان لے آئیے۔ خدا

اپنے رسول سے ارشاد فرماتا ہے اے رسول ان سے کہو ایمان نہیں بلکہ یوں کہو۔ اسلمنا۔ ہم اسلام لاتے (صلوٰۃ)

اتنا ہی مومن ہیں اور مسلم میں سمجھو تم ہے فرق
جتنا فرق روز و شب ہے جتنا فرق غرب و شرق

آیت میں ان مومنین سے خطاب ہے جو سیسہ پلائی دیوار کی طرح ثابت قدم رہتے ہیں۔ بھاگتے نہیں پشت نہیں دکھاتے۔ اور ان مومنین سے وعدہ جنت کیا گیا ہے جو خدا اور رسول کے وعدوں میں شک نہیں کرتے۔ بس انہیں سے وعدہ و وعید ہیں اور انہیں کے لئے یہ وعدے پیغام عید ہیں۔ قدرت نے یہ سبز باغ نہیں دکھایا بلکہ جنت کا لازوال باغ دکھایا ہے جو کسی انسان کا نہیں وعدہ پروردگار ہے۔ ایمان کا گلزار ہے۔ اعمال کا انحصار ہے۔ حیات ابدی کا نکھار ہے۔ زندگی کا انجام کار ہے۔ مومن کا وقار ہے۔ رسول جسکا تاجدار ہے حسین جسکا سرور و سردار ہے عباس وفادار جسکا علمبردار ہے۔ قرآنی البم میں دنیا واقعہ کربلا کی اس سے واضح تصویر اور کیا دیکھنا چاہتی ہے۔ انہی مومنین اور انہی مومنین کے ایک علمدار کا تذکرہ مقصود ہے جسکے لئے اس مخصوص آیت کو میں نے عنوان قرار دیا ہے

رجب کے مبارک مہینہ کی سات تاریخ تھی کہ شیر خدا کے گھر میں

شیر اسد اللہ آیا ام البنینؑ نے قمر بنی ہاشم پایا۔ علی کی دعا کی تاثیر اُتری شجاعت کی زندہ تصویر اُتری۔ امام نے ابن امام کے کان میں اذان دی۔ ام البنینؑ کو مبارک باد دی گھر کا گھر مسکرایا۔ حسنین کے گھر میں بھائی آیا۔ زینب نے حسین کو بلایا حسین تمہارا بھائی عباس آیا۔ حسین نے اس چھوٹے سے پہاڑ دل بھائی کو ہاتھوں پر اٹھایا۔ پیشانی چومی۔ شانوں کا بوسہ لیا۔ عباس آنکھیں کھولو۔ عباس نے آنکھیں کھولیں اور مصحف رخسار امامت پر پہلی نظر ڈالی جسطرح کعبہ میں علی نے مصحف رخسار نبوت پر پہلی نظر کی تھی۔ ماں کو یہ ادا بڑی پسند آئی۔ فرمایا شہزادے حسین میں نے عباس کو آپ کی غلامی میں دیا۔ حسین نے فرمایا نہیں عباس تو میرا قوت بازو وفادار بھائی ہے بیشک عباس میرے ہیں اور میں عباس کا ہوں۔

جناب عباس کی تربیت تین معصوموں کے زیر سایہ شروع ہوئی ماں نے آداب وفا داری سکھائے باپ نے انداز شہ سواری سکھائے حسنین نے انداز دلداری بتائے۔ والا نسبی نے جذبہ مردانگی ابھارا۔ خون شجاعت نے جوش مارا۔ جوں جوں سن و سال میں انقلاب آیا عباس کے تقوے طہارت عبادت پر شباب آیا ایک روز صحن خانہ میں عباس ٹہل رہے تھے۔ زمین قدم قدم پر قمر بنی ہاشم کے قدم چوم رہی تھی۔ معلوم ہوتا تھا کہ کچھار میں شیر ٹہل رہا ہے۔ امیر المومنین نے انداز عباس پر ایک نگاہ ناز ڈالی

اور مسکرائے۔ ام البنین کو اپنی طرف متوجہ کیا اور فرمایا ام البنین جانتی ہو مسرّت و شادمانی کسے کہتے ہیں عرض کیا امام بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا ام البنین مسرّت ایک اضافی چیز ہے۔ غم کے نہ ہونے کو مسرّت کہتے ہیں مگر کیا میں تمہیں حقیقی مسرت دکھاؤں۔ دیکھو جس گھر کے صحن میں ایک متقی۔ پرہیزگار۔ فقیہہ۔ عالم۔ شجاعت و وفا کی زندہ تصویر ٹہلتی ہوئی نظر آئے بس وہ حقیقی مسرت ہے۔ ام البنین ذرا صحن خانہ کی طرف دیکھو کھینچی ہے مصوّر نے ید قدرت سے ؎ قرطاس شجاعت پہ وفا کی تصوّر جناب ام البنین نے صحن کی طرف دیکھا عباس ٹہل رہے تھے اشجع عالم کی درسگاہ کا تعلیم یافتہ شیر۔ جنگ جمل۔ صفین و نہروان کا منجھا ہوا دلیر۔ سایہ پدری سے محروم ہوکر۔ آغوش حسینؑ میں آیا حسینؑ نے اپنی سرکار کا مختار عام بنایا۔ عباس کی نظر میں حسینؑ۔ اور حسین کی نظر میں عباس کیا تھے یہ تو حسین کی عطا اور اور عباس کی وفا ہی بتلا سکیگی مگر یہ دنیا نے دیکھا کہ۔ جان عباس تھی اور جلوۂ جانانہ تھا

بھائی ہوتے ہوئے انداز غلامانہ تھا

بزم الفت میں نرالی تھی ادا دونوں کی

ایک ہی شمع تھی اور ایک ہی پروانہ تھا

آیۂ ماسبق میں جن مومنین اور مجاہدین سے قدرت نے وعدہ

جنت فرمایا اُن مجاہدین کے حسینؑ سید و سردار ہیں اور عباس با وفا علمدار ہیں۔ یوں تو مجاہدین کربلا سب ہی اس آیتہ کے مصداق ہیں اور جنت کے حقدار ہیں مگر قدرت نے اپنے رسول سے فرمایا کہ حسین سے کہدو تم سردار جنت ہو اور تمہارے علمدار اور سارے لشکر کو ہم نے حیات ابدی دی۔ لاتقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ امواتاً بل احیاءً جو اللہ کی راہ میں قتل ہو جائے اُسے مردہ نہ کہو وہ زندہ ہے۔ شہداء کربلا نے استغاثہ امام کا جواب دیکر سید الشہدا نے نوک نیزہ پر سورۂ کہف پڑھکر اس تشنۂ تکمیل آیت کی تصدیق کر دی فیقتلون و یقتلون قتل کرتے ہیں اور سب قتل ہو جاتے ہیں کہ تفسیر کر دی اب وقت آیا کہ ضرغام بیشہ صفدری۔ شیر نیستان دلاوری۔ جعفر ثانی۔ علی کی نشانی ام البنین کی آنکھوں کا تارا۔ اہلبیت رسول کا سہارا۔ قمر بنی ہاشم۔ لشکر حسینی کا ناظم اسلام کا جانثار۔ دین محمدی کا مددگار۔ توحید کا پرستار۔ علمدار وفادار اپنی مردانگی اور وفاؤں کا جوہر دنیا کو دکھائیے۔ اور اور بتلائیے کہ خدا سے جنت کا لینا آسان کام نہیں۔ جان دیکر۔ بازو کٹا کر۔ جوانی لٹا کر جنت خریدی جاتی ہے۔ اور سردار جنت ہونا تو اس سے بھی دشوار منزل ہے معلوم ہوتا ہے قدرت نے اس دلیر کو پیدا ہی حسین کے لئے کیا تھا جسطرح شیر کردگار کو رسول کے واسطے

دو شیر کیے خلق ہیں قدرت نے آشکار ⁂ اک شیر خدا اک پسر شیر کردگار
اک شیر کو ٹھہرایا نبوّت کا نگہدار ⁂ اک شیر بنا آ کے امامت کا مددگار
دیدی گئی اک شیر کو خوش ہو کے خدائی
اک شیر پیاسا تھا عطا کر دی ترائی

# مصائب

امیر شام کے بعد تخت خلافت پر رسول کا جانشین بنکر۔ دشمن خدا و رسول اس کا بیٹا یزید بیٹھا۔ دشمنی اہلبیت ورثہ میں ملی تھی۔ رسالت اور تبلیغ رسالت کے مٹانے کی بس ایک ہی ترکیب تھی کہ ذمہ داران تبلیغ رسالت کو مٹا دیا جائے اسمیں بہت کچھ مخالفین کو کامیابی ہو بھی چکی تھی۔ اب یزید کی نظر میں احیائے پیغام رسالت کی ذمہ دار فرد صرف حسینؑ باقی تھے۔ سوچا اگر اس چراغ کے گل کرنے میں میں کامیاب ہوگیا تو شمع نبوّت ہمیشہ کو گل ہو جائیگی۔ حاکم مدینہ ولید کو تاکیدی حکم پہونچا۔ حسین سے بیعت لو۔ انکار کی صورت میں سر کاٹ کر بھجدو ولید نے شب کی تاریکی ہی میں حسین کو بلوا بھیجا۔ عباس جس خدمت کے منتظر تھے وہ وقت آ پہونچا۔ آقا ولید کے پاس تنہا نہیں جانے دونگا نہیں عباس ولید نے صرف مجھے بلایا ہے۔ اچھا اندر نہیں جانے کا دروازہ

کیا دنیا سمجھا رہی تھی کہ حسین نہ جائے مگر عباس تجھے اہل وفا یاد کریں گے۔
یہ وفادار تابع فرمان امام ہے حکم پاتے ہی قافلہ کی تیاری میں مصروف ہیں "قافلہ منزل بہ منزل عباس کی سرکردگی میں بڑھ رہا ہے۔ منزل ثعلبیہ پر پہونچکر سفیر امام مسلم ابن عقیل کی شہادت کی خبر ملی۔ عباس نے امام سے نہیں پوچھا کہ اب کیا ارادہ ہے۔ حکم امام ہوا قافلہ کو آگے بڑھایا۔ منزل شراف پر پانی کا صاف چشمہ پایا۔ عباس نے مشک مشکیزے۔ چھاگلیں سب پانی سے بھرلئے۔ منزل قادسیہ آئی۔ دور سے کسی لشکر کی گرد نظر آئی۔ عباس نے بڑھکر دیکھا اور خبر دی آقا لشکر حر ہے۔ حسین نے دیکھا کہ لشکر حر پیاس سے بدحال ہے۔ عباس کو پانی پلانے کا حکم ملا۔ عباس نے پانی کی طرف دیکھا اور دست بستہ عرض کی آقا ہمارے ساتھ بھی بچے ہیں ان کا کیا ہوگا۔ حسین نے فرمایا انکا خدا مالک ہے حسین کسی کو پیاسہ نہیں دیکھ سکتا۔ مشکوں کے دھانے کھلے۔ چھاگلیں لوٹ گئیں۔ انسانوں کو ہی نہیں حیوانوں کو بھی سیراب کیا۔ آخری منزل کربلا تھی۔ ۲ محرم کو قافلہ کربلا جا اترا۔ حسین نے حکم دیا عباس ہماری آخری منزل آپہونچی۔ خیام یہیں نصب کرو نہر کے کنارے خیمے لگاتے گئے۔ دوسرے ہی روز یزیدی لشکر ابن زیاد کا حکم لیکر آیا۔ خیمے فرات کے کنارے سے ہٹا لئے جائیں۔ عباس نے اس پیغام کے انجام کو سمجھکر تلوار نیام سے نکال لی۔ اور کہا کس کی مجال جو ہمارے خیمے

نہر سے ہٹادے شیر خدا کے شیر کی آواز حسینؑ نے سنی۔ بھائی کو بلایا۔
عباس خیمے نہر سے ہٹالو حسین کو پانی پر لڑنا مقصود نہیں ہیں بیعت
پر جنگ کرنی ہے عباس خاموش ہیں خیمے ہٹائے گئے اور وہی ہوا جسکا
عباس کو اندیشہ تھا۔ ۷ محرم سے حسین کے بچوں پر پانی بند ہوگیا ۸ کو
عباس خیموں کے پیچھے کنواں کھودنے میں مصروف ہیں۔ پانی نہ نکلنا تھا نہ
نکلا۔ کیوں مقصد حسین کے خلاف تھا۔ ۹ کی شام طبل جنگ پر چوٹ
لگی۔ شور اٹھا حسین نے بھائی کو بلایا عباس یہ کیسا شور ہے آقا آغاز
جنگ کا اعلان ہے۔ اچھا عباس ابن سعد کے پاس جاؤ اور کہو اگر جنگ
ہی مقصود ہے تو ایک شب کی مہلت حسین اپنے معبود کی عبادت کو چاہتا
ہے۔ عباس گئے۔ شمر بھی وہاں موجود تھا حسینؑ کا پیغام سنکر شمر بدنہاد
نے کہا کہ حسین سے کہہ دو جس کی عبادت ہی قبول نہیں وہ عبادت کرکے کیا کریگا۔
غازی کو جلال آگیا۔ تلوار نیام سے نکالی اور فرمایا بدخصال زبان بند کر۔
حسین جو نواسہ رسول ہے اس کی عبادت تو نامقبول اور تم شرابیوں
کی عبادت قبول ہے۔ ابن سعد ڈرا ایک شب کی مہلت ملی۔ عبادت
کی رات قیامت کی رات تھی۔ اعزا اور انصار سب کو یقین تھا کہ اس
رات کے بعد دوسری رات نہیں۔ تسبیح و تہلیل کی ہر خیمے سے آوازیں بلند
تھیں۔ مخدرات عصمت وطہارت اپنی آغوش کے پالوں کو کل کیلئے

تیار کر رہی تھیں۔ عباس شب خوں کے اندیشے سے خیموں کا طلایا کر رہے
تھے۔ ثانی زہرہ کے خیمہ سے گذرے دیکھا ماں اپنے دونوں بچوں کو لئے
باتیں کر رہی ہیں۔ کیوں عون تمہیں معلوم ہے جعفر طیار کون تھے۔ امّاں
ہمارے دادا کا نام ہے۔ محمد۔ تم بتلاؤ حیدرِ کرار کون تھے۔ اماں یہ ہمارے
نانا کا نام ہے۔ دیکھو کل یوم نبرد ہے۔ تمہاری دلآوری کا امتحان ہے۔ میں
جب خوش ہونگی جب عباس علمبردار تمہیں جنگ کرتے ہوئے دیکھکر یہ کہیں
کہ عون و محمد نہیں جعفر طیار اور حیدرِ کرار جنگ کر رہے ہیں۔ ہاں اماں کل
دیکھنا۔ کہ آپ کے غلام کیا کرتے ہیں۔ عباس روتے ہوئے آگے بڑھے
دیکھا ام لیلیٰ تصویر مصطفےٰ کو لئے بیٹھی ہیں فرما رہی ہیں۔ بیٹا علی اکبر ابھی
اور بیٹھے رہو کل اس چاند کی زیارت کو ماں تڑپے گی۔ اگلا خیمہ ام فروا
کا تھا قاسم سامنے بیٹھے تھے حسن کی نشانی سے باتیں ہو رہی تھیں۔ قاسم
شاید چچا جان بچہ سمجھکر تمہیں اجازت نہ دیں مگر میرے لعل کل چچا سے بضد
ہو کر اجازت لینی ہے۔ بیٹا دولہا تو نہ بنا سکی مگر دولہا کی شبیہہ دیکھنا
چاہتی ہوں کل میدان جنگ میں جب گھوڑے سے اترو تو چہرہ پر خون
کی لڑیاں شعاع آفتاب میں سہرے کا منظر پیش کر رہی ہوں۔ سہرہ کا نام
سنکر عباس کے چہرہ پر آنسوؤں کی لڑیاں داماں قبا سے جا ملیں۔
روتے ہوتے آگے بڑھے جھولے کے پاس ایک بی بی یہ کہتی ہوئیں منتظر

آئیں۔ پیارے علی اصغر اگر تم جوان ہوتے تو آج اس بدنصیب کے کام آتے ہیں بھی تمہیں مجاہد بنا کر حسین کی نصرت کو بھیج سکتی۔ ایک خیمہ سے بڑی دردناک آواز آئی۔ کاش ام کلثوم تیرے بھی اولاد ہوتی۔ کل سب کے سب اپنی اپنی قربانیاں حسین کے قدموں پر نثار کریں گی مگر تو بدنصیب بھائی کی کوئی خدمت نہ کر سکے گی۔ عباس نہ سن سکے بہت ضبط کیا مگر آواز گریہ بلند ہوئی ام کلثوم نے مڑ کر دیکھا عباس ہیں بھائی کیوں رو رہے ہو بہن تم نے رولایا ہے۔ عباس کے ہوتے آپکو کیا فکر ہے کل عباس آپ کی طرف سے حسین پر قربان ہوگا۔ علمدار کی رگ دپے میں ہاشمی خون دوڑ رہا تھا نبض شجاعت پھڑکی۔ ماں کا فرمان یاد آیا۔ اپنے خیمہ میں تشریف لائے ریاض محمدی کے پہلوؤں کو جمع کیا۔ فَیَقۡتُلُوۡنَ وَیُقۡتَلُوۡن کی تفسیر بیان کی اور فرمایا۔ میرے پیارو۔ فلک امامت کے ستارو حسین کی گود کے پالو۔ یاد رکھو کل مرنے کا دن ہے۔ تلواریں کھانے کا دن ہے۔ دین پر نثار ہونے کا دن ہے۔ دیکھو ایسا نہ ہو کہ تم پیچھے رہجاؤ۔ اور اصحاب و انصار تم سے سبقت لے جائیں۔ جب تک ہم گلے نہ کٹا لیں خون میں نہ نہالیں اصحاب کی باری نہ آئے۔ جناب عباس کی جرأت آموز تقریر پر ہر چھوٹے بڑے نے لبیک کہی اور شاید غازی کی یہ آواز گہوارۂ علی اصغر تک پہونچی ہو اور اس ننھے مجاہد نے بھی کروٹ بدلی ہو۔ قریب کے خیمہ میں حبیب ابن مظاہر بھی سن

رہے تھے اصحاب باوفا کو حبیب نے جمع کیا اور یوں خطاب کیا میرے پیارے بھائیوں رسولؐ کے فدائیو حسین کے شیدائیو کل روز امتحان ہے دین پر جان دینی ہمارا ایمان ہے۔ کل میدان جنگ میں فیقتلون ویقتلون قتل کرو اور سب قتل ہو جاؤ کے مصداق بن جاؤ سے

موت ہے جینا فقط لذات فانی کے لئے
آدمی مرجائے عیش جاودانی کے لئے

دیکھو جب تک ہمارے دم میں دم ہے آل رسول پر آنچ نہ آئے ایسا نہ ہو کہ ہم زندہ ہوں اور آل محمد کے پھول مرجھا جائیں۔ سب نے یک زبان ہو کر کہا حبیب کل دیکھنا کیا ہوتا ہے یہ سر ہونگے اور فرزند رسول کے قدم۔ شاید حبیب کی یہ آواز خیمہ حُر تک پہونچی۔ حُر بھی رات بھر کروٹیں بدلتے رہے اور انصار کا وہ پہلا سر تھا جو حسین کے قدموں پر فدا ہو گیا۔ تاریکی شب بڑھتی جارہی تھی۔ عباس علمدار خدمت حسین میں حاضر تھے کہ کسی پکارنے والے نے پکارا۔ عباس نے للکارا کون ہے۔ کچھ باتیں کرتے برافروختہ واپس آئے حسین نے پوچھا۔ عباس کون تھا۔ آقا شمر کا پیغام آیا تھا اور مجھے بلایا تھا۔ ہو آؤ عباس کچھ ہرج نہ عباس جاتے ہیں۔ کیوں بلایا ہے۔ شمر نے کہا عباس تم میرے قبیلہ کے بھانجے ہو میں تمہارے اور تمہارے بھائیوں کے واسطے ابن زیاد امان نامہ لکھا ہے۔ مولا نے کہا۔ افسوس تجھ پر نواسہ رسول کے لئے امان!
اور پیشکش کو ٹھکرا دیا۔

التماس سورہ فاتحہ برائے تمام مرحومین

۱] شیخ صدوقؒ
۲] علامہ مجلسیؒ
۳] علامہ ساغر حسین
۴] علامہ سید علی نقیؒ
۵] بیگم و سید عابد علی رضوی
۶) بیگم و سید احمد علی رضوی
۷) بیگم و سید رضا امجد
۸) بیگم و سید علی حیدر رضوی
۹) بیگم و سید سبط حسن
۱۰) بیگم و سید مردان حسین جعفری
۱۱) بیگم و سید جار حسین
۱۲) بیگم و مرزا توحید علی
۱۳) سید حسین عباس فرحت
۱۴) بیگم و سید جعفر علی رضوی
۱۵) سید انعام حسین زیدی
۱۶) سیدہ ہما زہرہ
۱۷) سیدہ رضویہ خاتون
۱۸) سید نجم الحسن
۱۹) سید مبارک رضا
۲۰) سید تہنیت حیدر نقوی
۲۱) بیگم و مرزا محمد ہاشم
۲۲) سید باقر علی رضوی
۲۳) بیگم و سید باسط حسین
۲۴) سید عرفان حیدر رضوی
۲۵) بیگم و اخلاق حسین
۲۶) سید ممتاز حسین
۲۷) بیگم و سید اختر عباس
۲۸) سید محمد علی
۲۹) سیدہ رضیہ سلطان
۳۰) سید مظفر حسنین
۳۱) سید باسط حسین نقوی
۳۲) غلام محی الدین
۳۳) سید ناصر علی زیدی
۳۴) سید وزیر حیدر زیدی
۳۵) ریاض الحق
۳۶) خورشید بیگم